خزینۃ الاصفیاء
ایک ہزار سے زائد اکابر صوفیاء کرام کا اہم تذکرہ
تالیف لطیف
مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہٗ
ترتیب و ترجمہ
جناب محمد ظہیر الدین صاحب بھٹی
مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ ○ لاہور
www.maktabah.org

جلد سوم ـــ مخزن چہارم (۴)

سلسلہ نقشبندیہ

خزینۃ الاصفیاء

ایک ہزار سے زائد اکابر صوفیاء کرام کا اہم تذکرہ

تالیف لطیف

مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہٗ

ترتیب و ترجمہ

جناب محمد ظہیر الدین صاحب بھٹی

مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ ○ لاہور

جلد سوم ---- مخزن چہارم (۴)

سلسلہ نقشبندیہ

نام کتاب	خزینۃ الاصفیاء
نام مولف	مفتی غلام سرور لاہوری رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۰۷ھ)
سال طباعت فارسی ایڈیشن	۱۲۹۰ھ
سال طباعت اردو ترجمہ	۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء
مترجم	محمد ظہیر الدین بھٹی، ایم۔اے
کمپوزنگ	المدد کمپوزرز، راج گڑھ، لاہور
ناشر	مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور
طابع	نصرت پریس لاہور فون نمبر 7238607 - 7238701 - 7233910
قیمت مجلد	۶۶ روپے

فہرست اولیائے سلسلہ نقشبندیہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مختصر تعارف اور قبول اسلام

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اصل وطن اصفہان شہر ہے۔ لمبی عمر پائی' سلمان ابن اسلام بھی کہلاتے تھے۔ والد آتش پرست گبر تھے۔ سب سے پہلے آپ مجوسی مذہب سے بیزار ہوئے تو دین موسوی قبول کیا۔ بعد ازاں دین نصاریٰ اختیار کیا۔ جس راہب کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کی تھی جب وہ قریب المرگ ہوا تو اس نے آپ کو بشارت دی کہ پیغمبر آخر الزمان' مدینہ سے مبعوث ہوں گے۔ تم ان کا دین قبول کرلینا اور یہاں سے مدینہ چلے جانا۔ وہ راہب فوت ہوگیا تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کا رخ کیا۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا اور مدینہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سے یہودی کی غلامی سے نجات پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب و اصحاب میں ممتاز مقام حاصل کیا۔

فضائل و مناقب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"السباق اربعتہ انا سابق العرب و خبیب سابق الروم و سلمان سابق الفارس و بلال سابق الحبشہ"۔

سبقت کرنے والے چار ہیں۔ میں عربوں میں سے سبقت کرنے والا ہوں۔ خبیب رضی اللہ تعالٰی عنہ رومیوں میں سے، سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فارسیوں میں سے اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ حبشیوں میں سے۔

غزوہ خندق کے روز جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں فرمایا **"سلمان منا اہل البیت"** (سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ میرے اہل بیت میں سے ہیں)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر بنایا۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور حکومت میں مدائن ہی میں وفات پائی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا "تمہارے پاس کچھ مشک تھی۔ اس کا کیا کیا؟" عرض کی "موجود ہے"۔ فرمایا "اسے پانی میں ڈال کر ملاؤ اور یہ پانی میرے ارد گرد چھڑک دو اب میرے پاس کچھ ایسے حضرات تشریف لانے والے ہیں جو نہ جن ہیں نہ انسان" آپ کی رفیقہ حیات نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل گئیں۔ اندر سے آواز آئی " السلام علیک یا صاحب رسول اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ!" یہ آواز سن کر آپ اندر گئیں تو دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔

صاحب "شواہد النبوت" فرماتے ہیں کہ حضرت سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بن مسیب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بن سلام سے روایت

کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا " ہم میں سے جو کوئی پہلے فوت ہو وہ دوسرے کو خواب میں ملے اور اپنے حالات سے آگاہ کرے" میں نے عرض کی "کیا ایسا ممکن ہے؟ اور کیا مردہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسروں کو خواب میں نظر آئے؟" فرمایا "ہاں! مومن کی روح زمین و آسمان میں سیر کرتی رہتی ہے اور جب چاہے اپنا آپ دوسروں کو دکھا سکتی ہے جب کہ کافر کی روح قید ہوتی ہے" چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ایک دن میں چاشت کے بعد قیلولہ کر رہا تھا۔ جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے ناگاہ دیکھا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور کہا "السلام علیکم و رحمتہ اللہ تعالیٰ و برکاتہ" میں نے کہا "و علیک السلام یا ابا عبداللہ" اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا "لطف و مہربانی فرمائی کیونکہ میں زندگی میں خدا پر توکل کرتا تھا اور اس کی قضا پر راضی رہتا تھا"۔

وفات اور عمر

آپ نے ۳۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر شریف ایک قول کے مطابق ایک ہزار سال' ایک قول کی رو سے پانچ سو سال' ایک قول ہے کہ ۳۵۰ سال تک زندہ رہے۔ ایک روایت کے بموجب ۲۵۰ سال عمر پائی ہمارے نزدیک آخری قول ہی صحیح ہے۔

قطعہ

چون سلمان بفضل خدائے کریم ز دنیائے دون شد مخلد بریں
"ز فوتش ز عالم سفر کرد حق" "دگر ماند خالی ز سید زمین"
۳۳ھ ۳۳ھ

امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا شمار کبار تابعین اور مدینہ منورہ کے عظیم فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کاشانہ میں تربیت پائی۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میں نے مدینہ میں امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو علم و عمل، فضل، فقہ و حدیث، تفسیر اور علوم طریقت و حقیقت میں افضل نہیں دیکھا"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں خلافت کی زمام کار، امام قاسم کے سپرد کر دیتا۔

وفات

مورخین کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ نے ۱۰۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بعض حضرات نے ۱۱۱ھ یا ۱۱۲ھ اور بعض نے ۱۰۲ھ سال وفات بتایا ہے۔ آپ نے لمبی عمر پائی جو سو سال سے زیادہ تھی۔

قطعہ تاریخ وفات

قسمت خود یافت چون قاسم مخلد — سال وصل آن امام نیک نام
"طالب اللہ" و "حق فرمودہ" اند — زاہد کامل بقول خاص و عام

۱۰۸ھ — ۱۰۸ھ — ۱۰۸ھ

وضاحت

مخفی نہ رہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شجرہ میں پیران عظام، امام قاسم

رحمتہ اللہ علیہ کے بعد حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی تحریر فرمایا کرتے ہیں کہ امام نے اس نسبت اطہر کا فیض امام قاسم نبیرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ چونکہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر "مخزن اول" میں آئمہ اہل بیت کے سلسلہ میں ہو چکا ہے اس لیے اب اس کا دوبارہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت دو طرف سے منتہی ہوتی ہے۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جیسا کہ تحریر ہوا اور دوسری پشت بہ پشت اسد اللہ غالب حضرت علی بن ابن طالب کرم اللہ وجہ کی طرف۔

شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ باسرارہ السامی

آپ کا لقب سلطان العارفین، نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ کا شمار اپنے زمانہ کے اولیا کبار اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے دادا آتش پرستی کا مذہب چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ آپ کا اصل وطن بستام ہے۔ آپ کے بارے میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "بایزید کا ہمارے اندر وہی مقام و مرتبہ ہے جو جبرائیل کا فرشتوں میں ہے"۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔

آپ کی والدہ نے جب آپ کو استاد کے پاس بھیجا اور انہوں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن "سورۃ لقمان" پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے "**ان اشکر لی ولوالدیک**" تو اس کے معنی پوچھے۔ استاد نے کہا "حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کر"۔ آپ اپنی والدہ کے پاس گئے اور عرض کی "حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میری خدمت کر اور اپنے ماں باپ کی خدمت کر" اب مجھ غریب سے اکٹھی دو خدمتیں

نہیں ہوسکتیں۔ آپ یا تو مجھے حق تعالیٰ سے مانگ لیجئے کہ میں ہمہ تن آپ کی خدمت کروں یا پھر مجھے اپنا حق معاف فرما دیجئے تاکہ میں جان و دل سے اللہ کی خدمت و عبادت میں مصروف ہو جاؤں"۔ والدہ نے جواب دیا "میں نے اپنا حق معاف کیا۔ اب تو اپنے خالق کی خدمت بجا لا"۔ اب بایزید بسطام سے چلے گئے اور تیس سال تک صحرا میں پھرتے رہے اور ریاضت کرتے رہے۔ آپ نے ایک سو تیرہ روشن ضمیر بزرگوں کی خدمت کی۔ ان میں سے ایک امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے خوان نعمت سے آپ کو وافر فیض نصیب ہوا اور آپ ولی کامل بن کر بسطام میں تشریف لائے۔

ایک بار شیخ بایزید حج کے لیے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ پر اپنا اور اپنے مریدوں اور اہل قافلہ کا سامان لاد رکھا تھا۔ ایک شخص بولا "اسے بے چارہ اونٹ پر اتنا زیادہ بوجھ لادنا اس کی برداشت سے باہر ہے اور صریح ظلم ہے"۔ آپ نے فرمایا "یہ بوجھ اٹھانے والا کوئی اور ہے۔ اچھی طرح دیکھ لے تاکہ تجھے یقین آئے" اس نے جب غور سے دیکھا تو سامان اونٹ کی پیٹھ سے ایک بالشت اوپر تھا۔

حضرت شیخ بایزید مکہ سے ہمدان آئے۔ وہاں سے تخم معصر خریدا۔ اسے گوڈری میں باندھا۔ گھر آئے' سامان کھولا تو اس میں کچھ چیونٹیاں دیکھیں۔ فرمایا "خلاف مروت ہوگا کہ ان بے چاریوں کو ان کی جگہ سے بے گھر کروں"۔ اٹھے اور چیونٹیوں کو واپس اسی جگہ چھوڑ آئے جہاں سے تخم معصر خریدا تھا۔

ایک دفعہ حالت مستی میں آپ کی زبان پر کلمہ "سبحانی اعظم شانی" جاری ہوگیا۔ یہ کیفیت جاتی رہی تو مریدوں نے آپ کی زبان سے اس کلمہ

کے ورود کی خبر دی۔ فرمایا "اگر پھر یہ کلمہ کبھی میری زبان سے سنو تو مجھے قتل کر دو"۔ آپ نے ہر مرید کو ایک ایک چھری دے دی اور تاکید کی کہ جونہی میری زبان سے یہ کلمہ نکلے فوراً ہی مجھے قتل کر ڈالو۔ ایک دن اتفاق سے شیخ پر وہی حالت طاری ہوئی۔ کلمہ "سبحانی اعظم شانی" آپ کی زبان پر جاری ہوا۔ مریدوں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے جسم پر چھریوں سے وار کیے مگر آپ پر اثر نہ ہوا۔ یہ کیفیت ختم ہونے کے بعد ساتھیوں نے صورت حال حضرت شیخ کو عرض کی تو فرمایا "بایزید یہ ہے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہم کلام ہے اور جس شخص کی زبان پر وہ کلمہ جاری ہوا وہ بایزید نہ تھا"۔

شیخ ابو تراب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک نہایت گرم مزاج اور صاحب وجد مرید تھا۔ ایک دن ابو تراب رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا "کیا تو بایزید کو دیکھنا چاہتا ہے؟" اس نے کہا "جو شخص بایزید کو ہر وقت دیکھتا ہو اسے بایزید دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟" فرمایا "تو خدا کو اپنی آنکھ اور اپنے اندازے سے دیکھتا ہے جب بایزید کے پاس جائے گا تو ان کے اندازہ سے دیکھے گا۔ یاد رکھ کہ نگاہ نگاہ میں فرق ہوتا ہے"۔ چنانچہ دونوں پیر مرید بایزید کے گھر گئے۔ اس وقت بایزید پانی لانے گئے ہوئے تھے۔ دونوں آپ کے پیچھے گئے۔ راستے میں شیخ کو آتے دیکھا۔ پانی کا گھڑا ہاتھ میں اٹھائے اور پرانی پوستین پہنے چلے آرہے ہیں۔ بایزید کی نظر اس مرید پر پڑی تو وہ فوراً زمین پر گرا اور جان اللہ کے سپرد کر دی۔ شیخ ابو تراب نے عرض کی "یا حضرت! ایک ہی نظر میں مار ڈالا؟" فرمایا "اے ابو تراب! اس جوان کی سرشت میں ایک نور تھا۔ ابھی اس کے کشف کا وقت نہیں آیا تھا۔ بایزید کے مشاہدہ سے اچانک کشف ہوا جسے وہ برداشت نہ کر سکا اور چل بسا"۔

ایک روز کچھ لوگوں نے حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہو کر خشک

سالی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "جا کر پرنالے ٹھیک کر لو بارش برسے گی"۔ فی الحال بادل امنڈ کر آیا اور رحمت الٰہی برسنی شروع ہو گئی۔

ایک روز حضرت شیخ اپنے پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے۔ ایک مرید نے بھی آپ کے سامنے پاؤں پھیلائے۔ شیخ نے کچھ دیر بعد اپنے پاؤں پیچھے کر لیے مگر جب مرید نے پاؤں پیچھے کرنے چاہے تو نہ کر سکا۔ اس کے پاؤں اسی طرح سیدھے اکڑے ہی رہے اور خشک ہو گئے۔ وہ آخر عمر تک اسی حالت میں رہا بلکہ یہ معذوری اس کی کئی پشتوں میں بھی رہی۔ بعد میں لوگوں نے ایک بزرگ سے پوچھا "کیا وجہ ہے کہ باپ کی بے ادبی کی وجہ سے کئی پشتوں تک اس کے بیٹے ماخوذ رہے؟" بزرگ نے جواب دیا "جب تیر چلانے والا سخت انداز ہو تو پھر یوں ہی ہوتا ہے"۔

صاحب تذکرۃ الاولیاء فرماتے ہیں "شیخ یوسف نجورانی حضرت بایزید کی کرامات و خوارق کا امتحان لینے کی غرض سے آپ کے پاس آئے۔ حضرت نے انہیں اپنے مرید شیخ ابوسعید راعی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور فرمایا ان کے پاس چلے جاؤ کہ میں نے کرامت و خوارق ان کے حوالے کر دیے ہیں"۔ شیخ یوسف وہاں پہنچے تو دیکھا کے شیخ راعی خود تو صحرا میں نماز ادا کر رہے ہیں اور بھیڑیے ان کی بھیڑوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ یوسف نے ان سے تازہ انگوروں کا مطالبہ کیا۔ شیخ راعی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ اپنی طرف اور دوسرا شیخ یوسف کی طرف زمین میں گاڑ دیا۔ فوراً ایک درخت نکلا اور انگوروں سے بھر گیا۔ راعی کی طرف کے انگور سفید رنگ کے تھے جب کہ شیخ یوسف کی طرف کے انگور سیاہ رنگ کے تھے۔ عرض کی "رنگ مختلف ہونے کی وجہ کیا ہے؟" فرمایا "اس لیے کہ میں نے یقین کی غرض سے اور تم نے

امتحان لینے کے لیے یہ مطالبہ کیا۔ پس ہر چیز کا رنگ اس کی کیفیت و سبب کے مطابق ہوگیا ہے"۔ اس کے بعد انہوں نے ایک گدڑی شیخ یوسف کو عنایت کی اور فرمایا "اسے اپنے پاس رکھو" انہوں نے لے لی اور حج پر چلے گئے۔ میدان عرفات میں پہنچے تو وہ گدڑی ان سے غائب ہوگئی۔ جب واپس .سطام آئے تو وہ گدڑی شیخ راعی کے پاس دیکھی۔

خواجہ فرید الدین عطار فرماتے ہیں شیخ بایزید فرمایا کرتے تھے میں چاہتا ہوں کہ جلد ہی قیامت آئے تاکہ میں اپنا خیمہ دوزخ کے دروازہ پر لگاؤں اور دوزخ مجھے دیکھ کر دھیما ہو جائے۔ یوں میں مخلوق کی راحت کا سبب بنوں۔ ادھر شیخ حاتم اصم نے اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا "وہ میرا مرید نہیں ہوگا جو قیامت کے دن دوزخیوں کی شفاعت نہیں کرے گا۔ لوگوں نے یہ بات حضرت بایزید کے حضور نقل کی تو فرمایا "میرا مرید وہ ہے جو دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہو جائے اور دیکھے کہ اگر کسی شخص کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جانے لگیں تو وہ اسے پکڑ کر جنت میں پہنچا دے اور خود اس کی جگہ دوزخ میں چلا جائے۔

حضرت شیخ بایزید کی وفات کی رات شیخ ابوموسیٰ نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ سر پر عرش الٰہی اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ صبح اس خواب کی تعبیر پر حیران ہوئے۔ آخر اپنے مرشد شیخ بایزید کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اپنے خواب کا قصہ حضرت کو سنائیں۔ جب نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ شیخ فوت ہوچکے ہیں اور جنازہ پر لوگوں کا بڑا ہجوم اکٹھا ہے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو شیخ ابوموسیٰ نے ہرچند جنازہ کا پایہ پکڑنے کی کوشش کی مگران کے لیے ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ آخر بے صبر ہو کر جنازہ کے نیچے گئے اور جنازہ سر پر اٹھالیا۔ جب جنازہ رکھا گیا اور حضرت کا روئے مبارک زیارت کے لیے کھولا گیا تو

شیخ بایزید نے آنکھ کھولی تو ابوموسیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا "ابوموسیٰ گزشتہ رات جو تو نے خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو نے اپنے سر پر میرا جنازہ اٹھایا اور عرش الٰہی سے مراد بایزید کا جنازہ ہے"۔

ولادت اور وفات: شیخ بایزید ۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور صحیح قول کے مطابق ۱۵ شعبان بروز جمعہ ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی عمر ۱۲۸ سال ہے۔ آپ کا مزار بسطام میں ہے۔ صاحب "مخبرالواصلین و تذکرہ العاشقین" نے آپ کا سال وفات ۱۶۲ھ اور ۲۶۲ھ تحریر کیا ہے۔

قطعہ

شیخ کونین بایزید ولی شاہ والا ولی عالی جاہ

سال تولید او اگر خواہی کن رقم "بایزید اہل اللہ"

۲۶۹ھ

ہست "دیندار" انتقالش نیز اہل دین بایزید حق آگاہ

۲۶۹ھ ۲۶۹ھ

باز مہدی ہادی آفاق پس بخواں "حق طلب ولی اللہ"

۲۶۹ھ ۲۶۹ھ

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ باسرارہ السامی

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفر رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ "خرقان" قزوین کے قریب ایک موضع ہے جہاں شیخ کی سکونت تھی۔

آپ اپنے وقت کے غوث اور قطب تھے۔ سلطان المشائخ اور قطب اوتاد تھے۔ طریقت میں آپ کی نسبت شیخ بایزید بسطامی کی روحانیت سے متعلق تھی۔

شیخ ابتدا میں بارہ سال تک ہر روز نماز عشاء، "خرقان" میں باجماعت ادا کرتے۔ واپسی کے وقت حضرت بایزید کے مزار کی طرف پشت نہ کرتے۔ بارہ سال کے بعد حضرت بایزید کی تربت سے آواز آئی "اے ابوالحسن! وقت آچکا ہے کہ تو ایک جگہ بیٹھ کر مخلوق کی راہنمائی حق کی طرف کرے" عرض کی "میں امی ہوں۔ قرآن، علم اور رموز شریعت میں سے کچھ نہیں جانتا" آواز آئی "اے ابوالحسن! جو تم نے حق سے مانگا تھا وہ تمہیں مل چکا ہے۔ فاتحہ سے آغاز کرو" ابوالحسن نے فاتحہ سے آغاز کیا۔ جب خرقان پہنچے تو قرآن شریف مکمل کر لیا۔ اب تو آپ پر علوم ظاہری و باطنی کے دروازے کھل گئے۔

ایک دن شیخ ابوالعباس رحمتہ اللہ علیہ اور ابوالحسن باہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوالعباس کے سامنے پانی سے بھرا ہوا ایک لگن تھا۔ شیخ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور لگن کے پانی سے زندہ مچھلی باہر نکالی۔ ابوالحسن کے سامنے رکھ دی۔ ابوالحسن نے یہ دیکھا تو اس وقت خانقاہ میں تنور گرم تھا۔ آپ نے تنور میں ہاتھ ڈالا اور زندہ مچھلی باہر نکالی اور فرمایا "پانی سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے پر آگ سے مچھلی نکالنی چاہیے"۔

ایک دفعہ ایک جماعت سفر کر رہی تھی۔ وہ لوگ شیخ ابوالحسن کے پاس آئے اور کہا "راستہ پر خوف ہے۔ ہمیں ایسی دعا سکھا دیجئے جو خوف و بلا کے وقت کام آئے"۔

فرمایا "اس وقت ابوالحسن کو یاد کر لینا" ان لوگوں کو آپ کی یہ بات اچھی نہ لگی اور چلے گئے۔ راستے میں ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس جماعت میں سے ایک شخص نے فوراً شیخ ابوالحسن کو یاد کیا۔ وہ آدمی اسی وقت اپنے مال سمیت رہزنوں کی آنکھ سے اوجھل اور قافلہ والوں سے بھی

غائب ہوگیا۔ رہزنوں نے باقی اہل قافلہ کا مال و متاع خوب لوٹا۔ جب راہزنوں نے اپنی راہ لی تو وہ شخص اپنے مال کے ساتھ ظاہر ہوا۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ اس شخص نے کہا "میں ابوالحسن کو یاد کرنے کی برکت سے سلامت رہ گیا"۔

صاحب تذکرہ الاولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ کا فرمان اور اجازت ہو تو میں نسیان پہاڑ پر جاؤں اور قطب عالم کی زیارت کروں۔ شیخ نے اجازت دے دی۔ وہ مرید ہزاروں مشقتیں جھیل کر وہاں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ لوگوں کی ایک بھیڑ ہے۔ سب قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے ایک جنازہ رکھا ہے۔

پوچھا "تم لوگ اس میت کی نماز جناہ کیوں نہیں پڑھتے؟"۔

انہوں نے جواب دیا "قطب العالم کے آنے کا انتظار ہے۔ قطب العالم یہاں پانچوں نمازیں پڑھنے کے لیے آتے ہیں اور اپنی امامت میں نماز پڑھایا کرتے ہیں"۔

اس مرید نے جب دیکھا تو وہ اس کے پیرو مرشد شیخ ابوالحسن تھے۔ اب تو وہ رعب و دہشت سے بے ہوش ہوگیا۔

ہوش آیا تو اس وقت مردہ کو دفنایا جاچکا تھا اور شیخ بھی واپس جاچکے تھے۔ اس نے وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا "یہ شخص کون تھا؟"

لوگوں نے جواب دیا "یہ شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ قطب العالم یہی ہیں۔ اب وہ عصر کے وقت پھرواپس آئیں گے"۔

یہ شخص بولا "اور میں آپ ہی کا مرید ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ قطب العالم آپ ہی ہیں۔ اس لیے میں نے قطب العالم کی زیارت کے ارادہ

سے اتنا دور دراز کا سفر کیا۔ اب میں اپنے کیے پر پشیمان ہوں۔ جب آپ تشریف لائیں تو آپ حضرات بھی سفارش کرنا کہ آپ مجھے بھی اپنے ساتھ خرقان لے جائیں"۔

نماز کا وقت آیا تو شیخ نمودار ہوئے۔ اپنی امامت میں نماز پڑھائی۔ مرید نے نماز ادا کرنے کے بعد سلام کیا۔ شیخ کا دامن تھام لیا اور عرض کی "حضرت! میں سخت نادم و پشیمان ہوں۔ اب مجھے بھی خرقان لے جایئے"۔

فرمایا "اس شرط پر کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ ہماری زندگی میں کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا"۔

اس مرید نے یہ شرط قبول کی۔ اب وہ حضرت شیخ کے پیچھے روانہ ہوا اور بہت تھوڑے سے وقت میں خرقان پہنچ گیا۔

"تذکرۃ الاولیاء" میں منقول ہے کہ جب شیخ بو علی سینا نے شیخ ابوالحسن خرقانی کی کرامت کی شہرت سنی تو خرقان گئے۔ شیخ کے گھر پہنچے۔ آپ اس وقت ایندھن کے لیے صحرا میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت کی اہلیہ' حضرت کی بزرگی سے منکر تھیں۔ بو علی سینا نے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں؟ اس نیک بخت خاتون نے جواب دیا اس زندیق کذاب سے تمہارا کیا کام ہے؟ تم نے اس سے کیا لینا ہے؟ غرض کہ شیخ کے بارے میں اس قسم کی کئی گستاخانہ باتیں کیں۔ شیخ بو علی سینا نے سوچا کہ جس شخص کی بیوی ہی اس کی مخالف ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ تاہم اب اس کو دیکھ لینا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ وہاں سے صحرا کی طرف چلے۔ دیکھا کہ شیخ لکڑیوں کا گٹھا شیر کی پیٹھ پر لادے چلے آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عرض کی "یا حضرت! یہ کیا حالت ہے؟ اور اس بھلے مانس نے کیا کہا ہے؟" جواب دیا "میں گھر میں اس بھیڑیا یعنی بیوی کا بوجھ اٹھاتا ہوں تب جنگل میں یہ شیر میرا بوجھ اٹھاتا ہے" پھر دونوں بزرگ اکٹھے

شہر میں آئے۔ گھر پہنچے تو شیخ ابوالحسن نے مٹی میں پانی ڈالا تاکہ دیوار تعمیر کریں۔ بوعلی بیٹھ گئے۔ اب شیخ نے مٹی ہاتھ میں لی' دیوار کے پاس آئے۔ اچانک وہ مٹی ان کے ہاتھ سے گر پڑی۔ بوعلی یہ دیکھ کر جلدی سے اٹھے تاکہ وہ مٹی اٹھا کر شیخ کو دیں مگر ابھی بوعلی اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے کہ گارا خود بخود اوپر کو اڑا اور شیخ کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔

خلیفہ بغداد کے وزیر عضد الدولہ کے پیٹ میں ایک بار شدید درد ہوا اور کسی دوا سے افاقہ نہ ہوا۔ آخر شیخ ابوالحسن کے حضور التجا کی۔ شیخ نے اپنے جوتے عطا فرمائے اور کہا کہ انہیں درد کی جگہ پر رکھا جائے۔ جب جوتے رکھے گئے تو فوراً شفا پائی۔

ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی نے اپنے غلام ایاز کا لباس خود پہنا اور اپنا لباس ایاز کو پہنا دیا اور خود غلاموں کی طرح اس کے ساتھ ہولیا۔ کچھ دوسری کنیزوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر ہمراہ لیا اور سب شیخ ابوالحسن کی بارگاہ میں آئے۔ سلطان نے سلام کیا۔ شیخ نے سلام کا جواب دیا مگر اس کے حال پر کچھ توجہ نہ دی۔ سلطان جس نے اپنے غلام کا لباس پہن رکھا تھا شیخ سے کہا "بادشاہ اسلام آپ کے پاس آیا ہے مگر آپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور اس کے حال پر توجہ نہیں فرمائی"۔ شیخ نے فرمایا "سلطان کون سا ہے؟ مجھے بتایئے؟" سلطان نے ایاز کی طرف اشارہ کیا جو بادشاہ کے بھیس میں تھا۔ شیخ مسکرائے پھر فرمایا "یہ سب مکر و دھوکہ کا جال ہے جو تم نے پھیلایا ہے۔ تم نے خود غلاموں کا لباس پہن رکھا ہے"۔ یہ کہہ کر سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا' اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ تم ان نامحرم عورتوں کو باہر بھیجو جنہیں تم مردوں کا لباس پہنا کر اپنے ساتھ لائے ہو۔ سلطان نے سب کو باہر بھیج دیا اور عرض کی "مجھے نصیحت فرمایئے تاکہ میرے

کام آئے"۔ شیخ نے فرمایا "چار باتوں کا خیال رکھ:

اول: **احسن کما احسن اللہ الیک** جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو۔

دوم: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے رکو۔

سوم: بندہ خاکی ہو' اپنی اصل کی طرف رجوع کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جنہم میں جا پڑو۔

چہارم: اپنے ہر سانس کو آخری سانس سمجھو اور موت سے غافل مت ہو"۔

سلطان محمود نے عرض کی میرے حق میں دعائے خیر فرمایئے۔ جواب دیا میں ہر روز **اللھم اغفر للمومنین و المومنات** کہتا ہوں تم بھی ان میں شامل ہو۔ عرض کی اس پر اضافہ کیجئے۔ فرمایا: "محمود تیرا انجام محمود ہو"۔

سلطان نے سونے کی تھیلی شیخ کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ اٹھے اور جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لا کر محمود کے سامنے رکھا اور فرمایا یہ کھاؤ کہ حلال ہے۔ محمود نے لقمہ منہ میں ڈالا۔ بہت کوشش کی مگر لقمہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ شیخ نے فرمایا "بادشاہ! کیا یہ خشک لقمہ آپ کے حلق میں نہیں اتر رہا؟" جواب دیا "جی ہاں"۔ فرمایا "اسی طرح جو سونا تم لائے ہو ہمارے حلق میں بھی نہیں جاتا۔ اسے اٹھا لو کہ یہ ہمارے کام کا نہیں"۔ محمود نے سونے کی تھیلی اٹھا لی اور کہا "مجھے اپنی کوئی چیز بطور یادگار عطا فرمایئے۔ شیخ نے اپنے بدن سے قمیص اتار کر اسے دے دی اور رخصت کیا۔

اسی سال سلطان کو ہندوستان فتح کرنے کی مہم میں جانا پڑا۔ بادشاہ

سومنات پہنچا۔ سومنات چونکہ ہندوؤں کا عظیم مندر تھا اس لیے ہندوستان کے تمام راجے یکدل و یکجان ہو کر سلطان کے مقابلہ کے لیے فوجیں لے آئے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ آخرکار مسلمانوں کی فوج تھوڑی ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ سلطانی لشکر شکست کھا جاتا اور دشمن غالب آ جاتے۔ سلطان اس نازک صورت حال کو دیکھ کر بہت مغموم ہوا اور اسے اس کے سوا کوئی بجھائی نہ دیا کہ بارگاہ خداوندی میں گریہ و زاری کرے اور غیبی امداد ڈھونڈے۔ سلطان گھوڑے سے اترا۔ ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھا۔ شیخ ابوالحسن کا خرقہ اپنے سامنے رکھا' اپنا چہرہ مٹی پر رگڑا اور عرض کی "یا اللہ! اپنے دوست ابوالحسن کے اس خرقہ کی عزت و حرمت کی بنا پر اہل اسلام کو فتح و نصرت عطاء فرما"۔ فوراً دعا قبول ہوئی۔ جنگ میں یوں ہوا کہ دشمن کے ایک لشکر نے اپنی ہی فوج کے دوسرے لشکر کو سلطان کا لشکر سمجھا اور یوں ایک دوسرے پر ہی تیغ زنی کی۔ یہاں تک کہ ہزاروں دشمن اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مارے گئے اور باقی ماندہ بھاگ اٹھے۔ بادشاہ اسلام کو فتح و کامیابی عطا ہوئی۔ اسی رات سلطان محمود غزنوی نے خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں "اے سلطان! تو نے میرے خرقہ کی توہین کی اگر تو اس وقت دعا کرتا کہ تمام اہل ہند دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو حق تعالیٰ یہ دعا بھی قبول فرماتا"۔ سلطان جب بیدار ہوا تو بہت پچھتایا مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

ایک رات شیخ نے حاضرین مجلس سے فرمایا "آج رات ڈاکوؤں نے فلاں بیابان میں قافلہ پر حملہ کیا ہے اور اہل قافلہ کو قتل کر دیا ہے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا ہے"۔ جب لوگوں نے اس واقعہ کی تحقیق کی تو ایسا ہی پایا۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اس رات دشمنوں نے شیخ کے صاحبزادہ کا سر کاٹ

کر ان کے آستانہ میں پھینک دیا۔ شیخ کو اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ کی بیوی جو کہ آپ کی منکر تھی کہنے لگی "تم نے اتنے میل دور قافلہ پر غارت گری تو بتا دی مگر اپنے بیٹے کے مارے جانے کا حال نہ جان سکے یعنی اس کا اظہار نہیں کیا۔ فرمایا "جب میں نے باطن کی آنکھ سے قافلہ کا حال دیکھا تو اس وقت پردے اٹھائے گئے تھے اور جب لوگوں نے میرے بیٹے کو شہید کیا اس وقت پردے گرے ہوئے تھے کہ اس پر "**الخبو لی مع اللہ**" گواہ ہے۔

ایک رات شیخ ابوالحسن نماز ادا کر رہے تھے۔ غیب سے آواز آئی کہ "اے ابوالحسن! کیا تم پسند کرو گے کہ تمہارے بارے میں جو کچھ ہم جانتے ہیں، مخلوق کو بتا دیں تاکہ لوگ تمہیں سنگسار کریں"۔

جواب دیا "اے خداوند کریم! کیا تو چاہتا ہے کہ جو کچھ میں تیری بے حد و انتہا رحمت کے بارے میں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں مخلوق کو بتا دوں تاکہ کوئی شخص تجھے سجدہ نہ کرے"۔

جب شیخ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر ۳۰ گز تک گہری کھودی جائے۔ اس لیے کہ .سطام اس زمین کی سطح سے بہت نیچے ہے اور یہ خلاف ادب ہوگا کہ میرا جسم حضرت بایزید .سطامی رحمتہ اللہ علیہ کے جسم سے اوپر ہو۔ آپ نے وفات پائی تو لوگوں نے آپ کی وصیت پر عمل کیا۔ دفن کے بعد ایک بڑا سفید پتھر آپ کی قبر پر دیکھا گیا۔ آپ کی قبر کے آس پاس شیر کے قدموں کے نشان تھے۔ اس لیے لوگ سمجھ گئے کہ یہ پتھر شیر ہی نے رکھا ہے۔ کچھ عرصہ تک شیر حضرت کے مزار پر انوار پر آتا رہا اور مزار کا طواف کرتا رہا۔

جو بھی شخص حضرت کے مزار کے پتھر پر ہاتھ رکھتا ہے اور اللہ سے اپنی

حاجب مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ "تذکرۃ الاولیاء" کے مولف نے اس عمل کو قبول دعا کے لیے مجرب قرار دیا ہے۔

وفات: مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن کی وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔ "مخبر الواصلین" کے مولف نے آپ کا سال وفات ۴۱۸ھ اور ۴۱۹ھ تحریر فرمایا ہے۔

قطعہ

شاہ خرقانی جناب ابوالحسن یافت چون از دہر در جنت مکان

سال وصلش "بوالحسن صدیق داں" میشود از خامہ "سرور" عیاں

۴۲۵ھ

شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی فضیل بن محمد ہے۔ طوس کے مضافات میں ایک گاؤں "فارمدیہ" میں آپ کی سکونت تھی۔ آپ خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں اور اپنے زمانہ کے فرد یگانہ ہیں۔ آپ امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ طریقت میں آپ کی نسبت دو طرف ہے۔ ایک شیخ بزرگوار ابوالقاسم گورگانی طوسی کی طرف اور دوسری شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی کی جانب۔

شیخ ابو علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں جوانی میں نیشاپور میں طلب علم میں مشغول تھا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ "منہ" سے وہاں تشریف لائے اود مجلس منعقد کی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے جمال کا عاشق ہوگیا اور اس گروہ صوفیاء کی محبت میرے دل میں سرایت کر گئی۔ ایک دن میں شیخ ابوسعید کے گھر گیا اور تمام لوگوں سے چھپ کر

ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ شیخ مجھے یہاں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ شیخ سماع میں مشغول تھے۔ آپ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو آپ نے اپنے سارے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کچھ دیر تک وجد میں مشغول رہے۔ جب وجد کی کیفیت سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔ شیخ نے اپنے لباس کی ایک آستین اور دھجی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور آواز دی کہ اے ابو علی طوسی! کہاں ہو؟ میں نے اس خیال سے جواب نہ دیا کہ شیخ مجھے پہچانتے نہیں ہیں نیز میں ان کے سامنے نہیں۔ جب آپ نے دوسری، تیسری بار آواز دی تو میں سمجھ گیا کہ آپ مجھے ہی پکار رہے ہیں۔ آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ آپ نے وہ دونوں چیزیں مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا تم ہمارے نزدیک اس آستین و تیریز کی مانند ہو۔ فوراً میرے قلب میں روشنی ظاہر ہوا اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور کیفیتیں طاری ہونے لگیں۔

میں وہاں سے شیخ ابوالقاسم قیشری کی خدمت میں آیا اور اپنی کیفیت بتائی۔ آپ نے فرمایا "مبارک ہو" اس کے بعد میں تین سال تک حصول علم میں مصروف رہا۔ ایک دن میں نے قلم دوات میں ڈالی تو سفید باہر نکلی۔ میں اٹھا اور اپنے استاد امام کی خدمت میں گیا اور اپنی حالت بیان کی۔ فرمایا چونکہ قلم نے تجھے چھوڑ دیا ہے لہٰذا تم بھی یہ کام چھوڑ دو اور دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ ایک دن ابوالقاسم حمام میں غسل کر رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر کنوئیں سے پانی کے کئی ڈول لا کر حمام میں ڈالے۔ جب شیخ حمام سے باہر آئے تو دریافت فرمایا یہ کون تھا جس نے حمام میں پانی کے ڈول ڈالے؟ میں گھبرا گیا کہ کیوں میں نے یہ حرکت کی۔ مجبوراً عرض کی یہ میں تھا۔ فرمایا اے ابو علی ابوالقاسم نے جو ستر سال میں پایا ہے تو نے پانی کے ایک ڈول سے

وہ سب کچھ پالیا ہے۔ اس کے بعد میں ایک عرصہ تک اپنے استاد ابوالقاسم قیشری کے حضور مصروف مجاہدہ رہا۔ مجھے اپنے کام میں خوب ترقی ہوئی۔ پھر استاد صاحب کی اجازت سے ابوالقاسم گرگانی کے پاس آیا اور ان سے فیض پائے مگر دل کی خواہش روزبروز بڑھتی جاتی تھی۔ اس لیے ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور بے حد و حساب فیوض و برکات سے مستفید ہوا۔

قطعہ

چون علی را شد بہ علین مقام سال وصل آن ولی متقی
گو محمد بو علی پیر مجیب نیز "مہدی مکرم" بو علی

۴۷۷ھ ۴۷۷ھ

خواجہ یوسف ہمدانی قدس اللہ باسرارہ السامی

آپ کے والد کا نام ایوب اور آپ کی کنیت ابویعقوب ہے۔ آپ کا تعلق "ہمدان" سے ہے۔ آپ کی نسبت مریدی' شیخ ابوعلی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ نے شیخ ابواسحٰق رحمتہ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ شیخ عبداللہ جونی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ احسن سمنانی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی فیض صحبت اٹھایا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ہمدان سے بغداد تشریف لائے۔ مولانا ابواسحاق سے فقہ' حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی مجلس میں بھی حاضر ہو کر مستفید و مستفیض ہوئے۔ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب اختیار کیا۔ اس کے بعد اصفہان گئے اور تحصیل علوم میں مصروف ہوئے۔ شیخ عبداللہ جونی سے خرقہ خلافت ملا۔ شیخ حسن نے بھی خرقہ عطا کیا۔ واپس شیخ ابوعلی فارمدی کی خدمت میں پہنچ کر تکمیل کمال کی اور عظیم اولیاء اور مشائخ میں

شمار ہونے لگے۔

امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے کہ خواجہ یوسف ہمدانی صاحب حال و قال تھے۔ اولیاء اہل کمال میں تھے۔ آپ نے اصفہان' عراق' خراسان' سمرقند اور بخارا کے پیران عظام سے استفادہ کیا اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ ایک عرصہ تک "مرو" میں مقیم رہے اس کے بعد ہرات پہنچے' کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے۔ دوبارہ مرو کا ارادہ کیا اور راستہ میں وفات پائی۔

شیخ نجیب الدین برغش شیرازی فرماتے ہیں "ایک بار مشائخ کے کچھ ملفوظات مجھے ملے۔ مطالعہ کیا تو بہت خوش ہوا۔ اب یہ فکر ہوئی کہ یہ کس کی تصنیف ہے؟ اور اگر اسی بزرگ کا اور کلام بھی مل جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بارعب' پروقار' بزرگ' نورانی چہرہ خانقاہ میں تشریف لائے ہیں اور وضو کرنے کے لیے وضو خانہ میں گئے ہیں۔ انہوں نے نہایت ہی سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ان کے لباس پر آب زر سے بہت خوشخط آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ میں ان کے پیچھے گیا۔ انہوں نے وہ کپڑا اتار کر مجھے دیا۔ اس کے نیچے انہوں نے سبز لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ سفید کپڑے سے بھی زیادہ صاف اور اجلا تھا۔ اس پر بھی اسی طرح آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے وہ سبز کپڑا بھی اتار کر مجھے دے دیا اور فرمایا ان کا خیال رکھنا۔ میں وضو کرلوں۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا ان دونوں کپڑوں میں سے ایک میں تمہیں دیتا ہوں۔ جو تم لینا چاہو' لے لو۔ میں نے کہا آپ جو مناسب سمجھیں عنایت فرما دیں۔ آپ نے جامہ سبز مجھے دیا اور اپنے ہاتھوں پہنایا۔ سفید لباس خود پہن لیا۔ فرمایا مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا مین ان اجزاء کا مصنف ہوں جس کے تم طالب تھے۔ میرا نام یوسف ہمدانی ہے اور وہ کتاب جس کے کچھ

جسے تمہارے پاس ہیں اس کا نام "زینت الحیات" ہے میری اور تصانیف بھی ہیں جو اس سے بھی اچھی ہیں۔ جیسے "منازل السا لکین" اور "منازل السائرین"۔ جب میں جاگا تو بہت خوش تھا۔

ولادت: خواجہ یوسف ہمدانی ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: اہل اخبار اس امر پر متفق ہیں کہ آپ نے "مرو" جاتے ہوئے ۵۳۴ھ میں وفات پائی۔ صاحب رشحات کے بقول ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ صاحب "مخبر الوا صلین" کے بقول ۵۳۶ھ میں وفات پائی۔ پہلے آپ ہرات کے متصل دفن کیے گئے۔ پھر آپ کے ایک مرید شیخ ابن النجار نے آپ کی نعش مبارک "مرو" منتقل کی۔

قطعہ (ولادت)

ہمہ دان خوان یوسف ہمداں کہ ذات او
بحسن و صورت و معنیٰ است بے شک یوسف ثانی
پئے تولید پاکش صوفی محمود یوسف گو
۴۴۰ھ
دگر تاریخ تولیدش نجواں "مقبول ربانی"

خواجہ حسن اوزاقی قدس اللہ سرہ

آپ کا شمار عظیم مشائخ اور خواجہ ہمدانی کے بڑے خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام نامی ابومحمد حسن بھی حسین اوزاقی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ اوزاق' بخارا سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ایک شہر ہے۔ اس میں شیخ رہائش پذیر رہے۔ آپ اپنے وقت کے شیخ تھے۔ آپ کا طریق پسندیدہ تھا۔ آپ

اپنے مریدوں کی تربیت میں اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں فرد یگانہ تھے۔ آپ ریاضت' عبادت اور اتباع سنت میں بے مثال تھے۔

خواجہ حسن اوزاقی رحمتہ اللہ علیہ جب خواجہ یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ پر حالت استغراق ایسی غالب ہوئی کہ دنیا کے تمام کام کاج سے ہاتھ اٹھا لیا اور اہل و عیال کی خیر گیری بھی ترک کر دی۔ ان کی اہلیہ نے اس بات کی شکایت خواجہ یوسف کو لکھ بھیجی۔ خواجہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے نصیحت کی اور فرمایا اہل و عیال کے ساتھ رہنا اور اولاد کو پالنا سنت نبوی ہے۔ اسے نظرانداز کرنا شرعاً" و عقلاً" روا نہیں۔ عرض کی میرا کچھ اس قسم کا حال ہوچکا ہے کہ کسی اور کام کا نہیں رہا۔ خواجہ اس بات سے ناراض ہوئے اور انہیں سخت سست کہا۔ رات ہوئی تو خواجہ یوسف نے خواب میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو دیکھا۔ ارشاد ہوا "اے یوسف! ہم نے تجھے بینائی عقل دی ہے اور حسن کو بینائی عقل و دل دی ہے۔ اسے ملامت نہ کر"۔ اس دن کے بعد سے خواجہ نے حسن کو کبھی کچھ تکلیف نہ دی بلکہ حسن کے اہل و عیال کا خرچ بھی اپنے ذمہ لے لیا۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں: "حسن اوزاقی حسن بن حسین بن امام عاقل فقیہ حقانی بن عبدالکریم بن ابی حنیفہ اوزاقی ہیں۔ آپ کے سب آباؤاجداد عالم' فقیہ اور فاضل تھے۔

وفات: خواجہ حسن نے ۲۶ رمضان ۵۵۲ھ میں وفات پائی اور ۲۷ رمضان المبارک کو دفن ہوئے۔ آپ کا مزار پر انوار بخارا میں ہے۔ بیرون دروازہ "کلا" میں ہے اور خواجہ اسحاق کلا آبادی کے مزار کے مشرقی جانب ہے۔

قطعہ

چون حسن، محسن ولی، اہل حسن　　از جہاں ورزید در جنت وطن
سال و صلش فتح دین آمد عیاں　　ہم رقم شد عارف و عابد حسن
۵۵۲ھ　　　　　۵۵۲ھ

شیخ عبداللہ برقی قدس سرہ

آپ باکمال شیخ اور عظیم عالم دین تھے۔ آپ طریقت میں خواجہ یوسف ہمدانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کئی سالوں تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور باطنی فوائد سے فیض اور فائدہ اٹھایا۔ یوں آپ اعلیٰ درجہ اور اونچے مرتبہ پر پہنچے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو حق تعالیٰ تک پہنچایا۔ آپ کی اصل خوارزم سے ہے مگر آپ "برق" نامی قصبہ میں رہتے تھے۔

صاحب رشحات رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ عبداللہ کو "برقی" اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد بھیڑوں کی گلہ بانی کرتے تھے اور بھیڑیں فروخت کرتے تھے۔

وفات: آپ کا سال وفات ۵۵۵ھ ہے۔ آپ کی قبر مبارک بخارا میں "پل شور" کے اوپر ہے اور شیخ ابوبکر کلا آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ہے۔

قطعہ

خواجہ برقی ولی ابر عطا　　از جہاں چوں برق رفت اندر جنان
رحلتش "کاشف ولی حق" بگو　　نیز "عبداللہ امین برقی" بخوان
۵۵۵ھ

خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ

آپ کا شمار خواجہ یوسف ہمدانی کے عظیم خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ خواجگان نقشبندیہ عالیہ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع شہر غجدوان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ عبدالجمیل ہے۔ آپ کی والد کی طرف سے نسبت چند واسطوں سے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتی ہے۔ آپ کی والدہ ملوک روم کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ کے والد امام عبدالجمیل کا حضرت خضر علیہ السلام سے محبت اور برادری کا تعلق تھا۔ جب خواجہ عبدالخالق کی والدہ حمل سے تھیں تو حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کے والد کو نیک بیٹے کی بشارت دی اور پیدائش سے پہلے آپ کا نام عبدالخالق رکھا۔ خواجہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے والدین نے دیار روم سے حوادثات زمانہ کے سبب اپنے متعلقین سمیت ہجرت کی اور "ماوراء النہر" کی ریاست میں آ گئے۔ بعد ازاں بخارا میں رونق افروز ہوئے اور وہیں کی سکونت اختیار کر لی۔ خواجہ عبدالخالق بخارا میں ہی پیدا ہوئے۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں کہ خواجہ عبدالخالق کی عمر پانچ سال کی تھی۔ آپ اپنے استاد شیخ صدر الدین سے قرآن پڑھتے تھے۔ شیخ بخارا شہر کے بڑے اور جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ جب آیت **ادعو ربکم تضرعا و خفیتہ** (اپنے رب کو ظاہر و پوشیدہ پکارو) پر پہنچے تو اپنے استاد سے پوچھا کہ ظاہر و پوشیدہ ذکر کی اصل حقیقت کیا ہے۔ کیونکہ اگر ذکر ظاہری کیا جائے اور آواز سے ہو تو ذاکر کو ریا کا خطرہ ہوتا ہے اور جب ریا و دکھلاوا درمیان میں آ گیا تو ذکر کا حق ادا نہ ہوا اور اگر ذکر دل سے کرتا ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے **الشیطن تجری فی ابن دم مجری الام** (شیطان ابن آدم میں

خوف کی مانند دوڑتا ہے) اب شیطان لعین کو پتہ چل جاتا ہے۔ وہ ذکر کرنے والے کے دل میں کئی طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔ بس اس صورت میں بھی ذکر خفیہ کا حق ادا نہ ہوسکا۔ اس مشکل مسئلہ کا حل فرمایئے۔

استاد اس تقریر دل پذیر پر حیران رہ گئے اور فرمایا "یہ علم لدنی ہے۔ انشاء اللہ چند سالوں میں یہ عقدہ بارگاہ الٰہی سے حل ہو جائے گا"۔ چنانچہ بالغ ہونے کی عمر تک خواجہ مشکل کشا ازلی کی جانب سے اس عقدہ کشائی کے منتظر رہے۔ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ جہری و خفی ذکر کا طریقہ بتایا اور ذکر خفی کی اجازت دی۔ نیز وقوف عددی سے بھی واقف کیا۔ نقشبندیہ کے اس عالی شان خاندان میں جس شخص نے سب سے پہلے وقوف عددی کے ساتھ ذکر خفی کیا وہ خواجہ عبدالخالق ہیں۔

خضر علیہ السلام نے خواجہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور خفی و اثبات کے ذکر کی تعلیم دی اور فرمایا "پانی کے حوض میں جا کر غوطہ لگاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو"۔

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال کا تھا کہ خضر علیہ السلام مجھے ماوراءالنہر میں خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ مجھے ان کے سپرد کیا۔ میں نے حضرت ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سے مکمل استفادہ کیا اور اپنے عمل اور وسعت اور کشادگی پائی۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں: خواجہ عبدالخالق ہر روز ایک وقت کی نماز خانہ کعبہ میں ادا کرتے تھے اور واپس تشریف لے آتے تھے اور یہ آپ کی سب سے بڑی خرق عادت تھی۔

خواجہ نے اپنے بیٹے خواجہ اولیاء کبیر کے نام آداب طریقت میں ایک وصیت نامہ لکھا۔ اس میں تحریر فرمایا:

"اے بیٹے! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں ——— علم' ادب' تقویٰ' اتباع سنت و جماعت اور نماز باجماعت ادا کرنے کی۔ حدیث' فقہ اور تفسیر کی تعلیم حاصل کرو۔ جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا' اپنے احوال کا اشتہار نہ دینا یوں تم امام اور موذن بننے سے بچ جاؤ گے۔ دیکھنا حاکم اور قاضی شہر نہ بننا۔ دستاویزات میں اپنا نام نہ لکھنا' بادشاہوں کی مجلس نہ کرنا' خانقاہ تعمیر نہ کرنا اور نہ اپنے آپ کو شیخ کہلوانا۔ زیادہ سماع نہ سننا' سماع سے انکار بھی نہ کرنا۔ کم کھانا' تھوڑا بولنا اور کم سونا۔ عام لوگوں سے دور رہنا' مردوں اور عورتوں سے مجلس نہ رکھنا۔ طلب دنیا میں مصروف نہ ہونا' زیادہ رونا' تھوڑا ہنسنا' قہقہہ لگا کر ہنسنے سے بالکل بچنا' کسی کو بھی اپنے آپ سے کم نہ سمجھنا اور اپنے آپ کو بہتر نہ سمجھنا۔ اپنا ظاہر آراستہ نہ کرنا' جہاں تک ہو سکے خدمت خلق میں کوشاں رہنا' جان و مال سے دریغ نہ کرنا' مشائخ کو جان سے بڑھ کر عزیز جاننا' ان کے افعال پر تنقید نہ کرنا' دل کو ہمیشہ دکھی رکھنا ——— چاہیے کہ تیرا بدن لاغر اور تیری آنکھ رونے والی رہے۔ تیرا عمل خالص ہو' دعا میں تضرع ہو' تیرا لباس پرانا ہو' تیرا دوست کوئی درویش ہو' عبادت تیرا سرمایہ ہو' تیرا گھر مسجد ہو' تیرا دل ذاکر اور تیری زبان شاکر ہو۔ تیرا مونس ذکر ہو' تیرا یار فکر ہو' خواجگان کے طریقہ پر قائم رہنا کہ "ہوش دردم" اور "نظر برقدم" رہے۔ تو "سفر در وطن" اور "حکومت در انجمن" رہے۔ دلوں کا خیال رکھنا اور خلق کے ساتھ خلق سے پیش آنا۔ وقوف زمانی' وقوف عددی اور وقوف قلبی اسی سے عبارت ہے۔

ایک روز ایام عاشورہ میں حضرت عبدالخالق غجدوانی ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک جوان دروازے سے اندر آیا۔ خرقہ پہنے' سجادہ کندھے پر رکھے' زاہدوں کی صورت بنائے ہوئے آیا اور حضرت کے پاس ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ خواجہ اسے بار بار دیکھتے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ نوجوان اٹھا' خواجہ کے سامنے آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عز وجل** اس حدیث کی حکمت کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا "اس حدیث کا راز یہ ہے کہ تو زنار اتار دے اور اسلام قبول کر لے" وہ نوجوان بولا "نعوذ باللہ کہ میں نے زنار باندھی ہو" حضرت نے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ اس کا خرقہ ہٹائے۔ جب اس کا خرقہ اتارا گیا تو نیچے سے زنار ظاہر ہوئی۔ وہ نوجوان قائل ہوگیا' شیخ کا مرید بن گیا اور زمرہ اہل اسلام میں داخل ہوگیا۔

وفات: شیخ نے ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار غجدوان میں ہے۔

قطعہ

رفت از دنیا بفردوس بریں — عبد خالق غجدوانی شیخ حق
ہم بفرما "مطلع نور یقین" — ارتحالش "آفتاب کامل" است
۵۷۵ھ — ۵۷۵ھ

خواجہ حکیم آقا قدس سرہ

آپ صاحب عشق و محبت تھے۔ ذوق و شوق رکھتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ شیخ احمد یسوی کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا مولد و مسکن ولایت خوارزم ہے۔ آپ آق فوزعان نامی بستی میں رہائش پذیر رہے۔ شیخ احمد یسوی کی وفات کے بعد ان کی مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوئے

اور بیس سال تک ہدایت و ارشاد کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

وفات: آپ نے ۵۸۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پرانوار موضع "آق" قوزعان میں ہے۔

قطعہ

چو پیوست با احکم الحاکمین حکیم جہاں اہل حکمت حکیم
بسالش بخوان "آفتاب زمان" دگر ہم بدان "اہل حکمت حکیم"

۵۸۲ھ ۵۸۲ھ

خواجہ عبدالمالک قدس سرہ

آپ اپنے زمانہ کے نامور ولی اور بڑے بزرگ تھے۔ فقہ' حدیث اور تفسیر کے علم میں شہرہ آفاق تھے۔ اس کے بعد جذب و عشق الٰہی کی کیفیت دامن گیر ہوگئی۔ آپ شیخ یسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمال حاصل کیا۔ شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کو جتنی لطف و محبت آپ سے تھی کسی اور سے نہ تھی۔ حتیٰ کہ انہیں صاحب سجادہ بنایا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

وفات: آپ ۵۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

خواجہ عبدالمالک سردار ملک مالک فردوس شد فی کل حال
رحلتش گو "منبع حق بادشاہ" "پیر عالمگیر" ہم سال وصال

۵۸۳ھ ۵۸۳ھ

خواجہ منصور قدس سرہ

آپ شیخ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ باب ارسلان رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ طریقت بھی ان سے سیکھی۔ جب تک ان کے والد زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ طریقت کی تکمیل کی اور خلافت و اجازت اور ارشاد کا خرقہ حاصل کیا۔

حضرت خواجہ آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے اور اپنے مریدوں کو تلقین کے لیے ان کی خدمت میں رہتے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۵۹۴ھ میں ہوئی۔

قطعہ

چو منصور از جہاں رخت سفر بست　　وصال پاک آن پیر مزکی
یکے "منصور حق اہل جلال است"　　دگر "منصور محبوب معلی"
۵۹۴ھ　　۵۹۴ھ

خواجہ تاج قدس سرہ

آپ خواجہ عبدالمالک کے فرزند عزیز اور خواجہ رنگی آقا کے پدر بزرگوار ہیں۔ ابتدائی عمر میں علوم دینی سیکھنے میں مصروف رہے۔ جب عالم عاقل اور فاضل کامل ہوگئے تو علم باطنی کی تحصیل میں سرگرم ہوگئے۔ خواجہ ابواحمد یسوی کی خدمت میں پہنچے۔ ان کے مرید ہوئے اور اپنے پیر روشن ضمیر کی توجہ کی برکت سے اپنے وقت کے کامل ولی بنے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ تاج

آقا اس قدر استغراق میں رہتے کہ اپنے، پرائے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔

وفات: آپ نے ۵۹۶ھ میں وصال فرمایا۔

قطعہ

جو تاج آقا شہ دین تاج عزت — ز حق شد تاجدار خلد اعلیٰ
عیاں گر دید سال ارتحالش — ز تاج اولیا محبوب مولیٰ

۵۹۶ھ

خواجہ سعید آتا قدس سرہ

آپ خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ شیخ کی وفات کے بعد کئی سالوں تک مسند ارشاد پر بیٹھے اور متلاشیان حق کو حق تک پہنچایا۔ آپ کا مسکن ولایت خوارزم تھا۔

وفات: آپ نے ۶۱۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

باسعادت شد چو درخلد برین — شیخ عالم عاشق صادق سعید
بہر سال ارتحال آنجناب — "خواجہ" کن تحریر خوان "عاشق سعید"

۶۱۵ھ ۶۱۵ھ

خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہ

آپ حضرت عبدالخالق غجدوانی کے عظیم خلفاء میں سے ہیں۔ ابتداء میں بخارا کے ایک عالم سے علم حاصل کرتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً" خواجہ عبدالخالق

رحمتہ اللہ علیہ نے بازار سے گوشت خریدا اور خود اٹھا کے لے جانے لگے۔ خواجہ اولیا وہاں سے گزر رہے تھے۔ التماس کی کہ گوشت مجھے دیجئے تاکہ آپ کے ساتھ چل کر گھر تک پہنچادوں۔ حضرت نے گوشت انہیں دے دیا۔ گھر پہنچ کر خواجہ اولیاء کو بٹھایا اور فرمایا کچھ دیر آرام کرلو کہ کھانا تیار ہو جائے۔ پھر ہم مل کر کھائیں گے۔ جب کھانا کھانے کے بعد اولیاء نے اجازت لی تو یکدم ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ فوراً واپس حاضر خدمت ہوئے' مرید ہو گئے اور حضور کے حاضر باش رہے۔ حتیٰ کی سعادت فرزندی پائی اور خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔

ایک بار خواجہ اولیاء راستہ میں جارہے تھے۔ عین راستہ میں ایک عالم سے ملاقات ہوئی جو بخارا میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے ملتے ہی خواجہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تو نے علم پڑھنا بالکل چھوڑ دیا۔ تو نے اپنی عمر ضائع کرلی۔ اب بھی وقت ہے میرے پاس آجاؤ کہ تمہیں کمال عظیم تک پہنچا دوں۔ یہ باتیں سن کر خواجہ مسکرائے اور فرمایا "تعجب ہے کہ تو ساری رات زن فاحشہ کے ساتھ بغل گیر رہا۔ تم کئی بار زنا کے جرم کے مرتکب ہوئے ہو۔ مگر تم اپنے حال پر شرمندہ ہونے کی بجائے مجھے ملامت کر رہے ہو اور مجھے اللہ کے راستہ سے ہٹا رہے ہو"۔ وہ عالم خواجہ اولیاء کے کشف سے متحیر ہوا' انکساری کے ساتھ پیش آیا' خواجہ کے ساتھ چلا۔ خواجہ عبدالخالق کی خدمت میں حاضر ہوا' توبہ کی اور مرید ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ خواجہ اولیاء پر جذب و استغراق کے غلبہ کا یہ عالم تھا کہ ان کے صاف دل میں غیر کا خیال نہیں آتا تھا۔

وفات: خواجہ اولیا کبیر بقول صاحب "تذکرۃ العاشقین" ۶۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار بخارا میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے خواجہ ترکی' خواجہ

دہقان اور خواجہ سوگان رحمتہ اللہ علیہم مشہور ہیں۔

قطعہ

شد ز دنیا بجنت الاکبر شیخ والا کبیر محرم حق
از "حبیب خدا" وصالش جو نیز فرما "کبیر محرم حق"
۵۲۷ھ ۶۲۷ھ

خواجہ زنگی آتا قدس سرہ

عظیم ترکی مشائخ میں سے ہیں۔ "شاش" کے علاقہ کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام تاج آتا بن شیخ باب ارسلان رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ پہلے اپنے جد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی اور دینی و دنیاوی علوم میں کامل و مکمل ہوئے۔ دادا جان کی وفات ے بعد خواجہ حکیم آتا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔ مخلوق الٰہی کی ہدایت میں مشغول ہوگئے۔

خواجہ حکیم آتا رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ کا نام عنبر تھا۔ وہ براق خان کی بیٹی تھی۔ حکیم آتا سیاہ فام تھے۔ ایک دن بی بی عنبر کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اچھا ہوتا اگر یہ حکیم آتا سیاہ فام میرا شوہر نہ ہوتا۔ اس خیال کے آتے ہی خواجہ حکیم اس خیال سے آگاہ ہوگئے اور فرمایا کہ جلد ہی تو مجھ سے بھی زیادہ کالے آدمی کے ساتھ رہے گی۔ چند ماہ بعد حکیم آتا کا وصال ہوگیا۔ ایام عدت گزرنے کے بعد حکیم آتا نے اسے پیغام نکاح بھیجا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس کے جواب میں زنگی آتا نے یہ کہلا بھیجا کہ تمہیں یاد ہوگا کہ تمہارے مرحوم شوہر نے فرمایا تھا کہ تم جلد ہی مجھ سے بھی زیادہ سیاہ فام کے ساتھ رہو گی۔ وہ سیاہ تر میں ہوں اور یہ کام ہو کے رہنا ہے۔ بی بی حیران ہوگئی کیونکہ اس کے سوا کسی کو بھی اس بات کا پتہ نہ تھا۔ بالآخر نکاح کر ہی لیا۔ اس بی بی سے خواجہ زنگی کے

ہاں بہت سی اولاد پیدا ہوئی جو سب عالم' عامل' فاضل اور کامل تھے۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں: شیخ زنگی آتا کے چار نامور خلفاء اوزن حسن' سید آتا' صدر آتا اور بدر آتا تھے جو کامل و مکمل تھے۔ خواجہ زنگی کی خدمت میں ان چاروں حضرات کی حاضری یوں ہے۔

یہ چاروں حضرات بخارا میں علم ظاہری کی تعلیم میں مصروف تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر علم طریقت سیکھنے کے لیے بخارا سے روانہ ہوئے۔ تاشقند کی ولایت میں ایک صحرا سے گزرے تو ایک سیاہ فام شخص دیکھا۔ لمبے لمبے موٹے ہونٹ' کالا کلوٹا' گائیوں کا گلا چرا رہا ہے۔ یہ سیاہ فام خواجہ زنگی تھے اور آپ کا طریقہ تھا کہ شروع میں حلال روزی حاصل کرنے کے لیے تاشقند والوں کی گائیں چراتے تھے۔ ان چاروں طالب علموں نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام کیا اور دیکھا کہ اس کالے بھجنگ آدمی نے وضو کیا اور ذکر میں مشغول ہوگیا۔ جب گائیوں نے آواز ذکر سنی سب صحرا سے نکل کر خواجہ کے اردگرد بیٹھ گئیں۔ آپ ذکر سے فارغ ہوئے تو چاروں طالب علم خدمت میں حاضر ہوئے' سلام کیا اور سامنے بیٹھ گئے۔ خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا "آپ لوگ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟" عرض کیا "علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد ہادی راہ طریقت کی تلاش میں ہیں۔ آخر ڈھونڈنے والا پا ہی لیتا ہے۔ ہمیں بھی راہبر مل ہی جائے گا"۔ یہ سن کر خواجہ نے چاروں طرف دیکھا اور فرمایا "میں نے اس وقت دنیا کے چاروں طرف دیکھا ہے۔ میں نے ہفت اقلیم دیکھ لی ہے مگر اپنے سوا کوئی نظر نہیں آیا جو تمہیں مراد تک پہنچا سکے"۔ سید آتا اور بدر آتا نے جب یہ بات سنی تو ان کے دل نے انکار کیا۔ سید آتا نے دل میں سوچا کہ میں سید ہوں' عالم فاضل ہوں۔ میں اس گائیوں کے سیاہ فام چرواہے کا مرید نہیں ہوں گا۔ بدر آتا نے دل میں خیال کیا یہ ہاتھی کے

سے ہونٹوں والا زنگی کیا کہتا ہے کہ میرے علاوہ دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ مگر اوزن حسن اور صدر آتا نے دل میں سوچا کہ شاید اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حصہ کی نعمت اسی زنگی میں رکھ دی ہو۔

خواجہ زنگی نے اگرچہ صفائی باطن سے چاروں کے خیالات جان لیے مگر زبان مبارک سے کچھ نہ فرمایا۔ پہلے اوزن حسن نے اور بعد میں صدر آتا نے خواجہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب سید آتا اور بدر آتا نے دیکھا کہ ان کے دونوں ساتھی خواجہ کے مرید ہو گئے ہیں تو دوستوں سے علیحدگی مناسب نہ سمجھی اور خواجہ کے مرید بن گئے۔ اب اوزن حسن اور صدر آتا نے چونکہ بلا انکار و تردد اخلاص سے بیعت کی تھی چند ہی دنوں میں مقصد پالیا مگر بدر آتا اور سید آتا ہر چند کے سخت ریاضت کرتے تھے' دن رات مصروف وظائف رہتے مگر ان کا عقدہ وا نہ ہوا۔ وہ دونوں رشک و حسرت کی آگ میں جلتے تھے۔ آخر کار سید آتا خواجہ زنگی کی بی بی عنبر کی خدمت میں گئے۔ زار و قطار روئے اور پیر روشن ضمیر کی خدمت میں سفارش کرنے کی استدعا کی۔ اس پاک دامن خاتون نے ان کی سفارش کرنے کی حامی بھری اور فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ایک سیاہ نمدے میں لپیٹ کر حضرت خواجہ زنگی کے راستے پر ڈال دو۔ جب صبح سویرے خواجہ زنگی طہارت کے لیے باہر جائیں گے تمہیں اس حال میں دیکھیں گے تو یقیناً وہ تم پر رحم کھائیں گے۔ رات ہوئی تو بی بی عنبر نے خواجہ کی خدمت میں سید آتا کی سفارش کی اور بہت زاری کی۔ خواجہ نے فرمایا پہلے دن تو اس میں سیادت اور علمیت کا غرور کیا۔ اب اس کا کام چند دنوں میں بالاتر ہو جائے گا۔ علی الصباح جب خواجہ طہارت کے لیے باہر گئے تو راستے میں ایک چیز پڑی دیکھی۔ اس پر اپنا پاؤں رکھا سید آتا نے جو سیاہ نمدے میں لپٹے ہوئے تھے خواجہ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ خواجہ نے پوچھا کہ کون ہے؟ عرض کیا کہ عاجز اور پردیسی احمد ہے جس

کے دماغ میں علمیت و سیادت کی بو ختم ہو چکی ہے۔ خواجہ نے اسے نمدہ سے باہر نکالا' اپنے پہلو میں جگہ دی' اپنے سینہ سے لگایا۔ اسی وقت سید آتا کی عقدہ کشائی ہو گئی اور چند ہی دنوں بعد مقام ارشاد پر پہنچے۔ اسی طرح بدر آتا بھی جن کی گرہ نہیں کھل رہی تھی بی بی عنبر کی سفارش سے اپنی مراد کو پہنچے اور خرقہ خلافت پایا۔

سید آتا رحمتہ اللہ علیہ جن کا نام سید احمد ہے خواجہ عزیزان علی رامتنی سے نہایت محبت رکھتے تھے اور انہوں نے کئی سال اکٹھے گزارے۔ خواجہ رامتنی اس سلسلہ کے اجل خواجگاں میں سے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پرانوار ولایت شاش میں ہے۔ اب تک جو کوئی بھی دینی یا دنیاوی مراد کے حصول کے لیے مزار پرازانوار و برکت پر جاتا ہے نامراد نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولانا محمد قاضی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ سیر قاضی میں فرماتے ہیں جب بھی میں خواجہ زنگی کی قبر پر جاتا تھا اللہ اللہ کی آواز سنتا تھا۔

قطعہ

چو داخل معلی از جہاں رفت جناب خواجہ مسعود زنگی
"ولی اللہ مرشد" گو وصالش دوبارا "عاشق محمود زنگی"
۶۵۶ھ ۶۵۶ھ

خواجہ احمد صدیق خلیفہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ

آپ اس عالیشان سلسلہ خاندان کے عظیم مشائخ و علماء میں سے ایک ہیں۔ زہد و ورع اور تقویٰ میں یگانہ زمانہ اور وحید عصر تھے۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد مسند ارشاد کو زینت بخشی۔ بخارا میں ہزاروں طالبان حق کو حق سے

ملایا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے ہاں ٹھہرے ہوئے تمام مریدوں کو خواجہ عارف ریوگری کے حوالہ کیا۔ آپ کے سب خدام نے خواجہ عارف کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی تکمیل کی۔

وفات: آپ نے ۶۵۷ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پر انوار بخارا سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع قصبہ معنان میں ہے۔ آپ نے طویل عمر پائی جو ایک سو سال سے زیادہ تھی۔

قطعہ

شد چو از دنیا بفردوس برین احمد صدیق' صدیق زمان
هست و ملش "قطب کامل مجتبیٰ" ہم "فقیر احمدی صدیق" دان
۶۵۷ھ ۶۵۷ھ

خواجہ سلیمان کرمنی قدس اللہ باسرارہ

آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے عظیم خلیفہ ہیں۔ علم و عمل میں کامل تھے' متقی تھے۔ قصبہ "کرمیں" میں رہائش تھی۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔ یہ قصبہ بخارا سے بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ خواجہ سلیمان کرمنی کے دو کامل و مکمل خلیفہ تھے۔ ایک محمد شاہ بخاری' دوسرے شیخ سعد الدین غجدوانی جو شیخ سلیمان کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور مخلوق کی راہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ ان کے علاوہ شیخ ابو سعید بخاری بھی آپ کے بڑے ساتھی اور خلیفہ تھے جو شیخ بخاری کے صاحبزادے تھے۔

وفات: آپ نے ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چون سلیمان خواجہ عالی مکان　　شد بجنت پرتو افگن مثل ماہ
سال وصل او بہ "سرور" شد عیاں　　از "ولی حق سلیمان بادشاہ"

خواجہ سید آتا قدس سرہ
۶۵۸ھ

نام سید احمد ہے۔ خواجہ زنگی رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ تھے۔ آپ کا ذکر خیر خواجہ زنگی کے مناقب کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اس طائفہ کے بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

ایک دن سید آتا صحرا میں سے گزر رہے تھے۔ ایک کسان کاشت کاری میں مصروف تھا۔ آپ نے پوچھا "بھائی کیا کاشت کر رہے ہو؟" عرض کی باجرہ کاشت کر رہا ہوں مگر اس زمین میں باجرہ اچھا نہیں ہوتا اکثر بیج ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ بات سن کر سید آتا نے زمین سے خطاب کیا اور فرمایا کہ خبردار! اس کسان کا بیج ضائع نہ کرنا۔ اس سال اس زمین سے بہت سا باجرہ پیدا ہوا بلکہ آئندہ پانچ سال تک ہر موسم میں باجرہ کی فصل بوئے بغیر ہو جاتی تھی۔

وفات: آپ نے ۷۰۱ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

سید آتا شریف نیک ذات　　شد چو در خلد معلی از جہان
"شاہ ابرار" است سال وصل او　　نیز سید مقتدا کامل بدان
۷۰۱ھ　　۷۰۱ھ

خواجہ اسمٰعیل قدس سرہ

سید آتا رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں سے ایک خواجہ اسمٰعیل رحمتہ

اللہ علیہ ہیں جو سید آتا کی وفات کے بعد کئی سالوں تک سجادہ خلافت و مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے اور ہزاروں طالبوں کو ہدایت و ارشاد سے نوازا۔ شیخ اسمٰعیل کے بعد آپ کے صاحبزادہ شیخ اسحٰق آپ کے قائم مقام ہوئے۔ آپ زہد و تقویٰ اور طہارت میں شہرہ آفاق تھے۔ خواجہ زنگی کے خلیفہ اعظم خواجہ صدر آتا رحمتہ اللہ علیہ نے جب وفات پائی' ان کی جگہ پر خواجہ ایمن سجادہ نشین ہوئے اور سالکان راہ حق کی ہدایت میں مصروف ہوگئے۔ خواجہ ایمن کے بعد خواجہ شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ' ان کے بعد خواجہ مودود اور خواجہ کمال رحمت اللہ علیہم اجمعین مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

خواجہ غریب قدس اللہ سرہ

خواجہ اولیاء کبیر رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ اپنے والد سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ متقی' نیک اور صاحب ارشاد تھے۔ آپ کے والد عظیم خلیفہ خواجہ سوگان رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ جس بستی "فتح آباد" میں دفن تھے یہیں آپ کی سکونت رہی۔ آپ کے عہد میں شیخ مجذوب القلوب شیخ حسین بخاری رحمتہ اللہ علیہ روس اور بلغاریہ کی طرف سے ولایت بخارا میں آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت خواجہ کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی۔

شیخ سیف الدین اور خواجہ خاوند تاج الدین سامی رحمتہ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے اکابر تھے فرماتے ہیں کہ شیخ بلغاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے اولیاء اہل قلوب کی خدمت کی ہے مگر میں نے خواجہ کی طرح کا عجیب و غریب شخص نہیں دیکھا جو اخلاق میں لاثانی تھے۔ زہد و تقویٰ اور کرامت و خوارق میں بے مثال تھے۔ آپ کے چار نامور خلفاء یہ ہیں۔

۱۔ خواجہ اولیاء پارسا رحمتہ اللہ علیہ ساکن خرمن نہی متصل بخارا
۲۔ خواجہ حسن رحمتہ اللہ علیہ ساکن ساوری
۳۔ خواجہ اولیا غریب رحمتہ اللہ علیہ
۴۔ خواجہ او کتمان رحمتہ اللہ علیہ

وفات: آپ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چون غریب الوقت با غربت غریب یافت غربت' شد مسافر زین سرا
مرشد الکونین' دان تاریخ او نیز اے سرور بخوان "مشکل کشا"
۱۱۷ھ ۱۱۷ھ

حضرت خواجہ ریوگری قدس سرہ

آپ ترکوں کے عظیم اولیاء و مشائخ میں سے ایک ہیں۔ علم' حلم' زہد' تقویٰ' ریاضت' عبادت اور اتباع سنت میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ خرقہ خلافت' خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ نے پہنایا۔ شیخ کی زندگی بھر' ان کے خدمت گزار رہے اور استفادہ کیا۔ مرشد کی وفات کے بعد سجادہ ارشاد کو مزین کیا۔ طالبان حق کی راہنمائی کرتے رہے۔۔۔۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز کا سلسلہ نسبت و ارادت' خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے تمام خلفاء سے خواجہ عارف کے ذریعہ پہنچتا ہے۔

وفات: صاحب "رشحات" کے بقول آپ نے ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔ آپ "ریوگر" قصبہ میں دفن ہوئے۔ یہ بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ خواجہ عارف رحمتہ اللہ علیہ نے طویل عمر پائی جو خواجہ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر آپ کے سن وفات تک پھیلی ہوئی ہے۔

قطعہ

عارف آن عارف و ولی خدا متصل شد بوصل سبحانی
"خواجہ اہل دین" بگوسالش نیز "عارف امین ربانی"
۷۱۵ھ ۷۱۵ھ

خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہ

آپ خواجہ عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ' بہترین دوست اور معتمد رفیق تھے اور جلوت و خلوت میں آپ کے سب ساتھیوں میں ممتاز تھے۔ آپ قصبہ "الخیر فغن" میں پیدا ہوئے۔ یہ بخارا سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ "دامکن" نامی گاؤں میں آپ نے رہائش رکھی۔ آپ نے گلکاری کا کام زندگی بھر اختیار کیے رکھا۔ آپ حلال کمائی کھاتے تھے اور اس کے لیے ہی یہ پیشہ اپنایا تھا۔ ذکر خفی کی نسبت' ذکر جہر سے آپ کو لگاؤ تھا۔ چنانچہ ایک روز آپ "دامکن" میں مجلس لگائے ذکر جہر میں مشغول تھے' اسی دوران بخارا کے عظیم عالم خواجہ حافظ الدین آئے اور سوال کیا کہ آپ کے طریقہ نقشبندیہ میں تو ذکر خفی کرتے ہیں مگر آپ ذکر جہر سے محبت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: "تاکہ سوئے ہوئے جاگیں' غافل آگاہ ہوں اور غفلت و خواب سے نکل کر راستہ پر آجائیں"۔

خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر جہر اس شخص کے لیے مناسب ہے' جس کا دل ریا سے' زبان جھوٹ اور غیبت سے' اس کا حلق لقمہ حرام سے اور اس کی آنکھ نظر بد سے اور توجہ بغیر حق سے پاک ہو۔

ایک دن خواجہ محمود رحمہ اللہ کے عظیم ساتھی خواجہ علی رامتنی' اپنے تمام احباب کے ساتھ ذکر جہر میں مشغول تھے' اچانک دیکھا کہ ایک بہت بڑا سفید پرندہ' ان کے سروں کے اوپر سے اڑتا ہوا گزرا جب ان کے قریب پہنچا

تو بزبان فصیح کہا۔ "اے علی! مرد بن اور کام میں مشغول ہو"۔ وہ پرندہ دیکھ کر اور یہ بات سن کر، ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جملہ اہل محفل، ورود فیض اور ظہور اسرار سے بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو خواجہ علی رحمتہ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ پرندہ خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت عطا فرمائی ہے کہ ہر روز آپ اس مقام پر تشریف لے جاتے ہیں جہاں حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزاروں باتیں کی تھیں۔ آپ جس مخلوق کے قالب عنصری میں چاہتے ہیں، شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس وقت خواجہ دہقان قلبی جو خواجہ اولیائے کبیر کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں، کی عمر پوری ہو چکی تھی اور انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ اے اللہ، میرے آخری وقت، میرے پاس اپنے دوستوں میں سے ایک کو بھیجے گا۔ کہ اس کی آنے کی برکت سے میرا ایمان سلامت رہ جائے۔ اس وجہ سے، ربانی اشارہ سے، خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ، مقام اعلیٰ علیین سے پرواز کر کے، خواجہ دہقان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان کے خاتمہ بخیر کے بعد، میرے ساتھ بھی آپ کو جو محبت و عنایت ہے، اس وجہ سے اس راستہ سے گزرے۔

وفات: بقول صاحب "سفینتہ الاولیاء" ۷۱۵ھ میں فوت ہوئے اور "تذکرۃ الاصفیاء" کی روایت کے مطابق آپ کا سال وفات ۷۱۷ھ ہے۔

قطعہ

چون مکان در جنت محمود یافت حامد و محمود شیخ الاصفیاء

"شاہ عرفانی" است سال وصل او ہم نجوان "محمود تاج الاصفیاء"

۷۱۷ھ ۷۱۵ھ

خواجہ میر حسین المشہور میر خورد قدس سرہ

نقشبندیہ سلسلہ کے عظیم بزرگ ہیں۔ خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت ملا۔ آپ کے ایک بھائی کا نام خواجہ حسن ہے وہ بھی خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب و احباب میں سے تھے۔

وفات: ۷۱۹ھ میں وفات پائی اور موضع "وابکنی" میں آپ کی قبر ہے۔ یہ بخارا کے مضافات میں ہے۔

قطعہ

چوں حسین آں پیر دلبند حسین	باجمال و حسن شد حسن بہشت
نیز فرما پیر فرزند حسین	"صاحب تحقیق" سال وصل اوست
۷۱۹ھ	۷۱۹ھ

حضرت خواجہ علی رامتنی قدس سرہ

آپ شیخ محمود الخیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور خانوادہ نقشبندیہ کے ایک بڑے بزرگ ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا لقب خواجہ عزیزان علی ہے۔ آپ کے مقامات بلند اور کرامات عجیب تھیں۔ آپ رزق حلال کے لیے کپڑے بننے (بافندگی) کا کام کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش "رام تن" میں ہوئی۔ یہ بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ایک بڑا قصبہ ہے۔

شیخ حسن بلغار کے ایک ساتھی شیخ بدرالدین ہمدانی' حضرت خواجہ علی رامتنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ **واذکرو اللہ ذکرا" کثیرا"** جس کے ہم مامور ہیں۔ اس ذکر سے مراد ذکر جہر ہے یا خفی فرمایا کہ مبتدی کے لیے ذکر جہر اور منتہی کے لیے ذکر خفی۔

خواجہ عزیزان علی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا الگ ہونا اور جڑنا یعنی دنیا سے الگ ہونا اور حق کے ساتھ پیوستہ ہونا۔ خواجہ

رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حسین بن منصور پھسل گئے تھے اگر اس وقت عبدالخالق غجدوانی کے فرزندوں یعنی مریدوں میں سے کوئی وہاں ہوتا تو بہرحال اس کی امداد کرتا اور اسے مقام وحدت الوجود سے بلند کر دیتا ۔۔۔

سید آتا رحمتہ اللہ علیہ (جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) خواجہ عزیزان علی رامیتنی کے ہم عصر تھے۔ ان کی خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے ان بن تھی۔ ایک دن ان کی زبان سے حضرت خواجہ کی نسبت کچھ خلاف ادب جملے نکل گئے۔ اتفاقاً" چند دن بعد ترکوں نے حملہ کیا اور سید آتا کے بیٹے کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ سید آتا سمجھے کہ یہ حادثہ اسی بے ادبی کی وجہ سے ہوا ہے۔ معذرت خواہی کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی توجہ فرمائیے کہ میرا بیٹا واپس آ جائے۔ خواجہ خاموش رہے۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو خواجہ عزیزان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "علی اس وقت تک کھانے پر ہاتھ نہیں رکھے گا جب تک سید آتا کا لڑکا نہیں آ جاتا"۔ اس کے بعد ایک لحظہ گزر گیا۔ حاضرین منتظر تھے کہ اچانک سید آتا کا بیٹا' دروازہ سے اندر آیا۔ اہل محفل نے یہ دیکھ کر یکدم شور کیا اور حیران رہ گئے اور بیٹے سے حال پوچھا۔ وہ بولا "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ میں چند لمحے پہلے ترکوں کے ایک دستہ کی قید میں تھا۔ وہ مجھے پکڑ کر اپنے علاقہ میں لے جا رہے تھے۔ اب میں اپنے آپ کو آپ حضرات کے سامنے دیکھ رہا ہوں"۔ اس کے بعد سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ سید آتا آنحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند بن گئے۔

ایک بار خواجہ علی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں دو دن سے فاقہ تھا۔ اہل خانقاہ فاقہ سے بہت تنگ تھے۔ اچانک حضرت کا ایک مخلص عقیدت مند غلام پلاؤ کی ایک دیگ لیے حاضر ہوا اور قبول فرمانے کی درخواست کی۔ خواجہ

بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ قبولیت کا دروازہ کھلا ہے' جو مانگتا ہے مانگ۔ غلام بہت ذہین تھا۔ بولا "میری اس کے سوا کوئی تمنا نہیں ہے کہ ظاہر و باطن میں آپ کی طرح ہو جاؤں"۔ آپ نے فرمایا یہ بھاری بوجھ ہے تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ عرض کی میری مراد تو یہی ہے۔ باقی اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ فرمایا کہ بہت اچھا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ اسے سامنے بٹھایا۔ توجہ دی۔ ایک ساعت بعد غلام کا ظاہر و باطن بالکل حضرت کی طرح تھا۔ مگر وہ مستانہ و بے ہوش تھا۔ چار دن تک وہ زندہ رہا اس کے بعد رحمت حق سے جا ملا۔

اولاد: خواجہ عزیزان رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ دونوں عالم' عارف کامل اور باعمل تھے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ۔ ایک بڑے صاحب زادے خواجہ محمد دوسرے چھوٹے بیٹے خواجہ ابراہیم۔ آپ نے خواجہ ابراہیم کو اپنی وفات کے وقت حق سجادہ نشینی دیا اور فرمایا کہ اگرچہ یہ حق بڑے بیٹے کا ہوتا ہے مگر وہ میرے بعد جلد ہی فوت ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم نے اسے اس کام سے معاف رکھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے چہلم کے روز بڑے صاحبزادے نے وفات پائی۔

خلفاء: خواجہ عزیزان کے چار خلیفہ تھے۔ یہ چاروں حضرات صاحب حال و قال اور اہل فضل و کمال تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد چاروں نے انسانیت کی ہدایت و رشد کے لیے کام کیا۔ ان چاروں کے اسماء گرامی نام پاک محمد پر ہے۔ پہلے خواجہ محمد کلاہ دوز آپ کا مزار پر انواز خوارزم میں ہے۔ دوسرے خواجہ محمد صلاح بلخی۔ آپ شہر بلخ میں آسودہ ہیں۔ تیسرے خواجہ محمد یار آپ کا مرقد خوارزم میں ہے۔ چوتھے خواجہ محمد بابا سماسی۔

وفات: صاحب "رشحات" اور صاحب "سفینتہ الاولیاء" وغیرہ کے بقول

آپ ۱۷۲۱ھ میں بتاریخ ۲۸ ذی قعدہ فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار خوارزم میں ہے۔

قطعہ

چون علی شد بجنت العالی	قدر اعلیٰ و عز عالی یافت
نیز "عاشق ولی عزیز علی"	گو "علی بوتراب رحلت" او
۱۷۲۱ھ	۱۷۲۱ھ

خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ

آپ خواجہ عزیزان رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ ایک مدت تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اور بہت فائدے حاصل کیے اور جب اشارہ غیبی پا کر خواجہ عزیزان بخارا سے خوارزم تشریف لے گئے تو خواجہ محمد بابا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ کا مولد و مسکن' سماسی گاؤں ہے' جو قصبہ رامتنی کے ماتحت ہے اور بخارا سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں۔ بابا سماسی نے خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند کو اپنا بیٹا بنایا اور تربیت فرمائی۔ ان کی پیدائش سے پہلے جب بھی بابا ہندوؤں کے محل کے پاس سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے کہ مجھے اس مٹی سے ایک مرد کی خوشبو آ رہی ہے جو امام طریقت ہوگا اور جلد ہی قصر ہندواں' قصر عارفان' میں بدل جائے گا۔ خواجہ بہاء الدین کے پیدا ہونے کے تین دن بعد جب بابا وہاں سے گزرے تو فرمایا کہ اب خوشبو زیادہ ہوگئی ہے شاید کہ وہ مرد پیدا ہوگیا ہے۔ جب اس کی اطلاع خواجہ بہاء الدین کے دادا کو ملی تو وہ اپنے پوتے کو لے کر بابا کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ نے مہربانی اور مہمان نوازی کے بعد فرمایا کہ یہ بچہ ہمارا بیٹا ہے ہم نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کرلیا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہ وہی شخص ہے جس کی بو ہمیں آتی

تھی۔ جلد ہی یہ مقتداء وقت اور امام طریقت ہوگا۔ آپ نے اپنے خلیفہ اعظم میر کلال سے فرمایا کہ ہم نے اپنے بیٹے بہاء الدین کو تمہارے حوالہ کیا۔ اس کی ظاہری و باطنی تربیت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ ہرگز اس میں کوتاہی نہ کرنا۔ یہ سن کر میر کلال نے سر جھکایا' سینہ پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا "اگر کوتاہی کروں تو مرد نہ ہوں گا"۔

خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند (قدس سرہ) فرماتے ہیں جب ہم نے نکاح کرنا چاہا تو میرے دادا نے مجھے بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ اس موقع پر بابا تشریف لے آئیں تو آپ کی برکت قدوم ان گھروں کو ملے۔ جب حضرت سے ملاقات ہوئی' میں نے آپ کی پہلی کرامت یہ دیکھی کہ اس رات میرے اندر عاجزی و زاری پیدا ہوئی۔ اٹھ کر خواجہ کی مسجد میں آیا' دو رکعت نماز پڑھی' سر سجدہ میں رکھا اور دعا کی اے اللہ مجھے تکلیف برداشت کرنے اور ریاضت کی مشقت اٹھانے کی توفیق دے۔ جب صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ دعا اس طرح کرنی چاہیے کہ اے اللہ! جو تیری رضا ہے' اس بندہ ضعیف کو اسی پر رکھ۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے تحت اپنے کسی دوست پر بلا نازل کرتا ہے تو پھر خود ہی اس کو برداشت کرنے کی توفیق بھی دے دیتا ہے۔ خود بلا و مصیبت کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے کہ یہ گستاخی ہے۔

اس کے بعد کھانا حاضر ہوا' ہم نے کھا لیا۔ ایک روٹی بچ گئی آپ نے مجھے عطا کی اور فرمایا اسے سنبھال کے رکھو۔ میں نے دل میں سوچا کہ ہم نے ابھی کھانا سیر ہو کر کھا لیا ہے' ابھی میں اپنے گھر پہنچ جاؤں گا یہ روٹی راستہ میں ہمارے کس کام آئے گی۔ روانہ ہوئے تو میں آپ کی سواری کے ساتھ پوری نیازمندی کے ساتھ چل رہا تھا۔ جب میرے دل میں کوئی وسوسہ آتا تو

آپ فرماتے کہ دل کو تمام بے فائدہ خطرات سے پاک رکھنا چاہیے۔

راستہ میں آپ اپنے ایک محب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ خندہ پیشانی سے پیش آیا لیکن اس کے چہرہ پر تشویش و اضطراب کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کے پوچھنے پر بولا۔ دودھ کا پیالہ ہے مگر روٹی نہیں کہ کھاؤں۔ حضرت نے مجھے فرمایا جو روٹی تمہارے پاس ہے وہ اسے دے دو۔ آخر کام آ ہی گئی حالانکہ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیا کام آئے گی۔

خلفاء: خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے چار نامور خلفاء تھے۔ ایک خواجہ صوفی سوخاری جن کی قبر سوخار میں' بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ دوسرے خواجہ محمود سماسی' جو حضرت خواجہ کے فرزند ہیں نیز آپ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ تیسرے' خواجہ دانشمند' چوتھے' میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

وفات: آپ کی وفات ۷۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے مزار پر انوار قصبہ سماسی میں ہے۔

قطعہ

در خلد چو از دیار دنیا مطلوب خدا محمد آمد
تاریخ وصال اوز "سرور" "محبوب خدا محمد آمد"

۷۵۵ھ

خواجہ میر سید کلال قدس اللہ سرہ المتعال

آپ خواجہ محمد سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ اور عظیم مرید ہیں۔ آپ کو علم شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں اپنے وقت کے اولیاء پر برتری حاصل تھی۔ آپ کو شرف مہارت بھی حاصل تھا۔ آپ "سوخار"

گاؤں میں پیدا ہوئے اور کوزہ گری کا پیشہ اختیار کیا۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ میر کلال جب میرے بطن میں تھے تو اس وقت اگر کبھی ایک مشتبہ لقمہ حرام بھی میں کھالیتی تو پیٹ میں سخت درد ہوتا۔ قے کرنے سے ہی درد ٹھیک ہوتا۔ جب یہ واقعہ کئی بار ہوا تو میں سمجھ گئی کہ یہ اس بچہ کی وجہ سے ہے۔ اس کے بعد میں کھانے میں ازحد احتیاط کرتی تھی۔

میر کلال رحمتہ اللہ علیہ نوجوانی میں کشتی لڑتے تھے۔ ایک بار پہلوانوں کے دنگل میں موجود تھے کہ ایک شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ سید زادہ ہو کر کشتی لڑتا ہے۔ یہ اس کے شایان شان نہیں ہے' یہ تو اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ وہاں بیٹھے ہی سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے۔ وہ شخص دلدل میں سینہ تک دھنسا ہوا ہے۔ نکلنے کی بہت کوشش کر رہا ہے۔ اتنے میں میر کلال اچانک آتے ہیں اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر دلدل سے نکالتے ہیں۔ آنکھ کھلی تو دنگل ختم ہوچکا تھا۔ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا میں یہ کشتی اسی لیے لڑتا ہوں تاکہ دلدل میں پھنسنے والوں کو طاقت سے باہر نکال سکوں۔ اس شخص نے آپ کے قدموں پر سر رکھا اور توبہ کی۔

ایک دفعہ بڑے معرکہ کا دنگل تھا۔ ہزارہا لوگ کشتی دیکھنے کے لیے موجود تھے۔ حضرت میر وہاں کھڑے تھے کہ اتفاقاً" محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا تو کچھ دیر وہاں کھڑے رہے اور میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے رہے۔ ان کے بعض مریدوں نے دل میں سوچا کہ حضرت ان بدعتیوں کو دیکھنے کے لیے کیوں بے کار کھڑے ہوگئے ہیں۔ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے نور باطن سے ان کے خیال کو جان لیا اور فرمایا کہ اس دنگل میں

ایک شخص کھڑا ہے، جس کی صحبت و برکت سے ہزاروں لوگ کمال کو پہنچیں گے۔ میں اسے شکار کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی حضرت نے اتنا فرمایا ہی تھا کہ میر کلال کی نظر آپ پر پڑی۔ بے ساختہ آپ کی طرف بڑھے۔ انتہائی جذب و کشش محسوس کی اور اپنے آپ کو حضرت کے قدموں پر ڈال دیا۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ آپ کی سواری کے ساتھ ساتھ آئے۔ خانقاہ پہنچے۔ مرید ہوئے اور کمالات ظاہری و باطنی پائے۔ پھر کشتی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت بابا نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔ خرقہ خلافت عطا کر کے اپنا جانشین بنایا۔

خلفاء: کہا جاتا ہے کہ خواجہ میر کلال کے ۱۱۴ خلیفہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب ارشاد تھا۔

وفات: بقول صاحب "رشحات" آپ نے جمعرات کے دن بوقت نماز فجر ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ وفات پائی۔

قطعہ

میر جنت شد چوبا عز و وقار   سید اکرم شہ اسعد کلال
گفت تاریخ وصال او خرد   میر سید پیشوا امجد کلال

خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ

میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہ کے کبیر خلفاء میں سے ہیں۔ آپ ایک عظیم ولی تھے۔ امام طریقت اور برحقیقت مقتدائے شریعت اور پیشوائے اہل سنت و جماعت تھے۔ لڑکپن میں ہی آپ سے کرامات ولایت ظاہر ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ سے منقول ہے کہ "میرا بیٹا بہاء الدین چار سال کا تھا کہ ایک گائے حاملہ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ معلوم

ہوتا ہے یہ گائے سفید پیشانی والا بچھڑا جنے گی چنانچہ ایسے ہی ہوا"۔ آپ کی پیدائش سے پہلے خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ ایک شخص "قصر عارفان" کے مقام سے پیدا ہوگا جو امام طریقت ہوگا۔ ابھی آپ تین دن کے بچہ تھے کہ خواجہ سماسی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور ظاہری و باطنی تربیت کے لیے میر سید کلال کے حوالہ کیا۔

خواجہ بہاء الدین کو میر سید کلال سے جو سلسلہ مریدی ملا تھا وہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی اویسی کی روحانیت سے تھا۔ چنانچہ آنجناب سے منقول ہے کہ ایک رات میں، جذب و استغراق کے عالم میں بخارا کے مزار ہائے مقدس پر پہنچا۔ میں نے ہر مزار کے اوپر جلتا ہوا چراغ دیکھا کہ تیل اور بتی کے موجود ہونے کے باوجود ان کی روشنی کم ہے اور وہ بتیوں (فتیلوں) کے محتاج ہیں کہ اگر انہیں تھوڑی سی بھی حرکت دی جائے تو چراغ کے منہ سے باہر آ جائیں اور ٹھیک طرح سے جلنے لگیں۔ چراغوں کو اسی حال میں چھوڑ کر میں آخری مزار کے سامنے قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ میں اپنے آپ سے غائب ہوگیا میں نے دیکھا کہ قبرستان کی قبلہ والی دیوار شق ہوئی وہاں سے ایک بڑا تخت نکلا۔ اس پر سبز پردے ڈالے گئے ہیں اور اس تخت کے اردگرد کافی لوگ کھڑے ہیں۔ ان کے درمیان خواجہ بابا محمد سماسی رحمتہ اللہ علیہ کو میں نے پہچان لیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ فوت شدہ بزرگ ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک نے مجھے کہا کہ اس تخت پر خواجہ عبدالخالق غجدوانی رونق افروز ہیں اور یہ لوگ ان کے خلفاء ہیں ——— ہر ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تعارف کروایا کہ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں۔ یہ اولیای کبیر ہیں۔ یہ خواجہ عارف ریوگری ہیں۔ یہ محمود الخیر فغنوی اور یہ خواجہ علی رامتنی ہیں۔ (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) خواجہ محمد سماسی رحمتہ اللہ علیہ کو تم خود پہچانتے ہو۔ پس خواجہ محمد

غجدوانی نے میرے حال پر مہربانیاں فرمائیں۔ آپ نے ایک ٹوپی عطا فرمائی اور کہا اس ٹوپی کی کرامت یہ ہے کہ نازل شدہ بلا اس ٹوپی پہننے والے کی برکت سے ٹل جاتی ہے۔ اس کے بعد سلوک کی ابتدائی' درمیانی اور انتہائی باتیں مجھ سے بیان فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ یہ چراغ جو تمہیں اس طرح نظر آئے تھے' اس بات کا اشارہ ہے کہ سلوک کا راستہ کی استعداد قابلیت یہ ہے کہ فتیلہ استعداد کو حرکت میں لانا چاہیے تاکہ چراغ روشن ہو جائیں۔ حضرت شاہ نقشبند موروثی شرافت' سیادت اور نجابت رکھتے تھے۔ چنانچہ صاحب "رومتہ السلام" شیخ شرف الدین محمد نقشبندی کے بقول آپ کا آبائی نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے--- یعنی حضرت شاہ بہاء الدین بن محمد سید بخاری بن سید جلال الدین بن سید برھان الدین بن سید عبداللہ بن سید زین العابدین بن سید قاسم بن سید شعبان بن سید برھان الدین بن سید محمود بن سید بلاق بن سید تقی صوفی خلوتی بن سید فخرالدین بن سید علی اکبر بن امام حسین عسکری بن امام علی تقی بن امام محمد تقی بن موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین---

خواجہ بہاء الدین اگرچہ بظاہر توسل سلسلہ' میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہ سے رکھتے تھے مگر آپ نے اویسی فیض خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے حاصل کیا اور آپ کے ہم مجلس و صحبت پیر خواجہ قثم اور خلیل آتا ترکی تھے---

جب حضرت شاہ نقشبند' مکہ مکرمہ پہنچے تو اس روز حاجی قربانی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمارا ابھی ایک بیٹا تھا وہ ہم نے اللہ کے راستہ میں قربان کردیا۔ پس اسی دن آپ کا صاحبزادہ بخارا میں فوت ہوگیا۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ اس خاندان کے سلسلہ کے تمام خواجگان، خواجہ محمود نغنوی سے لے کر میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہم کے زمانہ تک کے سب حضرات نے ذکر خفی اور ذکر جہر کو یکجا کر رکھا تھا۔ جب حضرت بہاء الدین کا دور آیا تو آپ غیب سے ذکر خفی پر مامور ہوئے اور ذکر جہر سے اجتناب کیا۔ جب میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے عقیدت مند ذکر جہر میں مصروف ہوتے تھے، خواجہ بہاء الدین اس وقت مجلس سے اٹھ کر باہر نکل جاتے تھے اور یہ بات سب اصحاب کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ آخر ساتھیوں نے اس امر کی شکایت حضرت میر کو کی۔ حضرت نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ ایک دن حضرت کی تعمیر کردہ مسجد میں چھوٹے بڑے تقریباً پانچ سو ساتھی جمع تھے تو حضرت میر اصحاب و احباب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا تم لوگوں نے میرے بیٹے بہاء الدین کے بارے میں شکایتیں کی ہیں۔ تم لوگوں نے غلط کہا ہے، جو کچھ اس سے صادر ہو رہا ہے وہ سب فرمان الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اسے ذکر خفی کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔۔ اس کے بعد آپ نے خواجہ بہاء الدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میں نے پیر روشن ضمیر خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم و اشارہ پر تمہاری تربیت کی ہے۔ اب تمہارا مرغ ہمت بلند پرواز ہے۔ اب میری طرف سے اجازت ہے، جہاں چاہو جا سکتے ہو اور جس شخص سے چاہو، فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ ہم نے تمہیں دے دیا"۔

خواجہ بہاء الدین نے حضرت کی عنایت پر شکر ادا کیا اور رخصت لے کر سات سال تک، مولانا عارف رحمتہ اللہ علیہ کے مصاحب بنے رہے۔ اس کے بعد بارہ سال تک خواجہ خلیل آتا رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر فائدہ اور فیض اٹھایا۔۔۔۔ اس کے بعد دوبارہ حجاز تشریف لے گئے اور دوسری

بار کے سفر میں خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔۔۔۔

شیخ بہاء الدین کا طریقہ شرع شریف کے مطابق تھا۔ فقہی طور پر آپ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب پر تھے بلکہ اس سلسلہ کے زیادہ تر مشائخ حنفی مذہب تھے۔

شاہ نقشبند سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور خلوت نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کے سلسلہ کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ فرمایا "بظاہر با خلق و بباطن باحق"۔ اور یہ شعر پڑھا۔

از دروں شعر آشنا و از بروں بیگانہ باش
اہل چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ایک شخص نے شاہ نقشبند سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا یہ کرامت کیا کم ہے کہ اتنی بار زمین پر گناہ کرنے کے باوجود' زمین ہمارے گناہ کے بوجھ سے غرق نہیں ہوئی۔

آپ کا ایک مرید قطب الدین تھا۔ ایک بار آپ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ اور کبوتر خانہ سے باورچی خانہ کے لیے کبوتر لے آؤ۔ ایک کبوتر بڑا خوبصورت تھا۔ قطب الدین کو وہ اچھا لگا وہ اس نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقی کبوتر خواجہ کے پاس لے گیا۔ جب کھانا تیار ہوا تو حضرت خواجہ نے اپنے ہاتھ سے کھانا تقسیم کیا۔۔۔۔ قطب الدین کو صرف روٹی دی اور فرمایا تم نے اپنے حصہ کا زندہ کبوتر لے لیا تھا لہٰذا تجھے خشک روٹی ملی' سالن نہیں ملا۔

نقشبند کہلانے کی وجہ : صاحب رسالہ "بہاویہ' نقشبندیہ" مقامات کے تذکرہ میں لفظ نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ آنجناب حضرت بہاء الدین کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والدین کمخواب بافی کا کام کرتے تھے اور اس پر نقش و نگار بنایا کرتے تھے اس لیے "نقشبند" کے

نام سے مشہور ہوگئے۔

ولادت: آپ ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: ۳؍ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ آپ کا مولد و مدفن، قصر عارفان کا گاؤں ہے۔ یہ بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

وفات کے وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور تمام پیروکاروں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور جب ہاتھ منہ پر پھیرے تو جان نکل گئی۔ آپ نے بوقت وفات وصیت کی کہ میرے جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھا جائے کہ بے ادبی ہے۔ البتہ ایک شخص باآواز بلند اور خوش آوازی کے ساتھ یہ رباعی پڑھے۔

رباعی

مفلسانیم آمدہ در کوے تو شیا" اللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما آفرین بردست و بربازوئے تو

شاہ نقشبند کا قطعہ، تاریخ وفات جو رشحات میں آیا ہے، یہ ہے۔

رفت شاہ نقشبند آن خواجہ دنیا و دین آنکہ بودہ شاہراہ دین و دولت ملتش

مسکن ماوای او چوں بود "قصر عارفان" "قصر عرفان" زین سبب آمد بسال رحلتش

۷۹۱ھ

شعراز مؤلف:

نقش بند نقاش ازل آن بہاء الدین شہ ہر دو جہاں

"صاحب مخدوم" وصلش آمدہ است ہم بگو "مخدوم نامی" اے جواں

۷۹۱ھ ۷۹۱ھ

شیخ یادگار کن سرونی قدس سرہ

میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ایک قصبہ "کن سرون" ہے' وہاں کے باشندے تھے۔ حضرت میر نے اپنے تیسرے صاحبزادے شاہ امیر کی تربیت آپ کے ذمہ کی۔ چنانچہ شاہ امیر روشن ضمیر پیر کی توجہ سے اعلیٰ درجات تک پہنچے۔ آپ نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

یادگار اہل عرفان "یادگار" جان نثار اولیائے نقشبند
یاد ماند از عقل سال وصل او یادگار اولیائے نقشبند
۸۰۰ھ

خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ

آپ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور عظیم خلیفہ تھے۔ آپ کو حضرت سے رشتہ دامادی بھی تھا۔ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت مبارک فقر کی طرف مائل تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد' باپ کے ترکہ کی طرف مائل نہ ہوئے اور علم ظاہری میں مشغول ہو گئے۔ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ شاہ نقشبند نے آپ کی والدہ کو ارشاد فرمایا کہ جب علاء الدین بالغ ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ جب ان کے بالغ ہونے کا وقت آیا تو شاہ نقشبند خود "قصر عارفاں" سے شہر میں خواجہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں آئے جہاں وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ دیکھا کہ خواجہ علاء الدین ایک حجرہ میں ایک پرانی چٹائی پر لیٹ کر مطالعہ کتاب میں مصروف

ہیں اور ایک پکی اینٹ تکیہ کے اوپر رکھی ہے۔ خواجہ علاء الدین کی نظر جونہی شاہ نقشبند پر پڑی' اٹھے' تعظیم بجا لائے اور اپنی جگہ پر بٹھایا۔ اب حضرت شاہ نے خواجہ علاء الدین سے فرمایا کہ میرے گھر میں میری بیٹی ہے جو آج رات بالغ ہوئی ہے اگر تم رشتہ قبول کرو تو میں تمہاری اس سے شادی کر دوں۔ عرض کی یہ اس کمترین کے لیے بڑی سعادت ہوگی مگر میرے پاس دنیاوی اسباب میں سے کوئی چیز نہیں جس سے میں خرچہ کے اخراجات وغیرہ پورے کر سکوں۔ فرمایا میری بیٹی ہی تیرے لیے رزق ہے' تو رزق کا غم نہ کر' اس کے لیے پریشان نہ ہو' تجھے غیب سے مقدور مقرر رزق ملتا رہے گا۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی صاحبزادی کا نکاح علاء الدین عطار سے کر دیا۔ اس پاک دامن عورت کے بطن سے خواجہ حسن عطار پیدا ہوئے۔ ان کے علاوہ تین بیٹے اور پیدا ہوئے یعنی خواجہ شہاب الدین' خواجہ مبارک اور علاء الدین (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)۔ نکاح کے بعد خواجہ علاء الدین عطار حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت نے ان کی خاندانی رعونت ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ ایک ٹوکری میں سیب رکھ کر بیچا کریں اور رزق حلال کمائیں۔ خواجہ عطار نے یہ حکم خوشی سے قبول کیا۔ اب وہ ٹوکری سر پر رکھے بازار میں سیب بیچا کرتے۔ جب کافی عرصہ تک وہ یہ عمل کرتے رہے تو ان کا مرتبہ بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ شاہ نقشبند' تمام طالبان راہ حق کو تربیت کے لیے آپ کے حوالے کرنے لگے اور آپ کو خرقہ خلافت و نیابت سے نوازا۔

ایک دفعہ بخارا کے علماء میں رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ رویت کے منکر اور حامی جب بحث و مناظرہ کے بعد کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو تصفیہ کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کا فیصلہ

کرنے کے لیے تین دن کی مہلت مانگی اور رویت کے منکروں سے کہا کہ آپ لوگ تین دن میری مجلس میں تازہ وضو کر کے آیا کریں اور جب میں طالبوں کی تعلیم کرتا ہوں' وہاں بیٹھا کریں۔ تمہارا یہ لاحل مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ تیسرے دن ایسی کیفیت طاری ہوئی اور ان لوگوں پر انوار الٰہی کا ایسا کشف ہوا کہ بے خود ہو کر پکار اٹھے کہ رویت باری تعالیٰ حق ہے۔ پھر سب کے سب حضرت کے مرید ہو گئے اور ساری عمر آپ کے آستانہ پر رہے اور مدارج عالی پائے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ جب خواجہ علاء الدین کے ایام وفات قریب آئے تو بروز اتوار ۲ر رجب ۸۰۲ھ کو بیمار ہوئے اور بدھ کی رات' بعد نماز عشاء اس دار پرملال سے رخصت ہوئے اور ۲۰ر رجب کو دفن کیے گئے۔

پہلی ہی رات آپ کے ایک نابینا درویش مرید نے خواجہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا "جو کچھ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے' وہ تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتی۔ سب سے کم درجہ کی عزت یہ ملی ہے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ "تیری قبر سے چالیس فرسنگ تک جو شخص بھی دفن ہو گا اسے میں تیری شفاعت سے بخش دوں گا"۔

آپ جغانیاں میں پیدا ہوئے' وہیں رہائش رکھی اور وہیں پر دفن ہوئے۔

قطعہ

علاء الدین چو از دنیائے فانی بجنت یافت از درگاہ حق بار
عجب تاریخ وصلش جلوہ گر شد ز نور دین علاء الدین عطار

۸۰۲ھ

خواجہ عطار کا یہ قطعہ تاریخ وفات کتاب "روضتہ السلام" میں درج ہے۔

ز دنیا رفت چوں آن شاہ عطار   کہ در انشا نمی گنجد کمالش
سر اعدا شکست و گفت ہاتف   امام راستین سال وصالش

۸۰۲ھ

خواجہ علاء الدین بخاری قدس سرہ

خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب و احباب میں سے ایک ہیں۔ پہلے خواجہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے' ان سے طریقہ و ذکر کی تلقین حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد' شاہ نقشبند کے پاس حاضر ہوئے اور صاحب ارشاد اور کامل وقت بن گئے۔ وہ صاحب کشف و کرامات تھے۔ جذب و استغراق کا یہ عالم تھا کہ باتیں کرتے ہوئے ازخود غائب ہو جاتے۔ حسن خلق اور شیریں گفتاری کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اس کا الگ ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آپ کم کھانے' کم سونے اور کم بولنے میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ کئی بار عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے۔ ہر روز نماز تہجد میں ختم قرآن کرتے۔ فجر کی نماز سے لے کر نماز چاشت تک ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔

وفات: ۸۰۲ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

چوں علاء الدین سخی عالی ولی   قدر اعلی یافت در خلد برین
ہم "علاء الدین محب متقی"   سال وصلش ہشت "شمس عارفاں"

۸۰۲ھ   ۸۰۲ھ

خواجہ میر عمر بن میر کلال قدس اللہ سرہ المتعال

"سلسلہ نقشبندیہ" کے ایک نامور ولی اور شیخ ہیں۔ آپ سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے چوتھے فرزند ہیں۔ اپنے والد کی نگاہ میں سب سے زیادہ پیارے اور محترم تھے۔ خواجہ جمال الدین کوہستانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تربیت پائی اور مراتب کمال و ارشاد کو پہنچے۔

وفات: ۸۰۳ھ میں وصال ہوا۔

قطعہ

شد بجنت چوں عمر مثل عمر — روح پاک او بحق موصول شد
طرفہ سال ارتحال اوعیان — از امیر الدین عمر مقبول شد

۸۰۳ھ

خواجہ شاہ امیر بن میر کلال قدس سرہ

خواجہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ زہد و تقویٰ اور عبادت و متابعت سنت میں مشہور اور صدق و محبت میں معروف۔ رزق حلال کے لیے صحرا سے نمک لا کر فروخت کرتے تھے اور فراغت کے بعد، طالبوں کی تربیت و تلقین کرتے۔ ۸۰۴ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

میر جنت شد چوبا عز و وقار — سرور عشاق امجد شاہ میر
گفت تاریخ وصال او خرد — زبدہ آفاق امجد شاہ میر

۸۰۴ھ

سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ اور ساتھی تھے۔ حضرت آپ کے بارے میں بارہا فرماتے تھے کہ میرے خلفاء میں سے کوئی بھی ان دو شخصوں، یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند اور مولانا عارف دیک کرانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین، جیسا نہیں ہے۔ سید میر رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بھی خواجہ بہاء الدین، مولانا عارف کے ساتھ یکجا رہے۔ وہ خواجہ عارف کا بہت ادب و احترام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب شیخ عارف، دریا کے پانی سے وضو کرتے تو شیخ بہاء الدین پانی کے بہاء کی طرف ذرا آگے جا کر وضو کے لیے بیٹھتے۔ راستہ چلتے ہوئے خواجہ عارف کے نشان قدم پر قدم نہ رکھتے۔ حجاز بھی دونوں اکٹھے گئے۔

خواجہ عارف رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید "درنگی" نامی تھا۔ وہ ذکر جہر میں مشغول تھا۔ آپ اس کے پاس گئے اور اسے روکا کہ ذکر جہر کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو——— وہ نہ مانا۔ آپ جب دو تین بار سمجھا چکے اور وہ نہ مانا تو آپ نے فرمایا۔ اگر اب بھی تو نہیں مانے گا اور ذکر جہر جاری رکھے گا تو تیری گائیں اور مویشی مر جائیں گے۔ مگر وہ ذکر جہر ہی کرتا رہا۔ دو دن کے بعد اس کی سب گائیں اور مویشی مر گئے۔ وہ درویش خواجہ عزیزان دا بکنوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا اب بھی اگر خیر چاہیے تو خواجہ عارف کی خدمت میں حاضر ہو، اپنے کیے کی معافی مانگ، آئندہ کے لیے توبہ کر۔ آخر درویش آپ کی خدمت میں پہنچا۔ معافی چاہی اور تائب ہوا۔ خواجہ نے دعا کی اور کہا تیرے مویشیوں میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ چنانچہ حضرت کی دعا کی تاثیر و برکت سے، تھوڑی ہی مدت میں اس کے پاس بہت سے مویشی ہو گئے۔ اب وہ ہمیشہ ذکر خفی ہی کرتا———

ایک دفعہ سیلاب بڑے زور کا آیا۔ حضرت خواجہ کی رہائش دریا کے قریب تھی۔ گاؤں والے ڈرے کہ ہم ڈوب جائیں گے۔ سب حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ دریا میں اترے اور فرمایا اگر تیرے اندر قوت ہے تو مجھے اپنی جگہ سے ہٹا دے وگرنہ کیوں لوگوں کو ستاتا ہے اور ان کے گھروں کو گراتا ہے۔ فوراً سیلاب اتر گیا اور دریا کا پانی اپنی اصلی حالت پر چلا گیا۔

خلفاء: خواجہ عارف کے دو کامل و مکمل خلیفہ تھے۔ ایک مولانا اشرف بخاری دوسرے امیر اختیار دیک کرانی۔ جو آپ کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر طلباء راہ حق کو، منزل مقصود تک پہنچاتے تھے۔

وفات: آپ نے ۸۰۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک دیک کرانی گاؤں میں ہے۔ یہ بخارا سے نو فرسنگ کے فاصلہ پر، برلب آب کویک، برسر راہ واقع ہے۔

قطعہ

جنت شہ متقی عارف یافت والا مخلد عرفان سوز
"ولی شہ جنت" بفرما ہم تاریخش است "عارف جنت"
۸۰۴ھ ۸۰۴ھ

میر برہان بن میر کلال قدس اللہ سرہ المتعال

میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے بیٹے اور خلیفہ ہیں۔ فقر و ریاضت اور اتباع سنت و جماعت میں اعلیٰ شان کے مالک تھے۔ بالغ ہوئے تو میر کلال نے آپ کو ظاہری و باطنی تربیت کے لیے شیخ بہاء الدین نقشبند کے سپرد کر دیا۔ جب شاہ نقشبند نے آپ پر توجہ کی تو یہ حالت ہوگئی کہ ہروقت جذب و سکر میں رہتے، لوگوں سے قطع تعلق ہوگیا اور کسی کے پاس آرام و سکون نہ ملتا۔

حضرت میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید شیخ نیک بخاری نقل کرتے ہیں جب بھی میں نے میر برہان سے ملاقات کی تو انہوں نے فرط جذب سے' میری باطنی کیفیت ختم کر دی۔ میں یہ بات بتانے کے لیے جب شاہ نقشبند کی خدمت میں پہنچا' ابھی عرض کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ آپ نے فرمایا میر سید برہان کی شکایت کرنے آئے ہو؟ عرض کی جی ہاں! فرمایا آئندہ جب میر برہان' تجھ پر متوجہ ہوں تم میری طرف توجہ کرنا اور متصور کرنا کہ یہ وجود میرا نہیں ہے بلکہ خواجہ نقشبند کا وجود ہے۔ اب میں میر برہان کی خدمت میں آیا۔ جب انہوں نے مجھ پر توجہ کی میں حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ فوراً سید امیر کی حالت دگرگوں ہوگئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد کبھی میری باطنی کیفیت پر تصرف نہیں فرمایا۔

میر برہان نے ۸۰۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

میر برہان صاحب برہان ولی ‏ ‏ ‏ شد چو در جنت وصالش اے پسر

پیر برہان میر دین طیب است ‏ ‏ ‏ نیز برخواں میر برہان نامور

۸۰۵ھ ‏ ‏ ‏ ۸۰۵ھ

خواجہ شیخ محمد قدس سرہ

سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید ہیں۔ اپنے وقت کے مرشد کامل تھے۔ ۸۰۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

جلوہ گرشد درجناں مانند ماہ ‏ ‏ ‏ چوں محمد مطلع انوار دین

جاں نثار آمد وصال پاک او ‏ ‏ ‏ ہم محمد واقف اسرار دین

۸۰۵ھ

مولانا بہاء الدین قشلاقی قدس سرہ

خواجہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے محب اور خاص مصاحب تھے۔ علوم ظاہری و باطنی پر دسترس تھی۔ صاحب کرامات تھے۔ صوری و معنوی رموز کے خزانہ تھے۔ بخارا سے بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع گاؤں قشلاق میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا دیک کرانی کے والد اور خواجہ نقشبند کے استاد علم و حدیث ہیں۔—— سید میر کلال کے خلفاء' خواجہ شمس الدین کلال' خواجہ علاء الدین کن سرونی' مولانا جلال الدین کشی' مولانا بہاء الدین طواہعی اور شیخ بدر الدین مہدانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔

وفات: ۸۰۶ھ میں وفات پائی

قطعہ

چوں بہاء الدین ازین دار فنا	رخت رحلت بست در دار جنان
سال وصل آنجناب محترم	"عاشق الصادق بہاء الدین نجوان"

۸۰۶ھ

خواجہ میر حمزہ قدس سرہ

خواجہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے اور ان کے عظیم خلیفہ ہیں۔ میر کلال نے اپنے والد میر حمزہ کے نام پر ان کا نام رکھا۔ کبھی بھی ان کو نام لے کر نہ پکارتے بلکہ "بابا میر" فرماتے۔ آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ طالبوں کو ہدایت دینے میں آیت الٰہی تھے۔ جو کوئی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا پہلے دن ہی بیعت کرنے کے بعد حضرت کی توجہ سے اس کا دل ذاکر ہو جاتا۔ تین دن میں ذاکر کے رگ و پوست سے "ذکر سلطان

خواجہ عارف دیک کرانی قدس اللہ باسرارہ السامی

الاذکار" جاری ہو جاتا۔ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور کئی سالوں تک طالبان خدا کی رہنمائی میں مصروف رہے۔ آپ رزق حلال کے لیے شکار کرتے اس سے جو آمدنی ہوتی اس کے تین حصہ اللہ کی راہ میں دے دیتے اور ایک حصہ خرچ کر دیتے۔ کتاب "مقامات میر حمزہ" آپ کی تالیف ہے۔

وفات: صحیح ترین قول کے مطابق ۸۰۸ھ ہے۔

قطعہ

سال وصل آن شہ والا مکان	میر حمزہ گشت چوں میر بہشت
"میر حمزہ رہبر کامل بدان"	"محرم اسرار محبوب است" نیز
	۸۰۸ھ

شیخ جمال الدین ہستانی قدس سرہ

میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور ساتھی ہیں۔ حضرت میر آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے اپنے چوتھے صاحبزادے خواجہ عمر کو' ظاہری و باطنی تربیت کے لیے آپ کے سپرد کیا تھا۔ آپ نے ۸۱۳ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

گو بسال رحلت اور سرورا	چوں جمال الدین جمال خلد یافت
ہم "جمال الدین شہ دار البقا"	"سالک مسعود مہتاب جمال"
۸۱۳ھ	۸۱۲ھ

خواجہ امیر کلال واشی قدس سرہ

خواجہ میر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے دوست اور مصاحب ہیں۔ بخارا سے

تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں واش میں سکونت رکھتے تھے۔ خواجہ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے خواجہ علاء الدین نے آپ کو ذکر کی تعلیم دی تھی۔

وفات: ۸۲۶ھ میں فوت ہوئے اور طویل عمر پائی۔

قطعہ

بصدر امارت چوشد میر فائز　　شہنشاہ ابرار ہیر میر کلاں
وصالش "عیاں نیر روشن است"　　"دگر بار سردار میر کلاں"
۸۲۶ھ　　۸۲۶ھ

بابا شیخ مبارک بخاری قدس اللہ سرہ

میر حمزہ کے اصحاب کبار سے ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ میر کلال کے اصحاب و احباب میں سے ہیں۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ شیخ مبارک اگر میر کلال کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ کرمینکی ہیں، کرمینک گاؤں میں رہے جبکہ شیخ مبارک بخاری اور میر حمزہ کے خلیفہ اور اپنے وقت کے ایک بزرگ۔ خواجہ محمد یار، اگرچہ ان کو شاہ نقشبند سے صحبت حاصل تھی پھر بھی بابا شیخ مبارک کے حضور آتے تھے۔ اسی طرح امیر حمزہ کے مندرجہ ذیل عظیم خلفاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

خواجہ عمر بخاری ـــــ شیخ احمد خوارزمی، مولانا عطا اللہ سمرقندی، خواجہ محمود حموی، مولانا نور الدین کرمینکی، شیخ حسن، شیخ تاج الدین اور شیخ علی خواجہ نسفی۔ (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)

وفات: آپ کا سن وصال ۸۱۷ھ ہے۔

قطعہ

مبارک شد کہ درخلد برین رفت مبارک شاہ حق آگاہ مقبول
عیاں شد "صاحب توقیر" سالش ہم "اہل دل مبارک شاہ مقبول"
۸۱۷ھ ۸۱۷ھ

خواجہ حسام الدین شاشی بخاری قدس سرہ

میر حمزہ کے خلیفہ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، علم طریقت و شریعت و حدیث و تفسیر میں اپنے زمانہ کے علماء پر گوئے سبقت لے گئے۔ اصل میں "شاش" کے رہنے والے تھے۔ بعد میں بخارا میں سکونت اختیار کی۔ ابتداء میں اپنے وقت کے عظیم شیخ، شیخ محمد سونجی کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد میر حمزہ کی خدمت میں آئے اور مرید ہوئے اپنی تربیت و تکمیل یہیں کی۔ آپ کی طبیعت مبارک پر جذب و استغراق کا غلبہ تھا۔ آپ ہر حال میں مستعد اور ہر علم میں شہرہ آفاق تھے۔ تحریر و تقریر کا اچھا ذوق تھا۔ حلم، کرم اور لطف و مہربانی اتنی زیادہ تھی جو ایک بار حاضر ہو جاتا اس کے لیے آپ سے دوری ممکن نہ رہتی۔ دوسری طرف حق تعالیٰ سے محبت میں گرمی کا یہ عالم تھا کہ موسم سرما میں برف پر بیٹھتے تھے اور سینے پر سے کپڑا ہٹا کر ٹھنڈی ہوا لیتے اور سینے پر ٹھنڈا پانی گراتے۔ حاکم بخارا مرزا الغ بیگ کے مجبور کرنے پر چند سال تک بخارا کے قاضی بھی رہے۔ آپ مریدوں کا حلقہ الگ اور مقدمات کا فیصلہ کروانے والوں کا حلقہ الگ ترتیب دیتے—— آپ خود فریقین مقدمہ میں بیٹھتے۔ بظاہر ان کا فیصلہ کرتے اور بباطن مریدوں کی راہنمائی فرماتے۔ یوں ظاہری و باطنی دونوں مقدموں کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔

خواجہ عبید اللہ احرار نقشبند فرماتے ہیں جب آپ کے والد مولانا حمید الدین مرض موت میں مبتلا ہوئے اور حالت نزع پہنچی۔ آپ اپنے والد کے

سرہانے حاضر ہوئے' انہیں پریشان دیکھا تو پوچھا۔ "ابا جان! آپ کو کو کیا حالت درپیش ہے جو باعث تشویش و پشیمانی ہے"۔ فرمایا "مجھ سے ایک ایسی چیز مانگ رہے ہیں جو میرے پاس نہیں ہے یعنی مجھ سے "قلب سلیم" طلب کرتے ہیں۔ اسی لیے میں حیران اور پریشان ہوں"۔ عرض کی "کچھ دیر کے لیے اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو جائیے"۔ جب والد نے اپنے دل کی طرف توجہ کی۔ حضرت نے بھی مراقبہ کیا۔ ایک ساعت بعد مولانا حمید الدین نے آنکھ کھولی اور کہا "جزاک اللہ فی الدارین خیرا"۔ میں نے اسی وقت وہ چیز پائی ہے جو ساری عمر نہیں ملی"—— اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور جان' حق کے سپرد کر دی۔

وفات: ۸۱۹ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چوں بزیر زمیں بصورت گنج	شد نہاں خواجہ حسام الدین
وصل او "مہدی ملک سیرت"	ہم نجواں خواجہ حسام الدین
۸۱۹ھ	۸۱۹ھ

خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ

نام محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری ہے۔ شاہ نقشبند کے خلیفہ ہیں۔ زہد و ورع اور تقویٰ اور علوم ظاہر و باطن میں' اپنے وقت میں بے مثال تھے۔ پہلے دن خواجہ پارسا جب شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خواجہ شاہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ خواجہ پارسا گھر کی دہلیز پر گئے' دستک دی اور دروازہ کے باہر کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران خواجہ کی ایک کنیز باہر سے آئی اور گھر کے اندر گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ باہر کون ہے؟ تو وہ بولی ایک

متقی و پارسا صورت شخص باہر کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فی الحقیقت "پارسا" ہے اور اس کا نام بھی اب پارسا ہی ہوگا۔ بعد میں باہر تشریف لائے اور فرمایا تمہارا نام ہم نے پارسا رکھا ہے انشاء اللہ تم اسم بامسمی بنو گے۔ اس دن سے خواجہ محمد' پارسا کہلانے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوگئے۔

صاحب "رشحات عین الحیات" فرماتے ہیں۔ خواجہ محمد پارسا کے زمانہ میں جب مرزا الغ بیگ حاکم سمرقند' حاکم بخارا ہوا تو ماوراء النہر کے محدثین کو حضرت خواجہ سے کدورت تھی۔ انہوں نے ازراہ بغض و حسد' مرزا الغ بیگ کے پاس یہ درخواست بھیجی کہ خواجہ محمد پارسا بخارا میں بہت سی ایسی حدیثیں نقل کرتا ہے جن کا صحیح ہونا' سند سے صحیح معلوم نہیں ہے۔ یہ سن کر مرزا الغ بیگ نے تحقیق کے لیے خواجہ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ خواجہ پارسا نے ایک وفد تشکیل دیا جس میں آپ خود' شیخ الاسلام سمرقند عصام الدین اور آپ کے تمام اصحاب اور معززین شامل تھے۔ یہ وفد سمرقند پہنچا۔ ایک مجلس ترتیب دی گئی جس میں مرزا الغ بذات خود موجود تھا۔ سب سے پہلے خواجہ پارسا نے ایک حدیث پڑھی' جس حدیث کے صحیح ہونے کا حاسدوں کو انکار تھا۔ انہوں نے پوچھا اس حدیث کی سند کیا ہے؟ فرمایا اس حدیث کی سند' مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس بات سے حاسد خوش ہوئے۔ اب کچھ دیر کے لیے خواجہ پارسا نے مراقبہ کیا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ حدیث فلاں مسند میں مل جائے تو ٹھیک ہے' معاندین نے یہ بات قبول کرلی کیونکہ وہ بالکل نایاب تھی اور اس وقت کتاب ملنا بہت مشکل تھا۔ آخر خواجہ پارسا نے شیخ الاسلام عصام الدین سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ کے کتاب خانہ میں فلاں مقام پر اور فلاں طاق میں اور فلاں کتاب کے نیچے یہ کتاب مسند موجود ہے' منگوا لیجئے۔ چونکہ خواجہ پارسا' کبھی بھی عصام الدین کے کتاب خانہ میں نہیں گئے

تھے اور نہ وہ جگہ دیکھی تھی اور نہ اس کتاب کو کتاب خانہ میں خود دیکھا تھا اس لیے شیخ عصام الدین حیران ہوئے لیکن شیخ کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک غلام کتاب لانے کے لیے بھیج دیا۔ کچھ دیر بعد غلام وہی کتاب لے آیا اور عصام الدین کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ خواجہ پارسا نے فرمایا۔ یہ حدیث فلاں جزو میں' فلاں صفحہ پر اور فلاں سطر پر لکھی ہے۔ دیکھ لیجئے۔ جب کتاب کھولی گئی تو حدیث مذکور بالکل انہی الفاظ میں روایات صحیحہ کے ساتھ وہاں لکھی ہوئی تھی۔ اہل محفل نے نعرہ تحسین بلند کیا۔ مخالف شرمند ہوئے اور واپس چلے گئے۔ مرزا الغ بیگ نے حضرت کو طلب کرنے پر بار بار معذرت خواہی کی اور پورے عزت و احترام کے ساتھ آپ کو واپس کیا۔

صاحب "رشحات" ہی فرماتے ہیں کہ جن دنوں سمرقند پر میر تیمور کے بیٹے جہانگیر کا بیٹا مرزا خلیل حکومت کر رہا تھا اور وہ سمرقند کا بادشاہ تھا۔ خواجہ پارسا کبھی کبھی مرزا شاہ رخ کو رقعہ کفایت مہمات اہل اسلام کے لیے لکھ بھیجتے تھے۔ مرزا خلیل کو یہ بات پسند نہ آئی' مخالفین نے اسے خوب بھڑکایا حتیٰ کہ مرزا خلیل نے خواجہ کی خدمت میں قاصد بھیجا اور لکھا کہ "آپ کے لیے ضروری ہے کہ "دشت گومک" تشریف لے جائیں کیونکہ وہاں کے لوگ اسلام سے نا آشنا ہیں۔ شاید کہ آپ کی برکت قدوم سے مشرب بہ اسلام ہو جائیں"۔ اصل میں اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے ملک سے باہر چلے جائیں۔ خواجہ نے جب یہ پیغام سنا تو فرمایا۔ پہلے ہم اپنے خواجگان کے مزارات کی زیارت کریں گے۔ فوراً گھوڑا طلب کیا' سوار ہوئے' ملا عبدالرحیم اور دوسرے خدام ساتھ تھے۔ پہلے "قصر عارفان" تشریف لے گئے۔ پھر شاہ نقشبند کے مزار کی زیارت کے بعد سوخار مزار میر سید کلال پہنچے۔ زیارت کے بعد سوار ہوئے۔ خراسان کی طرف منہ کیا اور فرمایا "تمام کو زیرو زبر کر۔۔۔

نہ زیر رہے نہ زبر۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ آج اس میدان میں کون ہے؟" وہاں سے بخارا آئے۔ اسی وقت خبر پہنچی کہ مرزا شاہ رخ سمرقند کا علاقہ فتح کرنے کے لیے خراسان سے آگیا ہے۔ چند دن معمولی جنگ کے بعد مرزا خلیل قتل ہوگیا۔۔۔۔

معلوم ہونا چاہیے کہ خواجہ پارسا نے بیت اللہ شریف کا سفر دو بار کیا ہے۔ پہلی مرتبہ حضرت شاہ نقشبند کے ساتھ' دوسری مرتبہ محرم ۸۲۲ھ میں بیت الحرام کی طرف سفر شروع کیا۔ پہلے نسف' بلخ' ہرات گئے اور مزارات متبرکہ کی زیارت کی۔ بخارا کے تمام علماء و مشائخ آپ کے ساتھ تھے۔ مکہ پہنچے تو آپ کو صعب کی بیماری ہوئی۔ چنانچہ آپ نے طواف وداع عماری میں کیا۔ وہاں سے مدینہ کا رخ کیا۔ شاہ رسالت علیہ الصلوۃ والتحیت کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد بروز جمعرات ۸۲۲ھ کو رحمت حق نے ڈھانپ لیا۔ جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے پاس دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۳ سال تھی۔

آپ کے صاحبزادے خواجہ بونصر پارسا سے منقول ہے کہ جس رات میرے والد فوت ہوئے میں آپ کے سرہانے نہیں تھا۔ آپ کے انتقال فرمانے کے بعد حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے چہرہ اقدس سے کپڑا ہٹایا تاکہ زیارت کروں۔ آپ نے آنکھ کھولی' مسکرائے اس سے میرا قلق و اضطراب بڑھ گیا اور میں آپ کے پاؤں کی طرف آیا۔ اپنا چہرہ حضرت کے قدموں پر رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں اوپر کرلیا۔ **الا ان اولیاء اللہ لا یموتون۔**

قطعہ

بادشاہ دین محمد پارسا عارف حق پارسائے باکمال

چون ازین دنیا بجنت رخت بست "ہست محی الدین سخی" سال وصال

۸۲۳ھ

حضرت شیخ شرف الدین کشمیری نقشبندی کی کتاب "روضۃ الاسلام" میں ہے کہ خواجہ پارسا کی وفات بروز بدھ بتاریخ ۲۳ر ذی الحجہ ۸۲۲ھ ہے۔ اس کتاب میں آپ کی تاریخ وفات یوں ہے۔

چون محمد رفت ہاتف گفتہ است
سال وصلش "بدر برج عارفین"

۸۲۲ھ

خواجہ سید شریف جرجانی قدس اللہ سرہ

آپ خواجہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے منظور و مقبول تھے۔ پہلے مدرسہ تیموریہ میں علم ظاہری کی تعلیم میں مصروف رہے۔ تحصیل علوم کے بعد خواجہ علاء الدین کی خدمت میں پہنچے اور مرید ہوگئے اور اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ آپ پر حالت بے خودی اور استغراق اس قدر غالب ہوگیا کہ اپنی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ ۸۲۵ھ میں فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک ۸۲۴ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

سید اشرف شریف دو جہان خواجہ والا ولی دین حنیف
خواجہ دہر است سال وصل او نیز سید ہادی عالم شریف

۸۲۵ھ ۸۲۴ھ

خواجہ عبداللہ امامی قدس سرہ

نقشبندی خانوادہ کے عظیم بزرگ ہیں۔ خرقہ خلافت' خواجہ علاء الدین عطار نے پہنایا۔ فرماتے تھے کہ پہلی بار جب میں خواجہ علاء الدین کی خدمت

میں حاضر ہوا تو خواجہ نے یہ شعر پڑھا۔

تو مباش اصلا کمال این است و بس
تو در او گم شو وصال اینست و بس

آپ نے ۸۲۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

امام خلد شہ باعز و اکرام چو عبداللہ امام اکبر دین
وصالش ہست زاہد تاج ابرار ہم عبداللہ پیر راہبر دین

خواجہ حسن عطار قدس سرہ

خواجہ علاء الدین عطار کے فرزند تھے۔ ایام طفلی میں شاہ نقشبند کی نظر کیمیا اثر آپ پر تھی۔ یہاں تک کہ خواجہ نقشبند صبح شام آپ کی پرورش فرماتے اور بیٹا کہہ کر بلاتے۔

ایک روز خواجہ حسن اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ باغ میں کھیل رہے تھے۔ آپ ایک بچھڑے پر سوار تھے اور بچے پیدل تھے۔ اسی دوران شاہ نقشبند باغ میں تشریف لائے خواجہ حسن کو اس حال میں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ "جلد ہی خواجہ حسن سوار ہوگا اور روئے زمین کا بادشاہ اس کی رکاب میں پیدل دوڑ رہا ہوگا"۔ پس ایسے ہی ہوا کہ مرزا شاہ رخ' غایت اخلاص سے' پیدل آنجناب کی رکاب میں چلتا اور آپ سوار ہوتے۔

صاحب "نفحات الانس" فرماتے ہیں کہ خواجہ حسن کا جذب و تصرف اور استغراق بہت قوی تھا جو کوئی آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کر لیتا غایت جذب سے گر پڑتا۔

ایک روز حضرت گھر سے باہر آئے اس وقت کیفیت عروج پر تھی۔ آپ کے دروازے پر ایک کسان کھڑا تھا جونہی اس پر کیمیا اثر نظر پڑی' کسان علم

لدنی سے مالا مال ہوگیا اور متبحر علماء میں شمار ہونے لگا۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں خواجہ حسن پر جب خاص کیفیت طاری ہوتی اس وقت جو کوئی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا بے ہوش ہو جاتا۔ جس مریض پر آپ توجہ فرماتے فوراً تندرست ہو جاتا۔ جب خواجہ حسن شیراز تشریف لے گئے آپ کا ایک مخلص مرید سخت بیمار تھا۔ آپ نے اس کی صحت کے لیے جب توجہ دی تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اگر بیمار کی بیماری تم لے لو تو پھر اسے شفا ملے گی۔ پس خواجہ نے توجہ فرما کر اس شخص کی بیماری خود لے لی۔ اس نے فوراً شفا پائی مگر آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں رحلت فرمائی۔

وفات: آپ نے پیر کی رات بروز عید قربان ۸۲۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نعش مبارک شیراز سے جغانیان لائی گئی اور دفن کی گئی۔

خواجہ حسن کے ایک صاحبزادے یوسف عطار تھے۔ وہ مقام ولایت پر فائز ہوئے اور اعلیٰ مدارج پائے۔ والد کی وفات کے بعد سجادہ ارشاد پر بیٹھے اور اکثر طلباء نے آپ کی ہدایت کی برکت سے مقام مطلوب پایا۔

قطعہ

چون حسن رفت از جہان بے ثبات   باجمال و حسن درخلد برین
گفت "سرور" سال نقل آن جناب   "نیر اکبر امام المسلمین"

۸۲۶ھ

شیخ سیف الدین نقشبندی قدس سرہ

آپ خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب و احباب میں تھے۔ آپ کے منظور نظر اور محبوب و مطلوب تھے۔ پوری زندگی صبح و

شام اور دن رات اپنے سے الگ نہ ہونے دیا۔ آپ قصبہ مٹار کے باشندہ تھے جو تاشقند سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے پہلے مولانا علاء الدین شاشی سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد علوم طریقت سیکھنے کے لیے حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری تن دہی سے اس کام میں مصروف ہوگئے اور اعلیٰ مراتب پائے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کے تین خلفاء کے نام سیف الدین تھے۔ ان میں سے ایک سیف الدین تتاری مقبول ہیں۔ ان کا ذکر خیر نوک قلم پر آگیا۔ دوسرے سیف الدین مقہور اور تیسرے سیف الدین مردود ہیں۔ سیف الدین بالا خان بخارا کے معززین اور سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک تھے۔ حضرت شاہ نقشبند کے مرید تھے۔ غایت زہد و ریاضت سے اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے۔ ایک روز شاہ نقشبند' بخارا کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے' سیف الدین مقہور بھی آپ کی سواری کے ساتھ تھے۔ اچانک اہل طریقت مشائخ میں سے ایک شیخ محمد صلاح سامنے آئے۔ حضرت شاہ نقشبند شیخ صلاح کی طرف متوجہ ہوگئے۔ دونوں بزرگ چل پڑے۔ سیف الدین آگے بڑھے اور حضرت شاہ سے چند قدم آگے ہو کر چلنا شروع کر دیا اس طرح ترک ادب کیا۔ خواجہ کو سیف الدین کی یہ بے ادبی پسند نہ آئی آپ کو یہ حرکت نہایت ناگوار گزری آپ نے فرمایا "سیف الدین! اس بے ادبی سے تو نے اپنے آپ کو برباد کر لیا اور دنیا کو اپنے لیے خراب کر لیا"۔ چنانچہ چند روز کے بعد سیف الدین نے وفات پائی۔

سیف الدین خوارزمی پہلے شاہ نقشبند کے مرید تھے اور محب و مخلص تھے پھر آپ سے دور ہوگئے اور مردود ٹھہرے۔ آپ کی اسی دوری کا سبب یہ تھا کہ ایک روز خواجہ نقشبند' سیف الدین کے گھر میں کھانے کی دعوت پر

تشریف لے گئے آپ کی عادت تھی کہ میٹھا کھانے کے بعد تھوڑا سا نمک اور نمکین کھانے کے بعد تھوڑی سی چینی یا پھل وغیرہ کی قسم کی سٹاس تناول فرماتے تھے۔ اس روز کھانا نمکین تھا اور کھانے کے بعد شیرینی حاضر نہ تھی۔ خواجہ نے ازراہ خوش طبعی فرمایا "مولانا سیف الدین! آج آپ کا کھانا بے دم ہوا"۔ یہ بات سیف الدین پر سخت ناگوار گزری۔ خواجہ نور باطن سے اس کی گرانی طبع سے واقف ہوگئے اور فرمایا "سیف الدین! ہماری بات سے ناراض ہوگئے ہو؟ ہاں جس دل میں دس ہزار دینار کی محبت ہوگی اس کے دل میں اللہ اور پیر کی محبت کی گنجائش کہاں ہوگی"۔ چونکہ سیف الدین ہر وقت یہ آرزو کرتے تھے کہ اس کے پاس دس ہزار دینار زر سرخ جمع ہو جائیں۔ خواجہ اس کے دلی ارادہ سے واقف تھے۔ اب خواجہ سخت رنجیدہ ہو کر اس گھر سے اٹھے اور پھر کبھی اس کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ فرمایا "سیف الدین' جناب حق سے مردود ہوگیا—— اب پوری زندگی دنیا کے مردار خوروں میں شامل رہے گا"——

وفات: سیف الدین مقبول نے ۸۲۸ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

سیف قاطع، سیف دین، سیف اللسان ۔۔۔ قطع کرد از دہر با صدا انقراض

"پیر عالمگیر سیف الدین نجوان" ۔۔۔ وصل او "قطب بہشتی" کن رقم

۸۲۸ھ ۔۔۔ ۸۲۸ھ

مولانا ابو سعید قدس سرہ

خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے کبار اصحاب میں سے ہیں۔ آپ کے مقبول و محبوب تھے۔ جب تک خواجہ بقید حیات تھے' ان کی

خدمت میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد، خواجہ حسن عطار کی خدمت میں رہے اور طالبان حق کی راہنمائی میں مصروف رہے۔

وفات: ۸۲۸ھ یا ۸۲۹ھ میں رحلت فرمائی۔

قطعہ

شیخ اسعد خواجہ دین بو سعید پیر یکتا رحمتہ اللہ علیہ
باسعادت کرد چون عزم سفر شد ز دنیا رحمتہ اللہ علیہ

۸۲۸ھ

مولانا کمال الدین قدس سرہ

آپ میر حمزہ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد سجادہ ارشاد کو زینت بخشی۔ متلاشیان حق کی راہنمائی کی۔ سمرقند کے مضافات میں "میدان" نامی گاؤں کے باشندے تھے۔ آپ کو میر برہان بن میر سید کلال کے صاحبزادوں خواجہ میر ورد اور میر بزرگ سے بہت محبت تھی۔ ان دونوں بزرگوں نے بھی اپنے چچا میر حمزہ سے نعمت ولایت اور خرقہ خلافت پایا ہوا تھا۔

وفات: ۸۳۰ھ میں اپنے خالق سے جا ملے۔

قطعہ

باجمال کمال شہ بہ بہشت پیر اہل یقین کمال الدین
گفت "سرور" بسال رحلت او "مرشد اہل دین کمال الدین"

۸۳۰ھ

خواجہ مسافر خوارزمی قدس سرہ

خواجہ بہاء الدین نقشبند کے مصاحب ہیں۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ محمد پارسا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے سلوک کی تکمیل کی۔ وہ کافی عمر

رسیدہ تھے اور سماع کی طرف بہت مائل تھے۔ ایک روز جب خواجہ مسافر سماع سن رہے تھے' خواجہ بہاء الدین وہاں پہنچے۔ خواجہ مسافر ڈرے اور قوالوں کو خاموش کرا دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ "مانہ این کار میکنم و نہ انکار میکنم"۔ (ہم نہ یہ کام کرتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں۔)

وفات: مسافر خوارزمی نے ۸۳۴ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چوں مسافر بہ عیش و جاہ و جلال — شد ز دنیا مسافر جنت

سال وصلش زدل چو "سرور" جست — "گشت پیدا مسافر جنت"

۸۳۴ھ

مولانا محمد مغاندی قدس سرہ

آپ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر اور خاص محب ہیں۔ سمرقند اور بخارا کے درمیان ایک بڑے قصبہ "مغاند" میں پیدا ہوئے۔ شاہ نقشبند آپ کے ساتھ خصوصی محبت و عنایت کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ بھی شب و روز ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ شاہ نقشبند کے انتقال کے بعد' آپ خواجہ محمد پارسا کے مصاحب رہے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد' عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہو جاتے اور استغراق عشق و جذب میں آ کر مست و مدہوش ہو جاتے۔ یونہی ساری رات کھڑے رہتے۔ جب موذن فجر کی اذان دیتا تو ہوش میں آ کر نماز ادا کرتے۔ جو استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوتی تھی شاہ نقشبند کے کسی اور مرید کو حاصل نہ تھی۔

وفات: آپ نے ۸۳۶ھ میں وصال فرمایا۔

قطعہ

چوں ز دنیائے دون محمد رفت   سال وصلش بجستم از رضوان
گفت "مخدوم دین امام بگو"   "آفتاب کرم محمد دان"
۸۳۶ھ   ۸۳۶ھ

خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ

آپ بھی خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب و احباب میں سے ایک ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے ماہر تھے۔ غزنی کے قریب موضع چرخ کے باشندے تھے۔ ابتداء میں کچھ عرصہ جامع ہرات میں اور کچھ مدت مصر میں علم حاصل کیا۔ علم میں کمال حاصل کرنے کے بعد' حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مجذوب فقیر ملا۔ وہ بولا "اے یعقوب! جلدی جلدی چل کہ اب وقت قریب ہے اور تو مقبولوں میں سے ہوگا"۔ پھر زمین پر چند لکیریں لگائیں۔ خواجہ یعقوب نے دل میں سوچا کہ میں ان لکیروں کو گنتا ہوں اگر طاق ہوئیں تو میرا کام بن جائے گا اور مبارک ہوگا۔ جب گنیں تو وہ طاق تھیں۔ خیر بخارا پہنچے۔ قرآن شریف' فال کے لیے کھولا تو پہلی سطر پر لکھا ہوا تھا **اولئک الذین ھداھم اللہ فبھداھم اقتدہ** (ان لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس ان کی ہدایت کی پیروی کرو) آپ اس غیبی اشارہ سے خوش ہوئے۔ خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی بیعت کرلی۔ طریقت سیکھنے میں مشغول ہوگئے۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے مقبول بن گئے۔

خواجہ یعقوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پہلی بار جب خواجہ بہاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرید ہوتے اور بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو خواجہ نے فرمایا۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ آج رات

استخارہ کریں گے اگر تجھے قبول کر لیا گیا تو ہم بھی تجھے قبول کر لیں گے۔ میں نے وہ رات بڑی بے قراری میں گزاری اور اتنی سخت رات پوری زندگی میں، میں نے نہیں گزاری تھی اور اس خیال سے کہ میں مقبول ہوتا ہوں یا مردود۔ علی الصباح، حضرت خواجہ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا کر فرمایا "میں نے قبول کیا۔ پیران عظام اور جناب الٰہی نے قبول فرمایا"۔ پھر مجھے بیعت کیا اور تلقین سے سرفراز فرمایا۔ مجھے خواجہ علاء الدین عطار کے سپرد کر دیا۔ میں نے ان کے سایہ عاطفت میں تکمیل و تربیت پائی اور جو چاہتا تھا وہ پایا۔

وفات : آپ نے یلغنو بستی میں ۸۵۱ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار پر انوار بھی اسی بستی میں ہے۔

قطعہ

شد براوج چرخ چون منزل گزین	حضرت یعقوب مجذوب خدا
رحلتش "شمس الہدایت" گفتہ اند	نیز حق آمود مطلوب خدا
۸۵۱ھ	۸۵۱ھ

خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہ

آپ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے افضل و اکمل خلیفہ ہیں۔ آپ غجدوان میں پیدا ہوئے اور وہیں رہے۔ پہلے پندرہ سال کی عمر میں میر سید کلال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور آخر تک آپ کے پاس ہی رہے۔ حضرت نقشبند کے انتقال کے بعد خواجہ پارسا، خواجہ میر برھان ولد میر کلال اور خواجہ برہان الدین ابونصر کی مصاحبت کی۔ یہ بزرگ بھی خواجہ غجدوانی کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔ آپ طالبوں

کی راہنمائی میں اللہ کی ایک نشانی تھے۔ آپ سے بہت سی خوارق و کرامات سرزد ہوئیں۔ جذب و استغراق کمال کا تھا۔ لمبی عمر پائی۔

وفات: آپ کا سال وفات ۸۵۲ھ ہے۔

قطعہ

بندہ خاص زندہ دل فرما   ہم شہ دین بادشاہ یقین
۸۵۲ھ
باز "سرور" بسال وصل بگو   "متقی اہل دین علاء الدین"
۸۵۲ھ

خواجہ حسام الدین پارسا خلجی قدس سرہ

خواجہ علاء الدین عطار کے ایک عظیم خلیفہ اور ساتھی ابتداء میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی صحبت میں رہے۔ آپ کی وفات کے بعد علاء الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل پائی۔ خرقہ خلافت لیا اور تادم حیات طالبوں کی راہنمائی میں مصروف رہے۔

وفات: آپ نے ۸۵۴ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

وصال پاک او باطرز رنگین   چو رفت آن پیر عالمگیر بلخی
حسام الدین ہادیؒ زیب بلخی است   دگر "اے پیر فرما پیر بلخی"
۸۵۴ھ   ۸۵۴ھ

خواجہ درویش احمد سمرقندی قدس سرہ

کنیت ابوالعباس، لقب جمال الدین، نام احمد بن جلال الدین محمد سمرقندی اور آپ کا خطاب "درویش" ہے۔ خانوادہ نقشبندیہ کے بڑے بزرگوں میں

سے ایک ہیں۔ اگرچہ آپ بظاہر شیخ زین الدین خواضی کے خادم و مرید تھے اور ان سے خرقہ خلافت اور اجازت نامہ بھی حاصل کیا تھا تاہم آپ کی دلی ارادت' خواجہ نقشبند کے سلسلہ سے تھی۔ خراسان' حجاز اور ماوراء النہر کے سفر میں خواجہ علاء الدین عطار کے ساتھ رہے اور آپ کی مجلس کی برکات سے پورا فائدہ اٹھایا۔

زین الدین خوانی ایک روشن ضمیر پیر تھے۔ وہ ابتداء میں درویش احمد پر مکمل توجہ مبذول کرتے' انہیں جامع ہرات میں واعظ مقرر کیا اور لوگوں کو ان کا وعظ سننے کی ترغیب دیتے۔ مولانا درویش خوب وعظ کہتے اور لوگ بڑے انہماک سے وعظ سنتے۔ ایک روز وعظ کے دوران خواجہ درویش نے سید قاسم نقشبندی کے چند اشعار پڑھے تو شیخ زین الدین نے انہیں ٹوک دیا کہ آئندہ ہمارے سامنے وعظ میں سید قاسم کے شعر نہ پڑھنا۔ اگلے دن کے وعظ میں انہوں نے پھر سید قاسم کے شعر پڑھ دیے کیونکہ انہیں خواجگان نقشبندیہ کی طرف رجحان اور رغبت تھی۔ اس بنا پر شیخ زین الدین کی طبیعت' خواجہ درویش کی طرف سے مکدر ہوگئی۔ انہوں نے لوگوں کو خواجہ درویش کا وعظ سننے سے روک دیا اور خود بھی ان کی مجلس وعظ میں تشریف نہ لے گئے۔ آخر کار خواجہ درویش کی رونق کار ٹھنڈی ہوگئی۔ حتیٰ کہ ان کی مجلس وعظ میں پانچ چھ آدمیوں سے زیادہ نہ ہوتے۔ اتفاقاً" انہی دنوں میں خواجہ احرار عبیداللہ نقشبند' یلغنو گاؤں سے خواجہ یعقوب چرخی سے رخصت ہو کر ہرات میں آئے اور کچھ دن وہاں ٹھہرے۔ مولانا درویش نے خواجہ احرار کی خدمت میں حاضری دی اور روئے اور حد سے زیادہ عجز و نیاز کیا اور عرض کی کہ خواجگان نقشبند کی محبت کی وجہ سے مجھ پر یہ مشکل گھڑی آئی ہے کہ میرا سالوں کا جمع کردہ سب کچھ برباد ہوگیا۔ خواجہ نے فرمایا "خاموش ہو جا

اور بدستور وعظ کہنا شروع کر دے۔ انشاء اللہ دین و دنیا میں تیرا کام بارونق ہوگا"۔ یہ ارشاد صادر ہوتے ہی مولانا درویش کا کام دوچند ہوگیا۔ ان کی مجلس میں اس قدر لوگ آتے کہ جس مسجد میں مولانا وعظ کہتے تھے، لوگوں کے لیے گنجائش نہ رہتی۔ پھر اس سے بڑی مسجد میں وعظ ہونے لگا مگر سامعین کی تعداد بڑھتی گئی۔ بالآخر شہر سے باہر کھلے میدان میں منبر رکھا گیا۔ جب شیخ زین الدین کو یہ اطلاع ملی تو اگرچہ انہوں نے مولانا درویش کی رونق ختم کرنے کی بہت کوشش کی مگر اب انہیں اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔

وفات: مولانا درویش احمد نے ۸۰۴ھ میں دنیا سے کوچ کیا۔

قطعہ

روان شد چون ز دنیا سوئے جنت — محبت کیش احمد قطب حق بین
بسال رحلت آن شاہ والا — بگو "درویش احمد قطب حق بین"

مولانا عمر بایزیدی قدس سرہ

خواجہ عطار کے خاص احباب میں سے تھے۔ زہد و ورع اور تقویٰ میں ممتاز تھے۔ لوگوں میں آپ کو بہت مقبولیت حاصل تھی۔

وفات: آپ نے ۸۵۵ھ میں عالم فانی سے کوچ کیا۔

قطعہ

ز دنیائے دون رفت سوئے بہشت — چو شیخ معلی عمر مقتدا
ز "مخدوم اقدس" بجو سال او — دگر نیز فرما "عمر مقتدا"
۸۵۵ھ — ۸۵۵ھ

خواجہ احمد مسکہ قدس سرہ

یہ بھی خواجہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے احباب و اصحاب میں شامل

ہیں۔ آپ اعلیٰ پایہ کے بزرگ اور عابد، متقی تھے۔ متلاشیان حقیقت کی بہترین راہنمائی کرتے تھے۔

خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ نقشبند فرماتے ہیں شروع میں مولانا مسکہ نے خواجہ علاء الدین سے رخصت حاصل کی اور اپنے وطن بدخشاں گئے۔ واپسی میں ایک ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں خوبصورت نوجوان لڑکیاں پانی میں غسل کر رہی تھیں۔ آپ بھی بتقاضائے بشریت تھوڑی دیر کے لیے رکے۔ انہیں دیکھا اور چل پڑے۔ جب خواجہ کی خدمت میں پہنچے تو وہاں ایک عظیم الشان مجلس منعقد تھی اور بزرگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت کے پاس موجود تھی۔ حضرت نے مولانا مسکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت تم ہم سے اجازت لے کے گئے ہو اب واپسی تک کے تمام حالات بیان کرو۔ کیونکہ ہمارے حضرات کے سلسلہ میں محاسبہ ضروری ہے۔ مولانا نے تمام حالات بیان کیے مگر لڑکیوں کو دیکھنے کا ذکر کرنا تھا تو فرط حیا و شرم سے بیان نہ کر سکے۔ حضرت نے فرمایا "راستہ میں بریں آب والی بات ابھی باقی ہے۔ اگر خود اظہار کر دو تو بہتر ورنہ ہم بیان کریں گے اور تمہیں مجلس میں شرمندگی اٹھانی پڑے گی"۔ مولانا احمد نے مجبوراً ہوبہو واقعہ بیان کر دیا۔ اس وقت ان کی کیفیت یہ تھی کہ شرمندگی سے گویا ان میں جان ہی نہیں ہے۔ فوراً تائب ہوئے، سر خواجہ کے قدموں پر رکھا اور استغفار کی۔

وفات: ۸۵۵ھ یا ۸۵۶ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

چوں احمد زیب جہاں رخت بست   دو تاریخ وصالش گشت معلوم
یکے "جان جہان مخدوم احمد"   دگر احمد ولی اللہ مخدوم

خواجہ سراج الدین بیر مسنی قدس سرہ

ریاست بخارا کے ایک قصبے وا کنی کے ایک گاؤں "بیر مسن" میں پیدا ہوئے۔ پہلے میر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل پائی اور نامور بزرگ کہلائے۔ آپ کشف الحال میں اللہ کی نشانی تھے۔ جب کوئی شخص آپ کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا تو آپ اپنی جگہ سے قدم اٹھاتے اور فرماتے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہمارے پاس آ رہا ہے۔ فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے' گھر میں جھاڑو دیتے' کھانا تیار کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مہمان میرے گھر آنے کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے غیب سے اطلاع دی جاتی ہے تاکہ اس کی میزبانی کے لیے تیاری کر لوں۔

وفات: آپ نے ۸۵۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

قطعہ

چوں سراج الدین چراغ علم و حلم — گشت روشن ہمچو خور اندر جہان
"سرورا" سال وصال آنجناب — "رہبر کامل سراج الدین بخوان"

۸۵۷ھ

خواجہ نظام الدین خاموش قدس سرہ

آپ شیخ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے مصاحب ہیں۔ آپ نے بیعت ہونے سے پہلے کافی عرصہ تک خوب ریاضت و مجاہدہ کر رکھا تھا۔ آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ اگر کسی مسجد یا کسی گھر میں تشریف لے جاتے اور تالا لگا ہوتا تھا تو انگلی سے تالے کی طرف اشارہ کرتے ہی فوراً تالا کھل جاتا۔ آپ کی طبیعت اگرچہ لطیف تھی اور علم و حلم' مجد کمال تھا مگر آپ کی طبیعت پر صفت جمالی کا غلبہ تھا۔ کشف الاحوال' کشف

القلوب اور کشف القبور آپ پر اس طرح روشن تھے کہ غیب کی ہر بات بتا دیتے اور حاضرین کو دل میں گزرنے والے ہر خیال سے فوراً مطلع کر دیتے۔

خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین تاشقند میں ہمارے مہمان تھے۔ ہم ایک دن ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا "آہ آہ! سخت نسبت ظاہر ہوئی۔ غالباً فلاں شخص آئے گا" کچھ ہی دیر بعد وہ شخص پہنچا۔ خواجہ نے فرمایا "آئیے! آپ کے آنے سے پہلے آپ کی نسبت پہنچ چکی تھی"۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فوراً آپ کو ایک بیماری ایسی لگی کہ آپ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ اتنی سخت سردی لگی کہ آپ پر اونی اور سوتی کپڑے ڈالے گئے۔ آگ جلائی گئی مگر سردی کم نہ ہوئی۔ اچانک ایک مرید دروازے سے اندر آیا وہ دریا کے کنارے لگی پن چکی پر گندم لے کر گیا تھا۔ وہ سخت سردی' ٹھنڈی ہوا اور سردی کے موسم کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ جب وہ اندر آیا خواجہ نظام الدین نے فرمایا مجھے چھوڑ دو' اسے گرم کرو' یہ سردی اور کپکپی جو مجھے لگی ہے وہ اس شخص کی سردی ہے۔ جب وہ گرم ہو جائے گا تو میں بھی گرم ہو جاؤں گا۔ خادم فوراً اس مرید کی طرف متوجہ ہوئے۔ آگ جلا کر اسے گرم کیا۔ جب مرید گرم ہو گیا تو خواجہ بھی صحت یاب ہو گئے۔

ایک دن آپ کے ایک مرید مولانا سعدالدین نوری آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے ایک شخص کی شکایت کی اور کہا اس آدمی نے میری بہت بے عزتی کی اور مجھے گالی دی ہے۔ اتفاق سے وہ شخص بھی وہاں سے گزرا۔ سعدالدین نے اشارہ کر کے بتایا کہ یہ وہی شخص ہے جو آج میری ہتک کا موجب ہوا ہے۔ خواجہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا' وہ نہ آیا اور

بے ادبی کے ساتھ غرور و تکبر کرتے ہوئے گزر گیا۔ اس کی اس حرکت پر خواجہ کا غضب برافروختہ ہوا۔ آپ نے اپنے قریب دیوار پر قبر کی تصویر بنائی۔ وہ آدمی فوراً گر پڑا، بے ہوش ہوا۔ لوگ اس کی طرف دوڑے دیکھا کہ مرا ہوا تھا۔

ایک روز خواجہ نظام الدین ایک ندی پر وضو کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کسان کے کھیت کے پانی کو دوسری طرف کر دیا تھا۔ کسان نے سمجھا کہ یہ حرکت خواجہ نے کی ہے۔ وہ آپ کے قریب آیا اور انتہائی غصہ اور غضب سے آپ کو دھکا دے کر پانی میں پھینک دیا۔ جب خواجہ پانی میں گرے تو وہ آدمی زمین پر گرا بے ہوش ہوا دیکھا تو مرا پڑا تھا۔

مولانا نظام الدین فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ محمد علی حکیم ترمذی کے مقبرہ کی زیارت کا عزم کیا۔ میں آپ کے ساتھ نہ گیا اور وہیں سے محمد علی حکیم کی روح پر فلاح کی طرف متوجہ ہوگیا۔ حضرت حکیم کی روحانیت میرے پاس حاضر ہوگئی۔ جب خواجہ علاء الدین آپ کے مزار پر پہنچے اور توجہ کی تو مزار کو خالی پایا اور اپنے نور باطن سے اصل حقیقت سے واقف ہوگئے۔ جب واپس آئے تو بہت غصہ میں تھے۔ چاہتے تھے کہ میری طرف متوجہ ہوں اور تصرف دکھائیں۔ میں بھی متوجہ نہ ہوا۔ اپنے آپ کو کبوتر کی طرح کر لیا اور خواجہ شاہباز کی طرح میرے تعاقب میں تھے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ میں آگے اور خواجہ پیچھے۔ میں جہاں جاتا وہ میرے پیچھے آتے۔ آخر مجبور ہو کر جب مجھے کوئی پناہ نہ ملی تو میں نے حضرت شاہ رسالت علیہ الصلوۃ والتحیت کی روحانیت میں پناہ لی اور بے انتہا نبوی انوار سے میں محو ہوگیا۔ اب خواجہ کو مجھ پر تصرف کرنے کی مجال نہ رہی۔ وہ شرمندگی سے بیمار ہوگئے۔ کسی شخص کو ان کی بیماری کا سبب معلوم

نہ تھا۔ چند دنوں کے بعد شفا پائی۔ میرے حق میں بڑی مہربانی فرمائی اور کہا اگر تم اس روز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی پناہ میں نہ آجاتے تو تمہارا کام ختم ہوچکا تھا۔

خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں خواجہ نظام الدین خاموش سے ملنے کے لیے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک واقف کار سے ملاقات ہوئی۔ اس نے شراب پی رکھی تھی۔ اتفاق سے اس کے ساتھ چند باتیں بھی ہوئیں۔ جب میں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا "عبیداللہ! آج شراپ پی ہے" میں نے کہا "شراب پینے سے اللہ کی پناہ" فرمایا "پھر کیا بات ہے کہ میں تم میں شراب کا اثر دیکھ رہا ہوں؟" میں بولا "راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس نے شراب پی رکھی تھی اور کچھ باتیں بھی ہوئیں؟" فرمایا "اس کے حال نے تجھ پر اثر کیا ہے"۔

خواجہ احرار ہی کا بیان ہے کہ معززین سمرقند میں سے ایک شخص کو شیخ سے بہت عقیدت تھی۔ اچانک اتنے بیمار ہوئے کہ ان کی حالت نزع میں حصول شفار کے لیے خواجہ نے جب توجہ کی تو معلوم ہوا کہ ان کی عمر پوری ہوچکی ہے اور ان کے زندہ رہنے کا اب امکان نہیں۔ مجبوراً خواجہ نے ان کو اپنی زندگی کے ضمن میں لے لیا۔ اس نے فوراً شفا پائی۔ کچھ مدت بعد شیخ پر ایک تہمت لگائی گئی۔ وہ صاحب اگر چاہتے تو آسانی سے اس تہمت کی تردید کر کے اس کا پردہ فاش کر سکتے تھے لیکن اس نے کینہ پروری کی۔ اس سے خواجہ کو ذہنی کوفت ہوئی اور اسے اپنی زندگی کے ضمن سے نکال دیا۔ وہ شخص فوراً گرا اور مرگیا۔

وفات: خواجہ نظام الدین خاموش نے بوقت نماز ظہر بروز بدھ بتاریخ سات جمادی الاخر ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف خیابان میں ہے۔

قطعہ

چوں نظام الدین بجنت جست راہ رفت خاموش از جہاں سوئے جنان
سال وصل آں شہ دنیا و دین "قطب مخدوم جہاں آمد عیاں"
۸۶۰ھ

خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ

آپ خواجہ نظام الدین خاموش کے عظیم خلیفہ اور خاندان نقشبندیہ کے بہت بڑے ولی ہیں۔ پہلے علوم ظاہری سیکھے۔ پھر خواجہ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوگئے۔ کئی سالوں تک آپ کے پاس رہ کر تکمیل کی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت کی اجازت سے سفر حجاز کا ارادہ کر کے خراسان آئے اور ہرات میں مشائخ عظام سے استفادہ کیا۔ جیسے مولانا قاسم تبریزی ابویزید پورانی زین الدین خواقی اور بہاء الدین عمر وہاں سے واپس ہوتے ہوئے خواجہ نظام الدین کی خدمت میں حاضری دی اور سفر حجاز کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا میں اس سال تجھے قافلہ حجاز میں نہیں دیکھ رہا۔ یہ بات سن کر آپ نے حجاز جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

کئی بار آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جس پر نگاہ پڑتی وہ بے ہوش ہو جاتا اور اگر کوئی نزدیک آ کر سامنے بیٹھتا تو ہلاک ہوجاتا۔ اس لیے آپ نے کچھ مہینے اپنے گھر کے گوشہ میں گزارے۔ آپ باہر نہیں آتے تھے اور اگر کوئی آپ کے پاس آنے کا ارادہ کرتا تو آپ ہاتھ کے اشارہ سے روک دیتے کہ قریب مت آ۔ جب تک یہ کیفیت ختم نہ ہوگئی آپ خلوت سے باہر نہیں آئے۔

صاحب رشحات خواجہ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ایک دوست اور

مرید پیر علی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پہلے میری بزازی کی دکان تھی۔ ایک دن سرکاری ٹیکس لینے والا اہلکار آیا اور حق سے زیادہ رقم مانگنے لگا' گالیاں بھی بکنے لگا۔ میں پریشان ہوا۔ مولانا کو یاد کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ بذات خود دکان کے دروازہ پر موجود ہیں اور ٹیکس لینے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا بے ادب زبان سنبھال کر بات کر۔ وہ کانپنے لگا زمین پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ ہوش میں آیا' معذرت کی اور جتنا ٹیکس بنتا تھا اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

مولانا پیر علی ہی فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ کے بہت سے بیٹے تھے۔ وہ کثرت اولاد سے تنگ تھی۔ ایک دفعہ اس نے حمل گرا دیا' سخت بیمار ہوگئی۔ حتیٰ کہ اس کی زندگی کی امید ختم ہوگئی۔ اس کی زندگی کی طرف سے ناامید ہو کر میں اظہار حال کے لیے خواجہ سعد الدین کی خدمت میں گیا۔ آپ محفل وعظ میں وعظ گوئی میں مصروف تھے۔ بے شمار لوگ اور کئی طلبہ محفل میں جمع تھے۔ مجھے عرض حال کرنے کا موقع نہ ملا۔ اتنے میں آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ منبر سے اترے' میرے پاس ائے اور فرمایا اس ظالم عورت سے جا کر کہو کہ تم نے اس سے پہلے بھی ایک حمل گرایا تھا مگر میں نے معاف کر دیا تھا۔ اب پھر تم اس غیر شرعی اور ناپسندیدہ حرکت کی مرتکب ہوئی ہو اگرچہ تم اس لائق نہ تھیں کہ تمہیں معاف کیا جاتا تاہم میں نے معاف کر دیا۔ آئندہ یہ حرکت نہ کرنا۔ اسے کہو کہ وہ تندرست ہوجائے گی۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ میں جلدی سے واپس گیا۔ گھر پہنچ کر دیکھا کہ میری اہلیہ تندرست ہوچکی ہے۔ میں نے اسے ساری حقیقت بتائی۔ کہنے لگی کہ خواجہ صاحب فرماتے ہیں میں نے دو بار اسقاط حمل کیا ہے۔ اب توبہ کر لی ہے۔

مولانا علا الدین خواجہ سعد الدین کے خاص احباب میں سے ایک ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ میں اپنی شادی کے لیے حضرت سے رخصت لے کر کوہستان میں اپنے گھر چلا گیا اور چند سال وہاں رہا۔ ہمارے والدین زمیندار تھے۔ ٹیکس لینے والے ان پر بہت ظلم کرتے تھے۔ میں ایک بار ٹیکس لینے والے کے پاس گیا اور کہا کہ بھائی اتنا ہی ٹیکس لو جتنا حقیقت میں بنتا ہے۔ اس نے میرے ساتھ تلخ کلامی کی اور گالی بکی۔ میں نے دل میں مولانا کو یاد کیا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا کے ہاتھ میں تیر اور کمان ہے۔ یہ مجھے دے کر فرمایا کہ ظالم تحصیل دار کو مارو۔ جب میں نے اس پر تیر چلایا تیر اس کے سینہ میں لگا اور وہ مر گیا۔ دن چڑھا تو میں اس ظالم کے پاس گیا اور اسے اطلاع دی کہ توبہ کر لو وگرنہ آج یا کل تم پر بھاری مصیبت آنے والی ہے۔ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ وہ ہنسا' مذاق اڑایا اور مجھے مجلس سے باہر نکلوا دیا۔ قضا سے اسی دن فالج کے مرض میں مبتلا ہوا اور چند دنوں میں مر گیا۔

مولانا علاء الدین ہی کا بیان ہے کہ جب میں کوہستان میں اپنے گھر پر ہی تھا۔ ایک دن ایک اونچے درخت پر چڑھ کر پتے جھاڑ رہا تھا۔ اتفاق سے میں جس ٹہنی پر بیٹھا تھا' وہ ٹوٹی۔ میں ٹہنی سے الگ ہو کر گرا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ نمودار ہوئے اور مجھے راستہ میں ہی سے پکڑ کر زمین پر رکھ دیا اور مجھے بالکل چوٹ نہ آئی۔ جب میں وطن سے واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چاہا کہ اپنے گرنے کا قصہ بیان کروں مگر میرے عرض کرنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا:

> مولوی دریں کار ہیچ تعجب نیست افتادن ظالمان دیگر است و افتادن مظلومان دیگر

"مولوی اس میں بالکل میرا قصور نہیں۔ ظالموں کا گرنا اور

ہے' مظلوموں کا گرنا اور"

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں میرے دل میں کیمیا اور اکسیر بنانے کا بہت شوق تھا۔ میں رات دن کیمیا کے نسخے بنانے اور اس کی تیاری میں مصروف رہتا مگر کسی طور پر کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن میں حیران و پریشان بازار میں چار سوق (چوک) میں کھڑا فکر کیمیا میں غرق تھا کہ اچانک خواجہ سعدالدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ میرے پیچھے سے آئے' میرے دونوں کان اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر فرمایا:

قطعہ

کیمیائی کنم ترا تعلیم	که در اکسیر و در رضاعت نیست
رو قناعت گزیں که در عالم	کیمیائی به از قناعت نیست

آپ یہ قطعہ پڑھ کر تشریف لے گئے۔ اسی لمحہ سے میرے دل سے شغل کیمیا ایسے دور ہوا کہ اس کے بعد کبھی اس کا خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا۔

مولانا علاء الدین فرماتے ہیں کہ ابتدا میں میں مرید ہونے کے لیے خواجہ سعدالدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ علوم کلام کی تعلیم ترک کر دینی چاہیے اور علم باطنی سیکھنے چاہئیں۔ چنانچہ میں نے کتاب حدیث کے سبق کے ماسوا تمام علوم ترک کر دیے۔ حدیث میر سید اصل الدین سے پڑھتا تھا۔ صبح سویرے میں نے کتاب حدیث اٹھائی اور چل پڑا۔ چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ دیکھا کہ میرا جسم اتنا بھاری ہو چکا ہے کہ گویا کوئی بہت ہی وزنی بوجھ میرے سر پر رکھ دیا گیا ہے۔ میں بڑی مشکل سے ایک دو اور قدم چلا' اپنے سر کی پگڑی غائب پائی۔ ننگا سر ہونے سے بہت شرمندہ ہوا۔ چند قدم اور چلا

ہوں گا تو کندھے پر چادر موجود نہ تھی۔ دو تین قدم کے بعد قمیص بھی نہ رہی۔ اب میرے پورے جسم پر سوائے تہبند کے اور کپڑا نہ تھا۔ میں ڈر گیا اور دل میں سوچا کہ اگر دو قدم اور چلا تو یہ تہبند بھی نہ رہے گا اور میں بالکل ننگا ہو جاؤں گا۔ مجبوراً واپس ہوا اور جس جس جگہ پر چیزیں گراتا آیا تھا وہیں پر مجھے ملتی گئیں۔ یوں کہ بوجھل ہونے کی کیفیت بھی ختم ہوگئی۔ میں اپنے کیے پر پچھتایا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مودب بیٹھ گیا۔ خواجہ اس وقت مسجد جامع میں مشغول مراقبہ تھے۔ اچانک آپ میرے پاس تشریف لائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ طریقت میں حکم پیر کی متابعت ضروری ہے۔ میں سمجھ گیا کہ خواجہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہی میری یہ حالت ہوئی ہے۔

مولوی علاء الدین ہی کا بیان ہے کہ ایک رات کچھ دوستوں کے ساتھ سماع و وجد سننے کا اتفاق ہوا۔ علی الصباح جب خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ خواص اور علماء کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں موجود ہے۔ میں دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ پر غائبانہ خشمناک نظر ڈالی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کہ مجھ پر بہت بڑا وزن رکھ دیا گیا ہے۔ گویا بڑا پہاڑ میرے سر پر رکھ دیا گیا ہے۔ سانس لینے میں اتنی دشواری ہوئی کہ نزع کی سی حالت ہوگئی۔ میری پیشانی سے بارش کی طرح پسینہ ٹپکنے لگا۔ حضرت کے ایک خاص مرید مولانا شہاب الدین احمد سرہندی نے میری یہ حالت دیکھ کر میری سفارش کی اور میرے جرائم کی معافی کے لیے بہت زاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے پیروکار رقص و سماع میں مصروف ہوں۔ یہ کہہ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میرے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھی۔ اس کے ساتھ ہی بہت بڑا بوجھ میرے سر سے ہٹ گیا۔ میں نے اٹھ کر چہرہ زمین پر رکھا اور

آئندہ سماع سننے سے توبہ کرلی۔

وفات: بقول صاحب "رشحات" آپ کی وفات بوقت نماز ظہر بروز بدھ سات جمادی الاخر ۸۶۲ھ میں ہوئی۔ صاحب "مخبر الواصلین" نے آپ کا سال وفات ۸۶۰ھ تحریر فرمایا ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

قطعہ

یافت از حق مقام سعد مخلد   سعد دین اسعد زمان و زمین
عقل مشکل کشائے عالم گفت   رحلت پاک ز روئے یقین

۸۱۲ھ

خواجہ نظام خاموش قدس سرہ

آپ خواجہ نظام الدین خاموش رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ علوم ظاہری اور باطنی میں مہارت رکھتے تھے۔ شریعت پر عمل پیرا تھے۔ خراسان گئے تو سید قاسم تبریزی مولانا ابویزید پورانی اور شیخ زین الدین خوافی اور بہاوالد عمر سے مجلسیں ہوئیں اور فائدے اٹھائے۔

وفات: ۸۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

خواجہ ہر دو جہاں شیخ نظام   معدن انوار ہادی عزیز
رفت زین عالم بتار یخش بگو   "محرم اسرار ہادی عزیز"

۸۶۸ھ

خواجہ بونصر پارسا قدس سرہ

آپ خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند دلبند اور خلیفہ اعظم ہیں۔ نصیرالدین اور حافظ الدین آپ کے لقب ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم ہیں۔

صاحب "نفحات الانس" فرماتے ہیں "خواجہ ابونصر پارسا سرمایہ شریعت اور مخزن طریقت تھے اور اس میدان میں مشائخ کبار پر بھی سبقت لے گئے تھے۔ جب بھی کوئی شخص دینی یا دنیاوی مسئلہ پوچھتا تو پہلے زبانی جواب دیتے پھر فرماتے ہم کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کتاب کھولتے وہیں سے کھلتی جہاں وہ مسئلہ لکھا ہوتا تھا۔ ورق گردانی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور جس طرح مسئلہ بیان فرمایا ہوتا ہوبہو کتاب میں بھی ویسے ہی ہوتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے مسئلہ تلاش کرنے کے لیے ورق الٹے ہوں۔ یہ آپ کی کرامت تھی"۔ آپ شعر دوست تھے۔ یہ آپ ہی کا شعر ہے:

صبوری و رز و خورسندی نکوبین باش و نیکوظن
کہ در این چار چیز آمد کلید شاد مانیہا

وفات: آپ نے ۸۶۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات کے لیے یہ شعر "رشحات" میں درج ہے:

خواجہ اعظم ابو نصر آنکہ شد تکیہ گاہش مسند دار البقا
شیر او چوں با خدا پیوستہ شد زین سبب تاریخ شد شیر خدا

قطعہ از مولف

نصر چون باہزار منصوری وصل شد باتوصل جنت
"گوہر خلد" سال وصلش دان نر بونصر "بلبل جنت"

۸۶۵ھ ۸۶۵ھ

مولانا شہاب الدین احمد جندی قدس سرہ

آپ مولانا سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے مصاحب و محب ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم پر عبور تھا۔ ہرات کے تمام فضلا پر، علم و تقویٰ اور زہد و ریاضت میں فضیلت حاصل تھی۔ آپ قصبہ "جند" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام احمد ہے۔ آپ کے مرشد نے آپ کو شہاب الدین کا خطاب دیا تھا۔

مولانا شہاب الدین کے والد سے منقول ہے کہ ایک رات میں نے اپنے آپ کو "کوہ سینا" پر کھڑے دیکھا۔ ناگاہ شیخ الاسلام شیخ احمد جام قدس سرہ دور سے نمودار ہوئے۔ میں پاس گیا، سلام کیا، فرمایا کہ حق تعالیٰ تجھے فرزند صالح عطا کرے گا۔ اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔ چند دنوں کے بعد میرا بیٹا شہاب الدین احمد پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام احمد رکھا۔ بچپن سے ہی آپ میں بزرگی کے آثار ظاہر تھے۔ جوانی کی عمر کو پہنچے تو علوم ظاہری کے تبحر عالم ہوئے۔ اس کے بعد مولانا سعد الدین کے مرید ہوئے اور کمالات تک پہنچے۔

وفات: ۸۸۶ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

قطعہ

چوں شہاب الدین بجنت مثل ماہ ۔۔۔ ریتو افگن شد پئے تاریخ آن

"نیر اکبر شہاب الدین" بگو ۔۔۔ نیز فرما "آفتاب عارفان"

۸۸۶ھ ۔۔۔ ۸۸۶ھ

خواجہ قاسم قدس اللہ سرہ

آپ حضرت عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ احرار نقشبندیہ کے مقبول دوست،

پرانے ساتھی اور گہرے مخلص تھے۔ جذب و استغراق اعلیٰ درجہ کا تھا۔ کم کھاتے، کم سوتے اور مرشد کے حکم کی تعمیل میں زراعت و باغبانی میں مصروف رہتے اور ان کی زمین پر کام کرتے۔ آپ کو مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ سے شدید محبت تھی۔ خواجہ احرار مولانا قاسم رحمتہ اللہ علیہ سے جتنی محبت و عنایت کرتے اتنی اپنے کسی اور مرید سے نہ کرتے تھے۔

مولانا قاسم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے ۳۵ روز پہلے خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا حضرت! چاہتا ہوں کہ آپ پر اپنے آپ کو قربان کر دوں"۔ فرمایا "تمہارا کنبہ زیادہ ہے، تمہارے فوت ہونے سے سخت مصیبت پیش آئے گی" عرض کیا "میں نے اس بارے میں بارگاہ الٰہی میں دعا کی جو قبول ہوئی۔ اب جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا" پس اسی دن بیمار ہوئے اور ۳۵ دن تک بیمار رہے۔ بروز سوموار ۶ ماہ ذی الحجہ ۸۹۰ھ میں اس دار پرملال سے قرب ایزد متعال میں چلے گئے۔ خواجہ احرار کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا اور بہت رقت طاری ہوئی۔ خواجہ احرار نے آپ کی تاریخ وفات کہی جو یہ ہے:

شمع فقر قاسم انوار وجود   مستہلک بحر جمع دریائے شہود
زآں رو کہ سرشتہ بود از فیض وجود   تاریخ وفات او ز "فیاض کشود"

۸۹۰ھ

قطعہ از مولف

جناب قاسم آن پیر جہانگیر   کہ در علم لدنی بود عالم
بگو "سرور" بسال ارتحالش   "یکے ضامن" دگر "مخدوم قاسم"

۸۹۱ھ   ۸۹۱ھ

خواجہ علاء الدین اہری قدس سرہ

آپ کا نام محمد بن موقف ہے۔ اہرا قصبہ میں پیدا ہوئے جو کوہستان کا ایک دیہات ہے۔ مولانا سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے دوست اور ساتھی تھے۔ ظاہری علوم سیکھنے کے بعد تدریس کی۔ پھر محبت الٰہی کا جذبہ غالب آیا اور ترک دنیا کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک روز گھر میں بیٹھے تھے۔ دروازے بند تھے۔ دل میں سوچا کہ دین اور دنیا اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ مناسب ہے کہ اب تعلیم ترک کر دوں۔ اتنے میں گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی کہ "ترک نما و بیاسا" یہ آواز سن کر ان پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ گھر سے باہر نکلے' قبرستان پہنچے۔ دیکھا کہ نجم عمر نامی ایک مجذوب وہاں بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے گئے اور دل میں سوچا کہ اگر یہ مجذوب بھی اجازت دیتا ہے تو میں دنیاوی کام کاج چھوڑ دیتا ہوں۔ اسی خیال میں تھے کہ مجذوب نے سر اٹھا کر کہا "آج جس شخص نے تمہیں گھر میں آواز دی تھی کہ "ترک نما و بیاسا" وہ میں ہی ہوں۔ پس جا دنیا کا کام چھوڑ اور حق کے ساتھ آرام پا کیونکہ نیکی کے کام میں کسی استخارہ کی ضرورت نہیں" اس سے ان کا ترک دنیا کا جذبہ اور قوی ہوگیا۔ وہاں سے اٹھے اور خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ دیکھا کہ وہ بھی مراقبہ میں سر ڈالے بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ خواجہ نے سر اٹھا کر فرمایا "ترک نما و بیاسا" فوراً خواجہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا' بیعت کی۔ آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ حتیٰ کہ کاملین میں شمار ہوا۔

خواجہ علاء الدین اہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بیمار ہوا اور اتنا لاغر ہوگیا کہ گویا نقش بستر بن کے رہ گیا۔ دوست' رشتہ دار میری زندگی سے مایوس ہوگئے۔ ایک دن دل میں حضور خواجہ سعد الدین رحمتہ اللہ

علیہ کا تصور کیا اور مراقبہ کیا۔ جب حضوری نصیب ہوئی تو اپنی تندرستی اور صحت یابی کے لیے عرض کی۔ آپ نے فرمایا پڑھ:

بسم اللہ حسبی اللہ وہی اللہ توکلت علی اللہ اعتصمت باللہ

فوضت امری الی اللہ ماشاء اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

جب فارغ ہوا تو مجھے یہ کلمات حفظ تھے۔ ان کو مستقلاً پڑھتا رہا اور مرض سے شفا پائی۔

شیخ علاء الدین، شیخ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ سفر حجاز میں تشریف لے گئے۔ مکہ شریف پہنچے اور چند سال خانہ کعبہ کے قریب رہنے کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ عبدا لکثیر رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت بھی حاصل رہی۔ وہاں ایک خشک ملا تھا جو علم طریقت سے بے بہرہ تھا۔ ایک مرتبہ سادات، مشائخ اور علماء کا مجمع تھا کہ اس خشک ملا نے جو درویشوں کے حال کا منکر تھا شیخ کی باتوں میں اچانک مداخلت کی اور ناحق شبہات ظاہر کیے اور اپنے مرتبہ سے بڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ خواجہ علاء الدین نے اسے ڈانٹا۔ فرمایا کہ باادب رہو۔ اللہ والوں کے سامنے اس طرح کی گستاخانہ گفتگو مناسب نہیں ہے۔ وہ ملائے خشک پہلے سے بھی زیادہ گستاخ ہوگیا اور کہنے لگا پیری اور چیز ہے اور اعتراض کا جواب دینا اور چیز ہے۔ خواجہ علاء الدین کو غصہ آیا۔ اسے نگاہ تیز سے دیکھا اور فرمایا "بتاؤ کیا شبہہ ہے؟ اور کون سا اعتراض ہے تاکہ مں جواب دوں" اس شخص نے بات کرنی چاہی مگر نہ کر سکا۔ منہ کے بل گرا اور مرگیا۔

خواجہ علی بن حسین کاشفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں خواجہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ دیکھا کہ دو طالب علم آپ سے کتاب مشکوۃ المصابیح پڑھ رہے ہیں اور مولانا کی توجہ طالب علموں

کی طرف نہیں ہے۔ دل میں سوچا کہ یہ کیا بات ہے کہ طالب علم کتاب پڑھ رہے ہیں اور مولانا کا خیال اور طرف ہے۔ ابھی یہ خیال پورا بھی نہ ہوا تھا کہ مولانا نے میری طرف توجہ کر کے فرمایا "میں نے کئی بار طالب علموں سے کہا ہے کہ میں سبق پڑھانے کے لائق نہیں ہوں کہ ہمارا دل اور طرف مائل ہوتا ہے مگر یہ ہماری بات نہیں مانتے اور آجاتے ہیں پس آپ ان سے کہیں کہ شاید مان جائیں"۔ میں یہ سن کر شرمندہ ہوا' معذرت کی اور استغفار پڑھی۔

خواجہ علاء الدین کے صاحبزادے غیاث الدین رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہمارے گھر کے برابر ایک گھر تھا جو اکثر اوقات خالی رہتا تھا۔ ایک چاندنی رات میں آدمیوں کی باتیں کرنے کی آواز میرے کان میں پڑی۔ چونکہ یہ گھر کافی عرصہ سے خالی تھا اس لیے متعجب ہوا۔ چھت پر جا کر اس گھر کی طرف دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت ایک تخت پر آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ میں فوراً پلٹا اور اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔ صبح سویرے جب اپنے والد بزرگوار سے ملا تو فرمایا "بابا غیاث الدین! چھت پر جا کر ہمسایہ کے گھر کی طرف دیکھنا اور ان کا شب خوابی کا کمرہ دیکھنا مناسب نہیں ہے۔ پڑوسی کے گھر سے آواز آئے تو آتی رہے فضول حرکت نہیں کرنی چاہیے"۔

وفات : خواجہ علاء الدین رحمتہ علیہ نے بروز سنیچر ۱۵ جمادی الثانی ۸۹۲ھ میں دار اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے تخت پر ہے۔ کتاب "رشحات" میں آپ کی تاریخ وفات یہ لکھی ہے:

پیر اہل حق علاء الدین کہ رفت   روح پاکش شد بجنت بر سریر
خواستم تاریخ سال رحلتش   عقل دور اندیش گفتا "رفت پیر"

۸۹۲ھ

قطعه از مولف

چو در فردوس والا کرد منزل شد از دنیا علاء الدین مخدوم
سخی عالی مکان و مثلش رقم کن دگر فرما "علاء الدین مخدوم"
۸۹۲ھ ۸۹۲ھ

خواجہ برہان الدین ختلانی قدس سرہ

آپ خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ نقشبندیہ کے معتمد رفیق ہیں۔ لڑکپن میں ہی علوم ظاہری سیکھ کر دستار فضیلت باندھی۔ سمرقند میں دو آدمیوں کو مادرزاد عالم کہا جاتا تھا۔ ایک مولانا زادہ عثمان' دوسرے مولانا برہان الدین ختلانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ نے فارغ التحصیل ہو کر چالیس سال تک خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کی۔ سفرو خضر میں آپ کے ساتھ رہے۔ خاص طور پر اس سفر میں جو حضرت نے مرزا سلطان احمد حاکم سمرقند کے ہمراہ ترکستان کی طرف کیا تھا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ایک بڑی فوج جس میں چار ہزار مغل' چار ہزار ازبک اور تین ہزار بت پرست بھی ہیں مرزا سلطان احمد کے لشکر کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ کئی قصبے تاخت و تاراج کر چکے ہیں۔ چونکہ سلطان احمد کی فوج کی تعداد کم تھی اور مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے سلطان حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نیازمندی ظاہر کی۔ خواجہ احرار نے مولانا برہان الدین کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے حجرہ میں تنہائی میں بیٹھ کر دشمن فوج کی تسخیر پر توجہ کریں۔ جب تک دشمن اسلام کے تابع

نہیں ہو جاتا برہان الدین ہمارے پاس نہ آئیں۔ حضرت خود بھی ایک دن رات مراقبہ میں رہے۔ دوسرے دن مخالف فوج کے افراد گروہ در گروہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اسلام قبول کرنے لگے۔ انہوں نے سمرقند سے متعلقہ دیہات پر حملہ کر کے جو مال و اسباب لوٹا تھا وہ بلاکم و کاست واپس کر دیا۔ حضرت خواجہ احرار نے ان لوگوں پر بے شمار نوازشات کیں اور سب کو اپنا مرید کر لیا۔ پھر انہیں اپنے اپنے وطن بھیج دیا۔ اپنے دو خادم ان لوگوں کے ہمراہ کر دیے۔ ایک حافظ قرآن اور دوسرے فقیہ تاکہ سب کو قرآن کی تعلیم دیں اور مسائل کی تلقین کریں۔

واقعہ وفات: خواجہ برہان الدین نے ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ آپ اپنے پیر و مرشد خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے سمرقند میں فوت ہوئے اور سمرقند کے "گورستان ملایان" میں دفن ہوئے۔

قطعہ

رفت زیب عالم چو در باغ بہشت	پیر عاشق زندہ دل برہان دین
"قطب کامل خاص" تاریخش بگو	نیز "عاشق زندہ دل برہان دین"

مولانا جعفر قدس سرہ

آپ بھی خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے صاحب کمال اور صاحب حال و مال خلیفہ ہیں۔ آپ عارف کامل اور عالم و عامل تھے۔ آپ پر استغراق اور بے خودی غالب رہتی تھی۔ نماز میں قرات لمبی کرتے تھے۔

وفات: آپ کے خواجہ احرار کے سامنے ۸۹۳ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

قطعہ

رفت چوں زیں جہان بخلد برین شیخ دین خواجہ جہاں جعفر
سال تاریخ رحلتش گفتم "عارف کامل زمان جعفر"

۸۹۳ھ

خواجہ محمد اکبر المشہور بخواجہ کلان قدس سرہ

خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے پہلوٹھے بیٹے اور ان کے عظیم خلیفہ ہیں۔ حضرت آپ کو سب بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپ پر بہت مہربان تھے۔ چنانچہ پدر بزرگوار کی کمال تربیت سے علوم ظاہری میں طاق اور رموز باطنی میں شہرہ آفاق تھے۔ والد کی وفات کے بعد مسند ارشاد کو رونق بخشی اور ہزاروں طالبان حق کو مطلوب تک پہنچایا۔

وفات: آپ ۸۹۴ھ میں داغ مفارقت دے گئے۔

قطعہ

چو رفت آن خواجہ اکبر بجنت بتاریخش قلم برداشت "سرور"
رقم شد "رحمت حق سید دین" دگر کامل ستون دین اکبر

۸۹۴ھ ۸۹۴ھ

خواجہ ناصر الدین عبداللہ بن محمود بن شہاب الدین احرار نقشبند قدس سرہ

آپ خواجہ محمد باقی بغدادی کی اولاد ہیں۔ ابتدا میں ولایت "شاش" میں رہائش تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد میں سے ہیں۔

باغستان' تاشقند کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ شیخ عمر باغستان کی نسبت سولہ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے۔ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجدہ محمود شاشی ہیں جو اپنے عہد میں ولایت طریقت کے والی اور وادی حقیقت کے ہادی تھے۔ اگرچہ خواجہ احرار کو بہت سے بزرگوں سے نسبت طریقت تھی مگر آپ کو طریقت میں خاص نسبت حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ سے تھی اور آپ کا سلسلہ بیعت خواجہ یعقوب سے درست طور پر ثابت و واضح ہے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد تاشقند سے نکلے۔ سمرقند اور بخارا وغیرہ کی جگہ جگہ سیر کی۔ خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند کے کئی خلفاء سے ملے' ان کی مجلسوں میں گئے اور باطنی فیض حاصل کیا۔ آخر سمرقند پہنچے اور ایک بزرگ ولی سید قاسم کی خدمت میں آئے۔ مولانا شرف الدین خاموش سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں۔ خواجہ سراج الدین بیرمنی' مولانا حسام الدین' مولانا حمید شاشی اور خواجہ علاء الدین وغیرہ کی زیارت کی۔ اس کے بعد خواجہ یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضری دی۔ ان کی بیعت کی اور مرید ہوگئے۔ چند سال آپ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک کی تکمیل کی۔

صاحب کتاب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں کہ جب خواجہ احرار کے دادا خواجہ شہاب الدین کا آخری وقت آیا تو اپنے دونوں بیٹوں خواجہ محمد اور خواجہ محمود رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ اپنے اپنے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ تاکہ الوداع کروں۔ پہلے خواجہ محمد اپنے دونوں بیٹوں کو لائے۔ انہیں الوداع کیا گیا۔ بعد ازاں خواجہ محمود نے اپنے صاحبزادے خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کو پیش کیا۔ وہ اس وقت سب سے چھوٹے تھے۔ جونہی خواجہ شہاب

الدین کی نظر ان پر پڑی تو بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ خواجہ عبیداللہ کو گود میں بٹھایا اور فرمایا "جس بیٹے کی حق تعالیٰ کی طرف سے مجھے بشارت ملی تھی وہ یہی ہے۔ جلد ہی یہ پیر عالمگیر ہوگا' شریعت کی ترویج کرے گا اور طریقت کو رونق بخشے گا۔

جب خواجہ احرار سمرقند میں تھے' مرزا بابر اور مرزا شاہ رخ لاکھوں کا لشکر جرار لے کر خراسان سے سمرقند کو فتح کرنے کے لیے آئے' سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ حاکم سمرقند مرزا سلطان ابوسعید حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی فوجی طاقت کی کمی کا اظہار کیا' فرار کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے اسے تسلی دی اور فرمایا شہر میں ہی رہو فتح تمہیں ہی حاصل ہوگی۔ اس وقت سلطان کی فوج کا حوصلہ پست ہو چکا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ خواجہ ہم سب کو مروائیں گے۔ دس ہزار فوج بھلا لاکھوں کی فوج کا کیا مقابلہ کرے گی؟ ادھر بابری لشکر کے امیر الامرا اور سپہ سالار خلیل ہندو نے اپنی فوج کے ساتھ سمرقند کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سلطان ابوسعید کی طرف سے کچھ فوج قلعہ سمرقند کے اندر سے نکل کر باہر آئی اور دشمن سے جنگ شروع کر دی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ معمولی جنگ کے بعد مخالف فوج کا سپہ سالار خلیل ہندو گرفتار کر لیا گیا۔ بابری فوجیوں کی کافی تعداد کو بھی سمرقندیوں نے جنگی قیدی بنا لیا۔ اس کے ساتھ ہی جنگ رک گئی۔ چند دنوں کے بعد بابری فوج میں وبا پھیل گئی۔ ہزاروں فوجی طاعون سے مر گئے۔ مرزا بابر نے مجبور ہو کر صلح کے لیے مولانا محمد کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ صلح ہوئی' خلیل ہندو کو رہا کروانے کے بعد بابری فوج کوچ کر گئی۔

ایک اور مرتبہ مرزا سلطان محمود' جو حاکم سمرقند مرزا سلطان احمد کا بھائی تھا سمرقند فتح کرنے کے ارادہ سے عظیم فوج لے کر اور چغتائی لشکر کی کمک

لے کر سمرقند کے قریب پہنچا۔ مرزا سلطان احمد کے پیر و مرشد خواجہ احرار نے سلطان محمود کو ایک خط لکھا جس میں اسے شرعی دلائل دے کر مخلوق خدا کو تکلیف نہ پہنچانے کی نصیحت کی۔ اس کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مرزا سلطان احمد کے پاس فوج کی تعداد کم تھی۔ وہ بے حد خوفزدہ ہوا اور بھاگنا چاہا۔ خواجہ احرار نے فرمایا "تم جامع مسجد کے ایک حجرہ میں بیٹھ جاؤ' جنگ کرنا اور دشمن کو بھگانا یہ ہمارا کام ہے" چنانچہ آپ نے اپنے خلفاء مولانا سید حسن' مولانا قاسم' میر عبدالاول اور مولانا جعفر کو حکم دیا کہ آپ چاروں ساتھی شہر کے دروازوں کی منڈیر پر چلے جاؤ جس طرف مرزا سلطان محمود کی فوج ہے۔ وہاں جا کر مراقبہ میں بیٹھو اور دشمن کو بھگانے پر توجہ دو۔ اور جب تک دشمن بھاگ نہ اٹھے ہمارے پاس نہ آنا۔ پھر آپ نے فوج کو جنگ کا حکم دیا۔ جب لڑائی کی آگ بھڑکی تو دشت خنچاق کی طرف سے بادل اور آندھی اٹھی۔ دنیا تاریک ہوگئی' حالت یہ ہوگئی کہ دشمن کے کسی شخص کو آنکھ کھولنے کی ہمت نہ رہی۔ مگر سمرقندی فوج مصروف جنگ تھی اور ان پر مٹی اور آندھی کے طوفان کا کچھ اثر نہ تھا ادھر دشمن کی فوج کے خیمے اکھڑ گئے بلکہ اڑ گئے۔ گھوڑے اور خچر رسیاں تڑوا کر کوہ و بیابان میں آوارہ ہوگئے۔ غرضیکہ دشمن کی پوری فوج تتر بتر ہوگئی اور گروہ در گروہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ادھر حاکم سمرقند کی فوج نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے گھوڑے اور خچر اور بہت سامان لوٹ لیا اور شہر میں لے آئے۔ جب غنیم کی فوج مفرور ہوگئی سمرقند کی فوج کو فتح حاصل ہوگئی تو چاروں بزرگوں نے مراقبہ ختم کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان احمد مرزا کو حجرہ سے باہر لا کر تخت سلطنت پر بٹھایا۔

شاہ رخ مرزا کے صاحبزادے شیخ ابوسعید سے نقل ہے کہ جب خواجہ

احرار رحمتہ اللہ علیہ ہرات میں تھے تو بندہ کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ مجھ پر بے حد عنایت و شفقت فرماتے۔ اس وقت میں ایک خوبصورت عورت کی طرف مائل تھا۔ ایک روز اس عورت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس عورت سے ہم آغوش ہونا چاہا تو اچانک مکان کے باہر سے خواجہ کی آواز کی طرح کی آواز سنائی دی کہ اے ابوسعید! کیا کر رہا ہے؟ اور یہ کیسی حرکت تم سے سرزد ہو رہی ہے؟ یہ آواز سنتے ہی مجھ پر خوف و رعب غالب ہو گیا۔ آثار شہوت یکسر زائل ہو گئے۔ عورت کو دوڑا دیا اور سیدھا حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا "اے ابوسعید! اگر توفیق حق تیرا ساتھ نہ دیتی تو شیطان تمہیں بھٹکا چکا ہوتا"۔

ابوسعید مرزا ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شراب پینے کا سودا میرے سر میں سمایا۔ چونکہ میں خود گھر میں شراب نہیں لاسکتا تھا اپنے نوکر سے کہا جب رات کا ایک پہر گزر جائے تو تم کوزہ شراب میرے گھر کی دیوار کے نیچے لانا۔ میں اوپر سے اپنی پگڑی پھینک کر اسے اوپر کھینچ لوں گا۔ غرض وقت مقررہ پر میرا نوکر کوزہ شراب لایا۔ میں نے اپنی پگڑی لٹکائی۔ اس نے پگڑی کے ساتھ کوزہ باندھ دیا۔ میں اوپر کھینچ رہا تھا کہ کوزہ دیوار کے ساتھ ٹکرایا اور ٹوٹ گیا۔ مجھے بہت پریشانی ہوئی اور صدمہ پہنچا۔ میں اسی حالت میں سو گیا۔ صبح میں نیچے دیوار کے پاس گیا اور ٹوٹے ہوئے کوزہ کو دور پھینک دیا۔ پانی لا کر زمین صاف کر دی تاکہ شراب کی بو زائل ہو جائے۔ اس کے بعد خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب سے پہلی بات آپ نے یہ کی کہ رات کو میں نے کوزہ کھینچنے کی آواز سنی جو تم نے محل سے چھت کی طرف کھینچا تھا اگر وہ کوزہ نہ ٹوٹتا تو ہمارا دل ٹوٹ جاتا اور پھر کسی صورت ملاقات نہ ہو سکتی۔ یہ بات سن کر میں بہت شرمندہ ہوا۔

ایک روز خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ سوار ہو کر صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ میرا غلام کئی دنوں سے بھگوڑا ہو چکا ہے۔ میرے سارے کاروبار کا دارومدار اس پر تھا۔ کہیں سے اس کی اطلاع نہیں مل رہی۔ اگر آپ اس بارے میں توجہ فرمائیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ حضرت نے ایک لحظہ کے لیے اپنی طرف توجہ فرمائی پھر کہا کہ فلاں گاؤں میں جا کر اپنا غلام تلاش کرو جو ایک کوس سے زیادہ فاصلہ پر نہیں' وہیں مل جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ عرض کی میں کئی بار وہاں گیا ہوں اور تلاش کیا ہے لیکن وہ نہیں ملا۔ فرمایا کہ پھر جاؤ' مل جائے گا۔ وہ شخص اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس گاؤں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ غلام پانی کا گھڑا سامنے رکھے حیران بیٹھا ہے۔ قریب پہنچ کر اسے پکڑ لیا اور حال پوچھا تو وہ بولا کہ جب میں آپ کے گھر سے بھاگا تھا تو ایک شخص نے مجھے پکڑ کر خوارزم میں ایک امیر آدمی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ میں اس شخص کی خدمت کرنے لگا۔ آج اس شخص نے مجھے پانی لانے کا حکم دیا۔ میں پانی کا گھڑا اٹھائے کنوئیں پر گیا' گھڑا بھرا' سر پر رکھا تو اپنے آپ کو یہاں پایا۔ حیران ہوں کہ کہاں ولایت خوارزم اور کہاں یہ جگہ؟ میں کہاں تھا اور کہاں آگیا؟ اور یہ پلک جھپکنے میں مجھے کون یہاں لے آیا؟ یہ بات سن کر اس شخص پر خاص کیفیت طاری ہوئی' فوراً غلام کو آزاد کر دیا اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوگیا۔

ولادت: خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں ہوئی۔ صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ خواجہ نے پیدا ہونے کے چالیس دن تک ابھی والدہ کا دودھ نہ پیا۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہی ہوتی ہے۔ جب والدہ نے غسل طہارت کر لیا تو آپ نے دودھ پیا۔ آپ باغستان میں پیدا ہوئے جو ملک تاشقند میں ایک گاؤں ہے۔

وفات: یکم محرم ۸۹۵ھ میں بیماری آپ پر غالب ہوئی اور بروز ہفتہ ۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ آپ ۸۹ دن بیمار رہے۔ آپ کی عمر بھی ۸۹ سال تھی۔ آپ کا مزار شریف سمرقند میں ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت

عبیداللہ والا خواجہ دین — امام ہر دو عالم شاہ ابرار

دلش چوں اہل شوق و ذوق حق بود — شدہ تولید او از ذوق اظہار

۸۰۶ھ

قطعہ تاریخ وفات

رفت چون از جہان بہ خلد برین — خواجہ احرار شیخ عالی جاہ

ہست کامل ولی شہ جنت — سال ترحیل آن "خدا آگاہ"

۸۹۵ھ

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ باسرارہ السامی

اصلی لقب: عماد الدین۔ **نام:** عبدالرحمٰن

مشہور لقب: نور الدین۔

والد کا نام: مولانا نظام الدین احمد غلامی

پہلے اصفہان میں رہائش تھی بعد میں حوادث زمانہ کی وجہ سے ترک وطن کر کے "خرخرجام" تشریف لائے۔ آپ کے آباؤ اجداد کی نسبت چند واسطوں سے امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ بچپن سے ہی آپ پر بزرگی کے آثار واضح تھے۔ بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن شریف حفظ کر لیا۔ صرف، نحو، منطق، معانی کے علوم میں نمایاں فضیلت حاصل کی۔ ہرات

میں مولانا خواجہ علی سمرقندی کا درس تھا۔ وہ اپنے دور کے عظیم محقق تھے۔ ان کے مدرسہ سے ملا جامی نے تمام ظاہری علوم حاصل کیے۔ اب علوم باطنی سیکھنے کی تڑپ پیدا ہوئی تو ہرات سے سمرقند آئے اور خواجہ سعدالدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے مرید ہوگئے۔ آپ نے سخت ریاضت اور مجاہدے کیے۔ جب جذب اور کیفیت میں قوی ہوگئے تو بے تابانہ سفر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں تھوڑا سا شعور بیدار ہوا تو مرشد کے دیدار کا شوق غالب آیا۔ آپ بے اختیار ہو کر واپس آئے۔ مرشد کی خدمت میں حاضری دی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک خواجہ فخرالدین، برہان الدین، جلال الدین اور شرف الدین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت سے شرف یاب ہوئے۔ پھر خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت سے استفادہ کا موقع ملا۔ وہیں تکمیل پائی اور ظاہر و باطن میں مکمل ہوگئے۔ بارہ سال تک اس باکمال شخصیت کی خدمت میں حاضر رہے۔ پھر ہرات سے سفر حجاز کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں نیشاپور، سبزوار اور بسطام وغیرہ میں بعض اولیاء حضرات کی زیارتوں سے مشرف ہوتے ہوئے بغداد پہنچے اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے روضہ منورہ اور بغداد کے دیگر بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ بغداد سے دشت کربلائے معلیٰ گئے۔ وہاں سید الکونین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مطہرہ اور دیگر شہداء کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کی زیارت کی۔ واپس بغداد آئے۔ شیعہ مذہب کے چند علماء نے مولانا جامی کی تصنیف "کتاب سلسلتہ الذہب" کے کچھ شعروں پر اعتراض کیا اور مولانا سے بحث کرنی چاہی۔ چنانچہ مجادلہ و مباحثہ کے لیے ایک عظیم مجلس منظم کی گئی۔ علماء، صلحائے، اور حکمران سبھی آئے۔ شیعہ

علماء کی طرف سے "نعمت حیدری" نامی ایک شخص جو ان سب سے زیادہ علم مناظرہ میں بڑھا ہوا تھا مولانا سے مقابلہ کرنے کے لیے محفل میں حاضر ہوا۔ مولانا نے اس سے پوچھا کہ آپ ہمارے ساتھ شریعت کی رو سے بحث کریں گے یا طریقت کی رو سے؟ وہ بولا دونوں طریقوں سے۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنی مونچھوں کے بال درست کرو جو لمبے ہیں اور حد شرع سے بڑھے ہوئے ہیں تاکہ میں تمہارے ساتھ بات کروں۔ جب تک تیری لبوں کے بال درست نہیں ہو جاتے شریعت کی بات تیرے ساتھ کرنا حرام ہے۔ بغداد کا حاکم مجلس میں حاضر تھا۔ اس نے قینچی لانے کا حکم دیا مگر حاضرین نے قینچی کا انتظار نہ کیا اور قینچی آنے سے پہلے ہی "نعمت حیدری" کی مونچھوں کے سب بالوں کو نعمت عظمیٰ اور تبرک کبریٰ سمجھ کر ہاتھوں سے اکھیڑ لیا۔ اس حالت سے گزرنے کے بعد نعمت حیدری کو بات کرنے کی ہمت نہ رہی۔ آخر ناکام و نامراد ہو کر محفل سے اٹھا اور چلا گیا۔

مولانا بغداد سے مدینہ مقدسہ تشریف لے گئے اور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی۔ وہاں سے نجف شریف آئے اور امیر المومنین اسد اللہ غالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے روضہ مطہرہ کا دیدار کیا۔ واپس پھر مدینہ منورہ گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد مکہ معظمہ پہنچے۔ طواف بیت اللہ کیا۔ مناسک حج ادا کیے۔ وہاں سے واپس مدینہ شریف گئے۔ اب آپ نے شام، روم، حلب اور دمشق کی سیر کی۔ بالآخر خراسان گئے۔ اس طویل سفر میں آپ نے سینکڑوں اولیاء اللہ اور روئے زمین کے قطب حضرات کے ساتھ ہم نشینی کی اور ولایت کے درجات کی ترقی سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

ایک کسان نے مولانا جامی سے اونٹ خریدا اور اس پر بوجھ لادا۔ چند

دنوں کے بعد اونٹ جس پر بہت زیادہ بوجھ لادا جاتا تھا دریا کی ریت میں گرا اور مر گیا۔ وہ کسان مولانا کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے نہایت کمزور' عیب دار اور بیمار اونٹ مجھے دے دیا تھا جو تھوڑے ہی دنوں میں مر گیا۔ اب آپ مجھے میرے پیسے واپس کر دیں۔ اس نے خواجہ کے حضور بے ادبی اور بدگوئی کی۔ خواجہ نے رقم اسے واپس کر دی اور نہایت تیز نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ باہر نکلا' چند قدم چلنے کے بعد گرا' بے ہوش ہوا۔ جب دیکھا تو مرا پڑا تھا۔

مولانا شمس الدین محمد روحی خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ ایک روز میں اور مولانا جامی دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ ایک ایک مردہ خارپشت پانی پر ظاہر ہوا۔ مولانا نے اسے پانی پر سے پکڑ لیا۔ زمین پر رکھا۔ ایک ساعت بعد اپنا دست مبارک اس کی پیٹھ پر ملا۔ اس نے حرکت کی اور اپنی دونوں آنکھیں کھولیں اور خلاف عادت زمین سے کود کر خواجہ کے زانو پر بیٹھ گیا۔ جب آپ دریا کے کنارے سے اٹھے اور شہر کا رخ کیا تو خارپشت زمین پر رکھ دیا اور چل پڑے۔ خارپشت بھی مولانا کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور بڑی کوشش کر کے مولانا کے برابر آ گیا۔ آخرکار چند سوار ہمارے اور خارپشت کے درمیان آ گئے اس وجہ سے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

مولانا کا ایک شاگرد عالم سفر حجاز میں مولانا کے ساتھ تھا۔ ایک روز وہ طواف بیت اللہ کر رہا تھا کہ اچانک ایک نہایت حسین و جمیل شخص اس کے پاس سے گزرا۔ اس عالم نے اس کی طرف رغبت سے دیکھا۔ دیکھتے ہی اس کی آنکھ کو ایسی سخت تکلیف ہوئی گویا کسی نے اس کی آنکھ میں تیرا مارا ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ درد اور تکلیف کے مارے

وہ وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب آنکھوں کا پانی خشک ہوگیا اور حالت سنبھلی تو مولانا کی خدمت میں آیا۔ مولانا کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا "ہمارے شاگردوں میں سے کچھ لوگ عین طواف کعبہ میں خوبصورت آدمیوں کو دیکھتے ہیں۔ پس ایک فرشتہ کو حکم ہوتا ہے، وہ ان کے منہ پر طمانچہ مارتا ہے جس سے ان کی آنکھوں سے پانی نکل کر ان کے رخساروں پر بہنے لگتا ہے۔ وہ لوگ درد اور تکلیف سے وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور جب آنکھوں کا پانی خشک ہو جاتا ہے اور حالت سنبھل جاتی ہے تو ہمارے پاس آ جاتے ہیں" جس شخص پر یہ حالت گزری تھی یہ بات سن کر سخت شرمندہ ہوا۔ حضرت کے پاؤں پر گر پڑا اور معذرت کی۔

مولانا کا ایک شاگرد ہرات میں بیمار تھا جب کہ مولانا سفر حجاز پر تھے۔ آخر اس مریض کی یہ کیفیت ہوگئی کہ وہ ایک گھڑی کا مہمان نظر آنے لگا۔ گھر والوں نے یہ دیکھ کر ان کے کفن و دفن کا انتظام کر لیا۔ اس مشکل گھڑی میں اس نے مولانا کو یاد کیا۔ یاد کرنے کی دیر تھی کہ ایک ساعت کے لیے اس پر حالت بیہوشی طاری ہوگئی۔ وہ سوگیا۔ خواب میں دیکھا کہ کہ مولانا جامی تشریف لائے ہیں اور فرمایا ہے کہ اے شخص! ہم تیری حالت سے غافل نہیں ہیں۔ انشاء اللہ تو ٹھیک ہو جائے گا۔ بیدار ہوا تو وہ تندرست تھا۔ گویا کہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔ گھر والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بیمار سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے شفا پائی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اس بزرگی کے باوجود مولانا جامی کبھی اپنی درویشی یا کرامت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ مولانا نے کئی کتابیں لکھیں جن کی تعداد چوالیس ہے۔ یہی لفظ "جام" کے اعداد ہیں۔ چنانچہ آپ کی کتابیں یوسف

زلیخا' سلسلتہ الذہب اور شرح ملا وغیرہ پوری دنیا میں مشہور و معروف ہیں اور کسی کو بھی ان کی اہمیت و افادیت سے مجال انکار نہیں۔

ولادت: آپ خرخرجام میں بوقت عشاء ۲۳ شعبان المعظم ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: جمعہ کے دن ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے تین سال بعد فوت ہوئے۔ آپ کی عمر ۸۱ برس ہے۔ آپ کا مزار مبارک "خیابان ہرات" میں ہے۔

اولاد: حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کی پاکدامن صاحبزادی سے مولانا کا نکاح ہوا۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ اول صفی الدین جو ایک سال کی عمر میں فوت ہوئے اور ان کی تاریخ وفات "فخر" کے لفظ سے نکلتی ہے کہ اس سے ۸۸۸ھ کا سن معلوم ہوتا ہے۔ دوم خواجہ ضیاء الدین۔ آپ بدھ ۹ شوال ۸۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات بروز جمعہ وقت چاشت ۵ شوال ۹۱۹ھ میں ہوئی۔ سوم خواجہ ظہیر الدین آپ خواجہ ضیاء الدین کی وفات کے نو سال بعد پیدا ہوئے اور مولانا جامی کی وفات کے وقت آپ کی عمر چار سال تھے۔ خواجہ ظہیر الدین نے بروز جمعرات ۵ محرم ۹۲۸ھ میں وفات پائی۔ یہ مولانا کے سب سے پہلے بیٹے تھے۔ پیدا ہونے کے بعد ایک دن زندہ رہے اور ابھی آپ کا نام بھی نہ رکھا گیا تھا کہ رحمت حق سے جا ملے۔

کتاب "رشحات" میں درج مولانا جامی کی تاریخ وفات

جامی کہ بود بلبل جنت قرار یافت — فی روضہ مخلدۃ ارضہا اسماء

کلک قضا نوشت از ان بر در بہشت — تاریخہ و "من دخلہ کان منا"

قطعہ تاریخ ولادت از مولف

خواجہ جامی ولی ساقی جام | جرعہ نوش جام حب کبریا
"صاحب توقیر" گو تولید او | نیز "والی جہان مشکل کشا"
۸۱۷ھ | ۸۱۷ھ

قطعہ تاریخ وفات از مولف

وصل او بدر الکرامت گفتہ ام | تاشد از تاریخ حاصل مدعا
۸۹۸ھ

نیز فرما "خواجہ جامی بزرگ" | بہر وصل آن امام اولیاء
۸۹۸ھ

سید میر عبدالاول قدس سرہ

آپ خواجہ احرار کے مشہور صاحب اور جان نثار مخلص ہیں۔ ابتدا میں نیشا پور سے ماورا النہر حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے' بیعت کی اور سات سال آپ کی صحبت میں رہے۔ حضرت نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرما لیا۔ اپنی صاجزادی ان کے نکاح میں دی۔ اس خاتون سے سید میر کے تین صاجزادے ہوئے جو بڑے میر (میر کارن) درمیانے میر (میر میانہ) اور چھوٹے میر (میر خورد) کے نام سے مشہور تھے۔

وفات: یکم ذی الحجہ ۹۰۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

قطعہ

یافت چون آخر مکان اندر بہشت | عبد اول پیر میر محترم
سید کونین مخدوم آمدہ است | سال آں روشن ضمیر محترم

مولانا شمس الدین محمد روجی قدس سرہ

آپ خواجہ سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مشہور مصاحب ہیں۔ مولانا جامی کی صحبت سے بھی فیض اٹھایا۔ علوم ظاہری و باطنی پر عبور تھا۔ رموز صوری اور معنوی کے مظہر تھے۔ جامع ہرات میں طالبوں کو دعوت حق دیتے۔ روج نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے جو ہرات سے نو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں کہ مولانا شمس الدین کی پیدائش سے پہلے ان کے والد کا ایک پانچ سالہ بیٹا فوت ہو چکا تھا اس لیے وہ نہایت غمگین رہتے تھے۔ ایک رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا دل خوش رکھو کہ جناب حق سے تجھے ایک بیٹا عطا کیا جائے گا جو صاحب دولت دین و دنیا ہوگا۔ لمبی عمر پائے گا۔ اس کے بعد شمس الدین پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی آثار ولایت و بزرگی آپ کی پیشانی سے عیاں تھے۔ آپ کے والد سوداگر اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ خواجہ شمس الدین نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض و برکت پائے۔ علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہو کر خواجہ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوئے، بیعت کی اور تکمیل کی۔ ان کی وفات کے بعد مولانا جامی جب تک زندہ رہے، آپ ان کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔

ایک بار خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ تین رات دن تک مسجد جامع میں مشغول عبادت رہے اور کچھ نہ کھایا۔ چوتھے دن بھوک کی آگ کا شعلہ

بھڑکا۔ اٹھے اور کھانے کی تلاش میں مسجد سے قدم باہر رکھا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی افسوس! تو نے ایک روٹی کے لیے ہماری ہم نشینی کو فروخت کر ڈالا۔ یہ سن پر پاؤں واپس رکھ لیا اور اپنے منہ پر ایک زور کا تھپڑ رسید کیا اور پہلے کی طرح مسجد میں جا کر مشغول عبادت ہو گئے۔ اچانک ایک نورانی شخص جسے کبھی نہ دیکھا تھا' حاضر ہوا۔ کھانے کا دسترخوان سامنے رکھا اور غائب ہو گیا۔ غالباً وہ خضر تھے۔ آپ نے اٹھ کر کھانا کھایا۔ اپنے پیر خواجہ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ ابھی منہ سے کوئی بات نہ نکالی تھی کہ حضرت نے فرمایا "جو غیب سے ہے وہ بے عیب ہے"۔

ہرات میں ایک معمار فاسد و بدکار رہتا تھا۔ بلا کا شراب نوش تھا۔ ایک دن خواجہ شمس الدین' مولانا سعد الدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ سے تشریف لے آ رہے تھے۔ جب سلطان حسین مرزا کے مدرسہ کی عمارت میں پہنچے تو وہ معمار وہاں تعمیر کا کام کر رہا تھا۔ خواجہ کو دیکھ کر دیوار سے اتر کر نیچے آیا اور بڑی حسرت سے آپ کا نورانی چہرہ دیکھا۔ مولانا نے بھی اس کی طرف نگاہ کی۔ گویا آپ کی یہ نظر ایک تیر تھا جو اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ وہ بے قرار ہو کر آپ کے پیچھے ہو لیا۔ مسجد میں پہنچ کر وضو کیا' خواجہ کا مرید ہوا اور سعادت دارین پائی۔

شیخ محمد روحی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شروع میں مجھے اس بات کی آرزو تھی کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھوں۔ ایک دن والدہ ماجدہ کے پاس گیا تو ان کے پاس ایک کتاب تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ جو کوئی یہ دعا شب جمعہ سو بار پڑھے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا۔ اتفاقاً" آئندہ رات شب جمعہ تھی۔ میں نے والدہ سے یہ دعا پڑھنے

کا اذن لیا۔ اپنے گھر کی تنہائی میں گیا اور دعا کو بترتیب پڑھا اور تین ہزار دفعہ درود شریف کا اس پر اضافہ کیا۔ سویا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ بہت سے اور حضرات بھی ہیں۔ آپ خطوط لکھوا کر دنیا کے مختلف علاقوں میں بھیج رہے ہیں۔ آپ املا کروا رہے ہیں اور لکھنے والا لکھ رہا ہے اور لکھنے والے مولانا شرف الدین عثمان زیارت گاہی ہیں۔ میری والدہ بھی خدمت میں حاضر ہیں اور میں بھی اپنی والدہ کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوں۔ اسی اثنا میں میری ماں نے عرض کی یا حضرتؐ! جس بیٹے کے بارے میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ دراز عمر اور صالح ہوگیا وہ یہی ہے۔ آنحضرتؐ نے نظر فیض اثر مجھ پر ڈالی، تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہاں یہی فرزند موعود ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ عثمان کو جو خطوط لکھ رہے تھے اجازت دی کہ اس لڑکے کے لیے ایک مکتوب لکھ دو۔ مولانا نے ایک کاغذ پر تین سطریں تحریر فرمائی اور ان سطروں کے نیچے کچھ الگ الگ عبارتیں لکھیں جیسے لوگ دستاویزات میں گویا بیاں لکھتے ہیں۔ یہ کاغذ لپیٹ کر انہوں نے مجھے دے دیا۔ میں چل پڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خط کا مضمون تو میں نے سمجھا ہی نہیں۔ واپس آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے نہیں معلوم کہ اس کاغذ میں کیا ہے؟ آپؐ نے کاغذ میرے ہاتھ سے لے کر پڑھا اور میں نے آپ کے ایک دفعہ پڑھنے سے ہی مضمون یاد کر لیا۔ آنحضرت نے کاغذ لپیٹ کر مجھے دے دیا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے پھر کچھ

دریافت کروں کہ اسی دوران میری آنکھ کھل گئی؟ دیکھا کہ میری ماں ہاتھ میں شمع پکڑے میرے سرہانے کھڑی ہیں۔ مجھے بیدار ہوتا دیکھ کر پوچھا کہ شمس الدین محمد خواب میں کچھ دیکھا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ کہا جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے میں نے اسے جاگتے میں دیکھا ہے اور پھر پوری کیفیت بیان کر دی۔

ولادت: آپ شب برات ۱۴ شعبان ۸۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: آپ نے بروز ہفتہ وقت چاشت ۱۶ رمضان ۹۰۴ھ میں وفات پائی۔ اتوار کے دن آپ کی نعش مبارک خیابان لے گئے اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد خواجہ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے تخت مزار میں دفن کیا۔ چودہ ماہ کے بعد وہاں سے لاش نکال کر گاذرگاہ لے جائی گئی اور خواجہ شمس الدین نے اپنے لیے جو قبر تعمیر کروائی تھی اس میں اس خزانہ کو مدفون کیا گیا۔

رشحات میں مندرجہ قطعہ تاریخ وفات

"شیخ روجی" کہ بد در استحقاق زیدۂ عارفان روئے زمین
کرد پرواز از نشیمن خاک روح پاکش باوج علیین
"مرشد عصر" ہست تاریخش کاتفاقات گشت کشف ہمیں

ولادت کا قطعہ از مولف

گشت شمس الدین چو روشن در جہان سال تولیدش بقول اصفیاء
"مہربان محبوب شمس دین" بخوان نیز "شمس الاصفیاء اہل صفا"
۸۲۰ھ ۸۲۰ھ

قطعہ وفات از مولف

ہست وصل او "ولی پر نور شمس" ہادی اسلام شمس الاکرمین

۹۰۴ھ

ہم نجوان "مہدی و کرم مقتدا" گشت حاصل بہر سالش مدعا

۹۰۴ھ

خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہ

خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے ہیں اور آپ کو بہت پیارے تھے۔ خواجہ نے انہیں اپنی زندگی میں اپنا قائم مقام بنایا اور خانقاہ کی تولیت بھی ان کے سپرد کی۔ خواجہ محمد یحییٰ کو خواجہ محمد روحی رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی کہ ان سے ملنے کے لیے کئی بار سمرقند سے ہرات تشریف لائے۔

ایک روز خواجہ محمد یحییٰ قریہ "قرشی" کے مقام پر بعد نماز ظہر اپنے والد بزرگوار خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ خلوت میں تھے اور اپنے باطنی احوال پیش کر رہے تھے۔ جونہی عصر کی نماز کا اول شروع ہوا موذن نے جو اس خلوت سے بے خبر تھا' اذان کہی۔ اذان سنتے ہی خواجہ احرار خلوت سے اٹھے اور یوں خلوت والا معاملہ مکمل نہ ہوسکا۔ اس واقعہ سے خواجہ یحییٰ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ والد صاحب کے کچھ مصاحبوں کو اس خلوت پر رشک آیا ہے اور انہوں نے چاہا ہمارا کام نامکمل رہے اور ہماری خلوت میں فتور پیدا ہو ان ہی لوگوں نے موذن کو اذان کا اشارہ کیا' اس نے اذان کہہ کر ساری صحبت کو برہم کر ڈالا۔ یہ پختہ خیال لیے خواجہ یحییٰ باہر آئے اور جملہ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبو! ہم جا رہے ہیں۔ آپ حضرات کو حضرت خواجہ کی مجلس مبارک ہو۔ یہ کہا اور اپنے والد بزرگوار سے اجازت

لیے بغیر اسی وقت سوار ہوئے اور سفر حجاز کا عزم کیا۔ اپنے خادموں سے فرمایا کہ ہمارے پیچھے آہستگی سے آنا۔ جب لوگ اس بات سے واقف ہوئے تو انہوں نے شور و غوغا کیا اور خواجہ کے حضور حقیقت بیان کی۔ حضرت نے مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کو مامور کیا کہ وہ خواجہ یحییٰ کو واپس لائیں۔ مولانا جامی نے جا کر ہر چند سمجھایا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ناچار واپس آئے اور حضرت کو اطلاع کی۔ حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ ادھر خواجہ یحییٰ نرور کے مقام پر پہنچے تو انہیں تپ محرقہ ہوگیا اور جسمانی طاقت بالکل جاتی رہی۔ جب اپنے والد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرتے تپ اتر جاتا اور جب حجاز کی طرف روانہ ہوتے پھر بخار چڑھ جاتا۔ مجبوراً واپس آکر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کئی سال رہے' اس کے بعد حجاز کے سفر کا ارادہ نہ کیا۔ ایک بار خواجہ احرار کے خاص دوست مولانا سید حسین کو سفارشی بنا کر حصول اجازت کے لیے پدر بزرگوار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا محمد یحییٰ سے پوچھئے کہ حجاز کیوں جانا چاہتا ہے؟ جب مولانا حسین نے یہ بات پوچھی تو کہا اس حدیث نبوی نے مجھے سفر حجاز پر آمادہ کیا ہے کہ **من رانی میتا فکانما رانی حیا** (جس نے بعد وفات (میری قبر کی زیارت کر کے) مجھے دیکھا گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا) یہ جواب حضرت خواجہ احرار کو بتایا گیا کہ صاحبزادہ صاحب کا مقصد محض حصول زیارت روضہ منورہ نبوی ہے تو فرمایا اس کا جواب تین دن کے بعد ملے گا۔ اس واقعہ کے تین دن بعد خواجہ یحییٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اپنے والد کو بلاؤ۔ خواجہ احرار آئے تو آپ نے خواجہ کو دائیں طرف اور محمد یحییٰ کو اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی۔ تینوں نے مراقبہ کیا۔ ایک ساعت بعد جب محمد یحییٰ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ

ان کے پدر بزرگوار کی صورت بھی حضرت پیغمبر کی صورت ہوگئی ہے اور پیغمبر اور خواجہ کی صورتوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ صبح سویرے جب والد کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا "بابا محمد یحییٰ! آج رات تمہارے سوال کا جواب مل گیا یا نہیں؟ سفر کا خیال دل سے نکال دو کیونکہ ہم بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ہمارے چند روزہ دیدار کو غنیمت سمجھو"۔

خواجہ محمد یحییٰ کا واقعہ شہادت

شاہ بیگ خان مغل نے ولایت سمرقند پر قبضہ کر لیا تو یکم محرم ۹۰۶ھ کو اپنے چند امراء کے ورغلانے پر حضرت خواجہ کا مواخذہ کیا۔ یہ امراء شیعہ امامیہ تھے۔ آپ کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا۔ امراء آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر شاہ بیگ اس پر رضامند نہ تھا۔ لہٰذا اس نے خواجہ کو مع اہل و عیال خراسان جانے کی اجازت دے دی۔ آنحضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ان دنوں میں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ والد بزرگوار نے مجھے اس کی کئی بار اطلاع دی تھی مگر یہ وقت اور جگہ پر موقوف ہے۔ آپ سمرقند سے روانہ ہوئے۔ جب تاشقند کے قریب ایک گاؤں "کسراب" پہنچے۔ اس دن گیارہ محرم ۹۰۶ھ تھا کہ اچانک شاہ بیگ کے امراء کے بھیجے ہوئے ازبک لوگوں کی فوج کا ایک دستہ گیا۔ ان ظالموں نے خواجہ اور ان کے دو بیٹوں خواجہ محمد زکریا اور خواجہ محمد عبدالباقی کو شہید کر دیا اور دیگر متعلقین کو واپس سمرقند لے گئے۔ اس روز سمرقند میں گویا واقعی قیامت قائم ہو چکی تھی۔ شہر کے تمام باشندے خواجہ اور ان کے بیٹوں کے جنازے پر موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد تینوں شہیدوں کے جسم مبارک کو دفن کیا گیا۔

رحمتہ اللہ علیہم رحمتہ" واسعتہ"

پوشیدہ نہ رہے کہ خواجہ محمد یحییٰ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ دونوں

آپ کے ساتھ ہی شہید ہوگئے تھے۔ تیسرے خواجہ محمد امین تھے جو والد کی شہادت کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

تاریخ وفات

شیخ یحییٰ وحید کامل عصر اکمل اسعد است سعد و سعید
یافت حق را ہرآنکہ اورایافت دید حق را ہرآنکہ اورا دید
کرد رحلت چو زیں جہان فنا روح پا کش باوج خلد رسید
"صاحب جان نثار" شد تاریخ نیز "قطب کبیر مرد شہید"
۹۰۶ھ ۹۰۶ھ

مولانا اسمٰعیل فیرکنی قدس سرہ

آپ خواجہ احرار نقشبند کے قدیم دوست اور گہرے محب ہیں۔ آپ کے والد خواجہ سیف الدین مناری، خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ساتھیوں میں سے تھے جن کا ذکر خیر ہوچکا ہے۔ مولانا اسمٰعیل رحمتہ اللہ علیہ کے ایک صاجزادہ خواجہ سلیمان تھے جو خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کے خاص شاگرد اور مرید تھے۔ دونوں بزرگ عالم، عامل، عارف کامل تھے اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔

صاحب "رشحات" فرماتے ہیں: "خواجہ احرار کے بڑے مریدوں میں اسمٰعیل نام کے چار حضرات تھے۔ اول مولانا اسماعیل فیرکنی ولد خواجہ سیف الدین مناری، یہ تاشقند میں بیعت ہوئے۔ دوم مولانا اسماعیل قمری۔ یہ عالم فاضل اور متقی آدمی تھے۔ ہرات سے سمرقند آئے، شرف ملازمت سے مشرف ہوئے۔ آخر بسبب دماغ علمی برتری، حضرت خواجہ کی صحبت سے محروم رہے اور ایک مدرسہ میں، تدریس میں مشغول ہوگئے۔ سوم مولانا

اسماعیل جنہیں خواجہ احرار نے مولانا قمری کے مقابلے میں مولانا شمسی کا خطاب دیا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ خواجہ نے انہیں تاشقند کے ایک مدرسہ میں بھیج دیا کہ پڑھائیں۔ وہ ساری عمر اس مدرسہ میں لوگوں کو پڑھاتے رہے۔ چہارم مولانا اسماعیل ثالث۔ ان کے ثالث کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ آئے تو حضرت خواجہ احرار کی خدمت میں مولانا اسماعیل قمری اور مولانا اسماعیل شمسی پہلے موجود تھے لہٰذا یہ مولانا اسماعیل ثالث کہلائے"۔

جب مولانا اسماعیل فیرکنی' حضرت خواجہ احرار سے بیعت ہونے کے ارادہ سے ہرات سے سمرقند کی جانب روانہ ہوئے تو ان کے آنے سے چند روز پہلے' خواجہ احرار نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ ایک قابل مولوی صاحب ہرات سے ہمارے پاس آ رہے ہیں۔ چند دنوں کے بعد مولانا اسماعیل حاضر ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں انگور کا گچھا تھا۔ خواجہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ پہلے دن ہی بلکہ اسی وقت خواجہ نے مولانا پر اس قدر توجہ مبذول فرمائی کہ غایت استغراق و بے خودی سے خوشہ انگور ان کے ہاتھ سے گر پڑا۔ ہوش میں آئے تو بیعت ہوئے۔

مولانا قد آور اور قوی ہیکل آدمی تھے۔ آپ محنت کش اور سخت جان تھے۔ جب تک حضرت خواجہ بقید حیات رہے' تو مولانا سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد حرمین شریفین گئے اور وہیں ۹۰۸ھ میں وفات پائی۔ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔

قطعہ

رفت چوں مثل خلیل اندر بہشت　　پیر اسماعیل شیخ باتمیز

رحلتش "مرد خدا مہدی" بخوان　　"زاہد دین خواجہ اسماعیل" نیز

۹۰۸ھ　　۹۰۸ھ

خواجہ سید حسن قدس سرہ

آپ بھی خواجہ احرار کے مصاحب و محب تھے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والد فوت ہو گئے۔ والدہ نے لا کر خواجہ احرار کے سپرد کر دیا۔ انہی کے زیر سایہ پرورش پائی اور شیخ کامل و مکمل ہو گئے۔

جب سید حسن کی والدہ آپ کو خواجہ احرار کی خدمت میں لائیں تو ان کی عمر پانچ سال تھی۔ اتفاق سے اس وقت شہد سے بھرا ہوا ایک برتن خواجہ کے سامنے پڑا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا: بچے کیا نام ہے؟ عرض کی کہ شہد۔ خواجہ اس جواب پر مسکرائے اور فرمایا کہ چونکہ تم نے شہد میں اپنا نام گم کر دیا ہے' اس لیے اگر اللہ نے چاہا تو تم شہد سے بھی میٹھے ہو گئے۔ پھر آپ نے کچھ شہد خواجہ حسن کو عنایت فرمایا۔ اسی شہد کا نتیجہ تھا کہ آپ میں قابلیت' کمال اور شیریں زبانی تھی۔

وفات: خواجہ حسن ۹۰۹ھ میں عالم بقا کو سدھارے۔

قطعہ

شد چو از دنیا بفردوس برین عابد دین رحمتہ اللہ علیہ
سال ترحیلش بہ "سرور" شد عیان "زاہد دین رحمتہ اللہ علیہ"

۹۱۱ھ

خواجہ خواجکا قدس سرہ

آپ خواجہ احرار کے پہلوٹھے بیٹے ہیں۔ علوم شریعت کے عالم اور رموز طریقت کے واقف تھے۔ حضرت خواجہ انہیں تمام بیٹوں سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے۔ چونکہ خواجہ خواجکا اور ان کے چھوٹے بھائی (یعنی خواجہ احرار کے دوسرے بیٹے) محمد یحیٰ میں باہمی رنجش پیدا ہو چکی تھی لہٰذا انہوں نے "درسین" کے مقام پر رہائش رکھی ہوئی تھی۔ جب بھی وہ وہاں سے اپنے

والد بزرگوار کی زیارت کے لیے آتے تو حضرت خواجہ ان کے استقبال کے لیے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر جاتے۔ خواجہ خواجکا' سید تقی الدین کرمانی کے داماد تھے۔ سید تقی الدین کی صاحبزادی سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: خواجہ نظام الدین عبدالہادی' خواجہ محمود اور خواجہ عبدالحق۔ جب سید تقی الدین کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا تو خواجہ خواجکا نے خواجہ محمد نظام الدین (صاحب ہدایہ کی اولاد میں سے تھے) کی دختر نیک اختر سے نکاح ثانی کیا۔ اس پاکدامن بی بی سے خواجہ عبدالشہید اور عبدالعلیم اور دو بچیاں پیدا ہوئیں۔ خواجہ خواجکا کی ایک زر خرید کنیز سے ایک بیٹا ابوالفیض پیدا ہوا۔ خواجہ کے سب بیٹے اپنے اپنے وقت میں زاہد' متقی اور پارسا تھے۔

خواجہ خواجکا نے ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چو شد زیں جہاں در بہشت برین — شہ نامور خواجہ نامدار
بو سلش بگو "خواجہ در انتہا" — بفر ما دگر "خواجہ نامدار"

۹۱۱ھ — ۹۱۱ھ

مولانا محمد قاضی قدس سرہ

خواجہ احرار کے خاص محب اور عظیم مصاحب ہیں۔ آغاز میں' سلطان کی طرف سے قاضی مامور ہوئے تھے۔ بعد میں یہ کام چھوڑ دیا۔ درویشوں کے حلقے میں آگئے اور خواجہ احرار کے مرید ہوئے۔ زہد و ریاضت اور تقویٰ میں اس قدر منہمک ہوئے کہ اپنے مرشد کے محبوب و مقبول بن گئے۔ آپ کی ایک تالیف "سلسلۃ العارفین" ہے' جس میں خواجہ احرار کے مناقب و شمائل' خصائص و فضائل اور ملفوظات دیے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھیں۔ بارہ سال تک خواجہ کی خدمت میں رہ کر اپنی تکمیل کی اور ولی کامل

بن گئے۔

وفات: ۹۱۱ھ یا ۹۱۲ھ میں دنیا کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

قطعہ

بسال رحلت آن قاضی دین بگو "قاضی بخوان فاضل بہ تکرار"

۹۱۱ھ ۹۱۱ھ

خلیل اللہ محمد ھادی دین دگر بارہ بکن تاریخ اظہار

۹۱۲ھ

مولانا عبدالغفور لاری علیہ رحمتہ اللہ الباری

آپ کا مسکن شہر لار اور لقب رضی الدین ہے۔ آپ کے اجداد عظیم انصاری صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے خاص خلیفہ اور نامور شاگرد تھے۔ آپ کا نام نامی دیو اور پری کے بھگانے کے لیے نہایت موثر تھا۔ اگر کسی کو دیو یا پری کا سایہ ہو جاتا اور کوئی آدمی سایہ زدہ کے کان میں یہ کہہ دیتا کہ اگر تم دفع نہیں ہو گے تو میں عبدالغفور کو تم پر مسلط کروں گا۔ جن فوراً دفع ہو جاتا۔

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

آنجا کہ فہم و دانش مرغے بود شکاری

بازے است تیز رفتار عبدالغفور لاری

پوشیدہ نہ رہے کہ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو بہت کم مرید بنایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک کامل و اکمل مرید' دوسرے ہزار مریدوں سے بہتر ہے اور عبدالغفور لاری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

مولانا عبدالغفور لاری رحمتہ اللہ علیہ کو علوم ظاہری و باطنی میں مکمل

دسترس تھی۔ آپ نے "نفحات الانس" اور "شرح ملا جامی" جیسی کتابوں پر حاشیہ اس لطافت سے لکھا ہے کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی ان دونوں کتابوں کی مشکلات کو مولانا عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہ نے بہت اچھے طریقے سے حل کیا ہے۔

وفات: اس جامع الکمالات ہستی کی ۹۱۲ھ میں وفات ہوئی۔

قطعہ تاریخ وفات مندرجہ در کتاب رشحات

چو شد عبدالغفور آن کامل العصر | بہ عقبیٰ غرقہ دریائے عرفان
چو خواہی روز و ماہ و سال فوتش | بگو یک شنبہ و پنجم ز شعبان

قطعہ از مولف

چون رضی الدین ولی عبدالغفور | رفت از دنیائے دون اندر جہان
"سالک مخدوم قطب" آمد ز دل | سال وصل آن شہ والامکان

۹۱۲ھ

مولانا علی تاشکندی قدس سرہ

خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ آپ کے حسب الحکم آپ کی زمین پر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ خواجہ کے باورچی خانے پر بھی مامور رہے۔ زراعت سے غلہ سعادت حاصل کیا اور مطبخ کی نگرانی سے کار باطنی میں مصروف رہ کر دیگ ولایت و کرامت کو جوش دیا۔ خواجہ کے مقبول و محبوب بنے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۹۱۴ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

رفت زین دنیا چو در خلد برین | شیخ دین عالی علی متقی
سال ترحیلش چو جستم از خرد | گشت پیدا "عارف جنت علی"

۹۱۴ھ

خواجہ نور الدین تاشکندی قدس سرہ

خواجہ احرار کے خاص الخاص مصاحب اور ان کے مقبول و محبوب تھے۔ آپ ایک خوبصورت لڑکے تھے۔ ایک دن سیر و تفریح کے لیے شہر سے باہر آئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے ان کا گزر خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کی طرف سے ہوا۔ خواجہ اس وقت وعظ کہہ رہے تھے اور حق تعالٰی کی محبت و عشق پر گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت کی باتوں کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ رونا شروع کر دیا۔ وعظ ختم ہوا تو خواجہ کی خدمت میں حاضری دی۔ قدموں پر سر رکھا اور بیعت کی۔ چند ہی دنوں میں تکمیل پائی اور مرتبہ ارشاد پر پہنچے۔

خواجہ نور الدین نے ۹۱۷ھ میں رحلت فرمائی۔

قطعہ

نور دین چوں مخلد شد روشن	دل بسال وصال آنشہ دین
گفت "نور الکرامت" است وصال	نیز "مہتاب حسن" نور الدین
۹۱۷ھ	۹۱۷ھ

خواجہ ہندو ترکستانی قدس سرہ

خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ آپ سیاہ فام زنگی تھے اور ترکستانی شیخ زادہ تھے۔ خواجہ کی آپ پر خاص نظر کرامت تھی اور آپ بھی کمال تک پہنچے۔ ایک دن خواجہ صحرا میں جا رہے تھے، دیکھا کہ خواجہ ہندو ہوا میں اڑ رہا ہے۔ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کو کرامت کا یہ اظہار اور ہوا میں پرواز مناسب معلوم نہ ہوئی۔ ان کی باطنی کیفیت کو فوراً سلب کر لیا اور وہ ایک پتھر کی طرح بلندی سے زمین پر گرے اور ان کے اعضاء کچلے گئے۔ یہ حالت ہوئی تو تضرع و زاری کی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سال اسی طرح گزر گیا تو خواجہ ہندو نے لاچار ہو کر خواجہ کے حضور بے ادبی کا آغاز کیا اور کہا کہ میں

اپنی جان سے تنگ آچکا ہوں، آپ نے جو کچھ مجھ سے چھینا ہے واپس کردو تو بہتر ورنہ میں تمہیں قتل کردوں گا اور اگر تم پر قابو نہ چلا تو میں اپنے آپ کو مار ڈالوں گا۔ اس دھمکی سے بھی حضرت خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ متاثر نہ ہوئے اور اس کی اس بات پر دھیان نہ دیا، حتیٰ کہ ایک روز خواجہ ایک تنگ گلی میں سے تنہا گزر رہے تھے۔ خواجہ ہندو قتل کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ بغل سے چھرا نکال لیا اور حملہ آور ہوا۔ وہاں چونکہ فرار کا موقع بھی نہیں تھا، خواجہ نے کرامت کے ذریعے اپنی اصلی شکل ترک کردی اور ایک صحرائی کسان کی شکل اختیار کرلی، جس کے سر پر سیاہ اونی ٹوپی تھی، سفید قمیص پہن رکھی تھی اور چرواہوں کی طرح کی ایک لاٹھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ خواجہ ہندو نزدیک پہنچا تو خواجہ کو نہ دیکھا۔ حیران و ششدر رہا اور ٹھٹک کر رہ گیا۔ انتہائی حیرت سے اس کے ہاتھ پاؤں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ خواجہ نے اس کے ہاتھ سے چھری لے لی اور اپنی اصل حالت میں لوٹ آئے، مسکرائے اور فرمایا: اگر میں تمہیں اس چھرے سے مار ڈالوں تو تم کیا کرلو گے؟ خواجہ ہندو نے آپ کے پاؤں پر سر رکھا اور زور و زار رویا۔ یہ حالت دیکھ کر دریائے رحمت جوش میں آیا، آپ نے بے پناہ شفقت سے اسے گلے لگایا اور جو روحانی قوت سلب کی تھی، اس سے تین گنا زیادہ سے نواز دیا اور عہد لیا کہ وہ آئندہ فضا میں پرواز نہیں کرے گا۔ پھر تو آہستہ آہستہ خواجہ ہندو کا یہ حال ہوگیا کہ حضرت کے محرم اسرار لوگوں میں شمار ہونے لگے۔

وفات: ۹۲۱ھ میں اس دنیا سے منہ موڑ لیا۔

قطعہ

شیخ ہندو کہ بود واقف حق — پیر محمود سالک ترکی
ذکر کن سال وصل او "ذاکر" — نیز مسعود سالک ترکی

۹۲۱ھ

مولانا محمد عبد اللہ المشہور بہ مولانا زادہ تراری علیہ رحمتہ اللہ الباری

آپ خواجہ احرار کے خاص محبوب' نامور خلیفہ اور مصاحب تھے۔ پہلے سلسلہ عشقیان میں بیعت کی تھی۔ بعد میں بیعت کے ارادہ سے حضرت خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلی بیعت کا حال کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا استخارہ کیا جائے گا۔ آج رات انتظار کرو کہ قدرت کی طرف سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی رات استخارہ ہوا تو دونوں حضرات نے یہ دیکھا کہ کچھ مشائخ' خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ سے جھگڑا کرنے کے لیے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ خواجہ عبد اللہ ہمارے سلسلے کا مرید ہے' ہمارے حوالے کردو۔ آخر باہم لڑائی ہوئی۔ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ نے تن تنہا ان سے مباحثہ کیا اور ان لوگوں کو حملہ کی تاب نہ رہی' مجبوراً چلے گئے۔ صبح سویرے مولانا خوش و خرم' خواجہ کی خدمت میں آئے۔ ابھی بات کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آپ نے فرمایا: بسم اللہ' آیئے اور بیعت کیجئے۔ مولانا نے بیعت کر لی اور تھوڑی مدت میں تکمیل کی منزل کو پہنچے۔

ایک دن مولانا عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو زیادہ استغراق ہوا' حتیٰ کہ اپنے آپ سے غائب ہو گئے۔ جتنا بھی لوگ حرکت دیتے' ہلاتے' آپ حاضر نہ ہوتے۔ اچانک خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ پڑی تو فرمایا' کیوں بے ادبی کرتے ہو؟ اس وقت مولانا پر ایسی حالت طاری ہے کہ انہیں کونین کی خبر نہیں---

مخفی نہ رہے کہ مولانا عبد اللہ' خواجہ کی زندگی میں ان سے اجازت لے کر سفر حجاز کے لیے تشریف لے گئے اور زیارت حرمین شریفین کے بعد

جب آپ کو حضرت کے انتقال کی خبر ملی، واپس وطن نہ آئے۔ ملک شام چلے گئے اور دمشق میں مقیم ہوگئے۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مصروف ہوگئے، وہیں پر آپ کا ۹۲۴ھ میں انتقال ہوا۔

قطعہ

خواجہ عبداللہ پیر رہنما　شد چو از دنیا بجنت شادکام
جست "سرور" سال وصلش از خرد　گفت "عبداللہ مخدوم انام"
۹۲۴ھ

مولانا ناصرالدین اتراری قدس سرہ

مولانا عبداللہ کے چھوٹے بھائی مولانا زادہ ہیں۔ اپنے بھائی کے ساتھ خواجہ کے حضور حاضر ہوئے۔ مرید ہوئے اور صاحب کرامت عالیہ بنے اور مقامات بلند تک پہنچے۔

سمرقند میں ایک شخص تھا میر جمال۔ وہ منطق، ریاضی اور تمام ظاہری علوم وفنون میں شہرہ آفاق تھا۔ قلندریہ ڈھنگ کا تھا۔ درویشوں اور خاص طور پر خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرتا۔ ایک دن مولانا ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کا گزر ایک مجمع سے ہوا، اس میں یہ میر جمال بھی کھڑا تھا۔ اس نے مولانا کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہے۔ وہ حضرت خواجہ احرار کے بارے میں بے وقوفانہ باتیں کرنے لگا کہ خواجہ عبید اللہ کے پاس نہ علم ہے، نہ حال ہے نہ قال ہے، نہ ذکر ہے نہ خلوت ہے۔ میں ان کی مجلس میں جاتا ہوں تو ان سے چھپ کر بھنگ کھاتا رہتا ہوں اور ان پر حکم چلاتا رہتا ہوں کہ فلاں قسم کا کھانا اور حلوا میرے لیے بنواؤ۔ وہ میرے کہنے کے مطابق حاضر کر دیتے ہیں۔ وہ میرے بھنگ کھانے سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ خواجہ ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کو یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا مگر خاموشی

کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ ! تجھے واسطہ ہے حضرت خواجہ کے علم کا کہ یہ شخص اب یہاں سے اٹھے اور خواجہ کی محفل میں جائے۔ ناصرالدین کی یہ دعا قبول ہوئی۔ جب مجلس برخاست ہوگئی، میر جمال اٹھا اور حضرت کی خانقاہ کی طرف چل پڑا۔ خواجہ ناصرالدین بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب دونوں خواجہ کی مجلس میں پہنچ گئے تو میر جمال حضرت کے سامنے بیٹھ گیا اور ہر طرح کی باتیں کرنے لگا۔ باتوں کے دوران ہی بھنگ جیب سے نکالی اور حضرت کی آنکھ بچا کر منہ میں رکھ لی۔ اس نے کوشش کی کہ بھنگ نگل جائے اور اس کے گلے سے اتر جائے مگر وہ اس کے گلے میں پھنس گئی۔ اب اس کی بری حالت تھی۔ سانس بند ہوگیا تو حضرت نے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ اس کے گلے پر مکا مارے۔ مکا مارنے سے بھنگ کا غلولہ منہ سے نکل کر زمین پر گرا۔ سب حاضرین نے دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ آدمی بھنگی ہے۔ حضرت خواجہ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: چور اگر چند بار چوری کرے تو آخر ایک دن پکڑا ہی جاتا ہے۔ اب اسے ہزار ذلت و خواری سے محفل سے نکالا گیا۔ وہ ناشکرا انسان ذلت و رسوائی کے ساتھ اس علاقہ سے جلاوطن ہوا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔

وفات: خواجہ ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چو از دنیا بفردوس بریں رفت — جناب ناصر الدین عابد دین
شود سال وصال پاک آں شاہ — ز "عارف ناصر الدین سید دین"

۹۲۵ھ

مولانا محمد زاہد رخشی قدس سرہ

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ اور اپنے عہد کے بڑے عالم تھے۔

علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ خواجہ عبید اللہ احرار کے سچے خلیفہ' محرم ہمراز' عاشق جانباز اور مقبول و محبوب تھے۔ فقر و تجرید' تفرید و ورع' تقویٰ و زہد اور اتباع سنت میں آپ کا مقام و مرتبہ بلند تھا۔ حضرت کے پاس حاضری سے قبل کئی سال تک خوب زہد و ریاضت کی اور بیدار رہے اور زہد و ریاضت کا حق ادا کر دیا۔ آخر اشارۂ غیبی پا کر' خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے مسکن کی طرف روانہ ہوئے تاکہ آپ سے بیعت کریں۔ نزدیک پہنچے تو خواجہ اپنے نور باطن سے آگاہ ہو کر گھوڑے پر سوار ان کے استقبال کے لیے نکلے--- راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو باہم بغل گیر ہوئے۔ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے' خواجہ نے مولانا کو اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آناً' فاناً' تکمیل پائی۔ اسی وقت خرقہ اجازت و تلقین عطا کیا اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ مولانا کو سوائے ایک دفعہ مل بیٹھنے کے دوبارہ خواجہ سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

صاحب "روضتہ السلام" شیخ شرف الدین فرماتے ہیں کہ مولانا محمد زاہد' خواجہ یعقوب چرخی کے قریبی رشتہ دار یعنی آپ کے نواسے تھے۔ پہلے خواجہ یعقوب کے خلفاء عظام سے فیض اٹھایا اور زہد و ریاضت کی اور اسم با مسمی بن گئے۔ چونکہ ابھی طلب خدا باقی تھے' غیبی اشارہ پا کر خواجہ احرار سے استفادہ کیا۔ جلد اول میں حضرت پاک کا ذکر خیر مفصل ہو چکا ہے۔

وفات: آپ نے ۹۳۶ھ میں دنیا کو خیرباد کہا۔ آپ کا مزار پر انوار' رخش میں زیارت گاہ خلق ہے۔

قطعہ

چو باحق شد ازیں دنیا وصالش	محمد زاہد آن شیخ معلی
رقم کن "شیخ زہدی" ارتحالش	"ولی فیض" و ہم فیض الٰہی

۹۳۶ھ ۹۳۶ھ ۹۳۶ھ

مولانا درویش محمد قدس سرہ

مولانا محمد زاہد کے نامور ساتھی اور خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور رموز صوری و معنوی کے واقف تھے۔ جذب و استغراق اور ذوق و شوق کے اوصاف سے مالامال تھے۔ سخاو عطا سے معروف تھے۔

صاحب "تذکرۃ الاولیاء" فرماتے ہیں کہ بیعت سے پہلے خواجہ محمد درویش رحمتہ اللہ علیہ نے پندرہ سال زہد و ریاضت میں گزار دیے اور کھائے پئے اور سوئے بغیر' تجرید و تفرید کی حالت میں ویرانوں میں رہے۔ ایک روز بھوک سے سخت مجبور تھے۔ آسمان کی طرف منہ کیا' فوراً خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کے پاس چلے جاؤ' وہ تمہیں صبر و قناعت سکھائیں گے' پس وہ ان کی طرف روانہ ہوئے' حاضر ہوئے اور تکمیل پائی۔

"روضتہ السلام" میں ہے کہ خواجہ محمد درویش' مریدوں کی تربیت و ارشاد میں اللہ کی ایک نشانی تھے۔ مرشد کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور سینکڑوں لوگوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ آپ کو اپنے مریدین کے حالات و مقامات سے خوب لگاؤ تھا۔

وفات: ۹۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک "اسفرار" میں ہے' جو "بستر" شہر کے مضافات میں ہے۔

قطعہ

ز دنیا شد چو در خلد معلی	جناب سرور اکبر محمد
ز سرور "مست عشق" آمد وصالش	دوبارہ "عاشق" رہبر محمد"
۹۷۰ھ	۹۷۰ھ

خواجہ عبدالشہید نقشبندی بن خواجہ خواجکا بن ناصرالدین عبیداللہ احرار قدس سرہ

اپنے عالی قدر والد کے عظیم خلیفہ ہیں۔ خوارق و کرامت اور شرافت و فضیلت کے جامع تھے۔ صاحب "سفینتہ الاولیاء" فرماتے ہیں کہ جب خواجہ عبدالشہید پیدا ہوئے تو ان کے والد انہیں اپنے والد گرامی خواجہ احرار کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے انہیں گود میں لے کر فرمایا: "انشاء اللہ یہ بیٹا عارف کامل ہوگا"۔ حضرت کی برکت سے ہی عبدالشہید نے ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔ ان سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اشارۂ غیبی پاکر اپنے وطن مالوف سے ہجرت کی اور ہندوستان تشریف لائے اور یہیں اقامت اختیار کرلی۔ ہندوستانی باشندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے دامن سے وابستہ ہوئی اور آپ کا طریق سلوک اختیار کیا۔ آپ ۱۸ سال تک ہندوستان میں رہے۔ ۹۸۰ھ آیا تو فرمایا کہ اب ہماری رخصت کا وقت قریب ہے اور ہمیں حکم ہے کہ اپنی مشت استخوان کو "سمرقند" میں اپنے آباء کے قبرستان میں پہنچائیں۔ اسی سال سمرقند واپس چلے گئے۔ وہاں پہنچنے کے تین دن بعد وفات پائی۔ خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

قطعہ

خواجہ عبدالشہید آن شیخ دین	روح پاک او چو در جنت رسید
شد ندا "مخدوم ہادی کریم"	بہر وصلش ہم "ولی خواجہ سعید"
۹۸۰ھ	۹۸۰ھ

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ

خواجہ محمد درویش کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ ان سے ہی ظاہری و باطنی تربیت پائی۔ سمرقند کے مضافات میں واقع قصبہ امکنگ میں سکونت تھی۔ عابد و زاہد تھے، ذکر و شغل رکھتے تھے۔ مخلوق سے اپنی کرامات اور

شرافت و عظمت کو ہمیشہ چھپاتے اور اپنے حالات پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

صاحب "روضۃ السلام" فرماتے ہیں: اپنے وقت کے ایک بادشاہ پیر محمد سلطان نے عظیم فوج لے کر سمرقند فتح کرنے کا عزم کیا۔ فرمانروائے سمرقند سلطان باقی میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ مدد لینے کے لیے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نیازمندی کی۔ حضرت خواجہ شہر سے باہر جا کر حملہ آور سلطان پیر محمد سے ملے اور اسے صلح پر راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ مجبوراً شہر میں آئے اور سلطان باقی سے فرمایا: "اگر تو دل سے تائب ہو جائے کہ تو آئندہ مخلوق خدا کو نہیں ستائے گا، حکومت انصاف سے کرے گا، مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے گا تو دشمن پر غالب آ جائے گا"۔ بادشاہ نے حضرت سے دل و جان سے عہد کیا کہ میں آئندہ ظلم و تعدی نہیں کروں گا۔ فرمایا: جا اور دشمن سے جنگ کر۔ فتح و ظفر تیرے نام ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ دشمن کی فوج کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی مگر اس نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا۔

حضرت نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی باللہ کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط کے آخر میں یہ دو شعر لکھے:

زمان تا زمان مرگ یاد آیدم
ندانم کنون تا چہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا
دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

وفات: آپ نے بقول صاحب "روضۃ السلام" ۱۰۰۸ھ میں وفات پائی۔ عمر نوے سال تھی۔ مزار امکنگ میں ہے۔

قطعہ

چون شہ خواجگی باوج بہشت جلوہ گر گشت چوں مہر انور
ہست "شیخ زمان" وصال او ہم بخواں "خواجہ یقین اکبر"
۱۰۰۸ھ ۱۰۰۸ھ

خواجہ محمد باقی نقشبندی دہلوی قدس سرہ

اپنے وقت کے بزرگ، مقتدی زمانہ اور امام عہد تھے۔ ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ اور جذب و عشق و محبت سے پیراستہ تھے۔ زہد و تقویٰ سے معروف اور اوصاف کریمہ سے موصوف تھے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے اویسی نسبت تھی اور ظاہری نسبت خواجہ امکنگی سے۔ خواجہ عبید اللہ احرار کی روحانیت سے کافی فائدہ اٹھایا۔ ابتداء میں کابل سے سمرقند گئے۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد، باطنی علوم خواجہ امکنگی سے حاصل کیے۔ صاحب تصانیف و توالیف تھے۔ کتاب "روضۃ السلام" میں آپ کی تصانیف کے بارے میں یہ اشعار مندرج ہیں۔

من نہ ہمینم کہ وجود من است
جائے دگر رقص وجود من است
نقطہ محراب جماعت منم
دانہ سیراب زراعت منم
ابـ دی چشمانی من دلکش است
قطرہ نیسانی من آتش است
عقل نمک زیر کباب من است
خون جگر نام شراب من است
خامہ کلید سر انگشت من
گنج دو عالم ہمہ در پشت من

اگرچہ صاحب کتاب "حضرات القدس" اور صاحب کتاب "روضۃ السلام" نے حضرت کے ہزاروں خوارق نقل کیے ہیں مگرچونکہ اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں، اس لیے ہزار میں سے ایک کرامت نقل کی جاتی ہے کہ ایک دن آپ کے چھوٹے بیٹے خواجہ محمد عبداللہ آپ کے پاس حاضر تھے۔ ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا۔ فرمایا کہ اپنا چہرہ دیکھ۔ جب صاحبزادہ نے آئینہ سامنے کیا تو آئینے سے خواجہ کا سفید ریش چہرہ نمودار ہوا جبکہ خواجہ کی ڈاڑھی سیاہ تھی۔ بیٹا حیران ہوا۔ فرمایا کہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ نورِ انوار الٰہی کا ہے جو میرے محاسن پر نمودار ہوا ہے۔

ایک روز خواجہ باقی باللہ نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنی شروع کردی۔ اسی وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی روح پرفتوح ان کے سامنے ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ یاشیخ، میرے مذہب میں چھوٹے بڑے بہت اولیاء داخل ہیں۔ تمام نے باتفاق علماء دین، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چھوڑا ہے لہٰذا اس کا ترک کرنا ہی مناسب ہے۔

خواجہ باقی باللہ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے اور ہر روز عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر نماز تہجد تک دو ختم قرآن کرتے اور نماز تہجد کے بعد سے لے کر فجر تک ۲۱ بار سورہ یاسین پڑھتے۔ صبح ہوتی تو فرماتے کہ یا اللہ رات کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنی جلد گزر گئی اور کچھ دیر بھی ٹھہری، نہ رکی۔

امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید مولانا بدرالدین سرہندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں اتفاق سے ایک دفعہ دہلی آیا اور خواجہ باقی باللہ کے مزار پر حاضر ہوا اور آپ کے مزار کی طرف رخ کرکے توجہ کے لیے بیٹھا۔ آپ نے اس حقیر پر بے مثال عنایت کی اپنی خصوصی نسبت عطا فرمائی۔ اس کے بعد میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

اوشی کی زیارت کے لیے گیا تو حکم ہوا کہ تمہیں جو آج خواجہ باقی کی طرف سے نسبت ملی ہے، وہ ہماری ہی نسبت ہے۔ اس کے بعد میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا تو فرمایا کہ ہماری نسبت میں محبوبیت غالب ہے اور خواجہ باقی باللہ نے جو تمہیں نسبت دی ہے، وہ عاشقی اور نیازمندی کی نسبت ہے۔ وہی نسبت تمہارے لیے کافی ہے۔ بعد ازاں میں نے اجمیر کی راہ لی اور خواجہ معین الدین حسن سنجری کے روضہ پر جا کر متوجہ ہوا تو ارشاد ہوا کہ تمہیں خواجہ باقی باللہ سے جو نسبت ملی ہے، وہ ہماری نسبت ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اہل چشت سے نسبت پہنچی ہے۔ ارشاد ہوا کہ جب میں نے خواجہ یوسف ہمدانی سے نسبت پائی، جو حق کے ذوق و شوق پر مشعر تھی تو مجھ سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اور ان کی روحانیت سے خواجہ باقی باللہ کو مرحمت ہوئی اور وہ نسبت فی الحقیقت نسبت "نقشبندیہ" ہے کہ آخر حق حقدار کو واپس مل گیا۔

سید شاہ رؤف مجددی "در العارف" میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید غلام علی شاہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز میں خواجہ باقی باللہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر متوجہ ہوا اور عرض کی "یا حضرت! آپ کی توجہ کی لہر سے شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی بن گئے۔ میں بھی آپ کی عطا کا امیدوار ہوں"۔ میں نے مشاہدہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ اپنے مزار سے باہر تشریف لائے، میری طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ وہ موسم گرما کا شدید دن تھا، حضرت کی توجہ کی گرمی شدید دکھائی دینے لگی۔ انتہائی گرمی سے میں تنگ آ گیا۔ تھوڑا سا بیٹھ کر اٹھ گیا۔ لیکن اس دن کے بعد سے آج تک افسوس ہے اور پریشان ہوں اور حضرت کی تھوڑی سی توجہ سے اپنے اندر ایسی ترقیاں پائی

ہیں جو بیان نہیں کی جا سکتیں۔ اگر میں زیادہ دیر ٹھہر جاتا تو زیادہ حصہ پاتا۔

وفات: خواجہ باقی باللہ نے بروز سوموار ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ مزار دہلی میں ہے۔

چو باقی راہی ملک بقا شد بابل دہر گفت "ھذا فراق"
ندا آمد ز ہاتف وقت ترحیل بجای ملک باقی رفت باقی

۱۰۱۲ھ

شیخ احمد مجدد الفؑ ثانی فاروقی کابلی سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ عالم راسخ، غوث العالمین، قطب الاقطاب، صاحب خوارق و کرامت، جامع درجات ولایت، دافع بدعت و ضلالت، عامل سنت و جماعت، وارث کمالات نبویہ، مزین اطوار احمدیہ، عارج معارج نقشبندیہ، امام طریقت اور مقتدائے حقیقت ہیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے امام ہیں۔ شریعت و طریقت میں پیشوائے کمال اہل اسلام ہیں۔ آپ کا نسب ۲۸ واسطوں سے خلیفہ ثانی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تک پہنچتا ہے۔

"مکتوبات احمدیہ" آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس میں آپ نے اپنے بہت سے احوال اور حالات و مقامات ولایت نقشبندیہ تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ مکتوبات کے دفتر ثالث میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دن مراقبہ میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ایسا اجازت نامہ لکھ کردوں جو اب تک میں نے کسی کے لیے نہیں لکھا۔ پھر آپ نے یہ لکھ کر مجھے بشارت دی کہ میں جس شخص کی بھی نماز جنازہ پڑھوں گا، اس میت کو بخش دیا جائے گا اور بہشت میں داخل کیا جائے گا۔

صاحب تذکرہ آدم بنوری رقمطراز ہیں: شیخ احمد مجدد کو، سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ میں نسبت ارادت حضرت شیخ عبدالباقی باللہ دہلوی سے' سلسلہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی سے' سلسلہ صابریہ چشتیہ میں مخدوم عبدالاحد سے تھی۔ آپ نے سلسلہ سہروردیہ کا فیض بھی شیخ عبدالاحد سے ہی حاصل کیا تھا۔ چنانچہ ہر ایک سلسلہ کے پیران کبار کے اسماء گرامی تفصیل سے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

اول سلسلہ نقشبندیہ : حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی' شیخ عبدالباقی کے مرید تھے۔ وہ خلیفہ خواجہ محمد خواجکی امکنگی کے' وہ شیخ محمد درویش کے مرید تھے۔ وہ شیخ محمد زاہد کے' وہ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبند' وہ مولانا یعقوب چرخی کے' وہ خواجہ علاء الدین عطار کے اور وہ خلیفہ راستین حضرت خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند بخاری کے مرید تھے۔ رحمت اللہ علیہم اجمعین۔

دوم طریقہ عالیہ قادریہ : حضرت مجدد الف ثانی' حضرت شاہ اسکندر کیتھلی کے مرید تھے۔ وہ اپنے والد شاہ کمال کیتھلی کے' وہ شاہ فضیل کے مرید تھے۔ وہ شاہ گدائی رحمان کے' وہ شیخ ابوالحسن کے' وہ سید رحمان کے' وہ شیخ المومنین شاہ شمس الدین' وہ شاہ عقیل کے' وہ سید بہاء الدین' وہ قطب الافاق سید عبدالرزاق کے مرید تھے۔ وہ اپنے والد گرامی حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی سید سلطان عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے مرید تھے۔

سوم خاندان عالیہ چشتیہ : حضرت مجدد نے شیخ عبدالاحد کی بیعت کی۔ وہ شیخ المشائخ رکن الدین چشتی کے مرید تھے۔ وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے' وہ شیخ محمد عارف کے مرید تھے' وہ شیخ احمد عبدالحق ردولی کے' وہ شیخ جلال الدین پانی پتی کے مرید تھے۔ وہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے اور وہ شیخ علاء

الدین علی احمد صابر کے اور وہ سچے خلیفہ شیخ فرید الحق والدین اجودھنی گنج شکر کے مرید تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

چہارم خانوادہ عالیہ سہروردیہ : حضرت مجدد الف ثانی' شیخ عبدالاحد کے مرید تھے' وہ شیخ رکن الدین گنگوہی کے' وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے' وہ شیخ محمد درویش کے مرید تھے۔ وہ شیخ بڈھن بہرایچی کے' وہ سید اجمل کے' وہ سید مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری اوچی کے' وہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے مرید تھے۔ وہ شیخ صدر الدین عارف کے مرید تھے' وہ قطب المشائخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت مجدد نے ان چاروں سلسلوں کے علاوہ دیگر سلسلوں' جیسے سلسلہ شطاریہ' مواریہ' کبرویہ وغیرہ سے الگ الگ اپنے والد شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت تلقین لی۔ آپ کی مکمل تکمیل سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ عبدالباقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ کے مرتبے اس حد تک بڑھ گئے کہ شیخ عبدالباقی نے اپنے تمام مریدوں اور احباب و اصحاب کو توجہ و تکمیل کے لیے حضرت مجدد کے حوالے کر دیا' بلکہ خود بھی استفادہ کے لیے' آپ کی محفل توجہ میں تشریف لاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد آفتاب ہے' جس کے فیض و فضل کے انوار سے دونوں جہاں منور ہیں۔

شیخ بدر الدین نقشبندی نے اپنی کتاب "حضرات القدس" میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں ایک صحیح حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا--- یکون فی امتی رجل یقال لہ صلتہ یدخل الجنتہ بشفاعتہ کذا وکذا من الناس--- (میری امت میں ایک آدمی ہو گا' جسے صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے) شاید یہ اشارہ شیخ احمد مجدد کے وجود مسعود کی طرف ہو کیونکہ آپ بھی علماء صوفیہ

کے مابین صلہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں الحمدللہ الذی جعلنی ملتہ بین البحرین و مصلحا بین الفئتین (اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے دو دریاؤں کے مابین رابطہ اور دو گروہوں میں مصالحت کرانے والا بنا دیا) ان دونوں جماعتوں سے مراد وحدت وجودی اور علماء شریعت ہیں۔ شیخ احمد نے ان دونوں گروہوں کو دلائل و براہین سے قائل کیا۔ کئی سو سالوں سے باہم جھگڑنے والے دونوں گروہوں میں صلح کروادی۔

شیخ مجدد الف ثانی خود اپنے رسالہ "معاد" میں تحریر فرماتے ہیں: ایک دن میں، صبح کے وقت ایک حلقہ میں بیٹھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا اور ہاتف غیب نے ندا دی۔ غفرت لک ولمن توسل بک الی یوم القیامتہ۔ (میں نے تجھے اور قیامت تک تیرا توسل اختیار کرنے والوں کو بخش دیا)۔ آپ کے سچے خلیفہ شیخ محمد نعمان فرماتے ہیں--- کہ ایک روز میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دیکھا۔ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابو بکر! نعمان سے کہہ دو کہ جو شخص شیخ احمد کا مقبول ہے' وہ ہمارا مقبول ہے اور خدا کا مقبول ہے اور جو اس کا مردود ہے' وہ خدا اور رسول کا مردود ہے۔

شیخ بدر الدین صاحب "حضرات القدس" جو حضرت مجدد کے کامل ترین مرید تھے، لکھتے ہیں کہ ایک رات مجھے خضر علیہ السلام ملے۔ میں نے عرض کیا بندہ کو اپنی نسبت سے بہرہ ور فرمائیے۔ فرمایا "جس شخص سے تمہیں نسبت حاصل ہے، تمہیں اور پوری دنیا کو اس کی ارشاد و رہنمائی کافی ہے"۔

سید صالح مجددی اپنے رسالہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے ایک کام کے لیے بھڑاپچ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ راستے میں سورہ ایلاف بہت پڑھنا اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے یاد

کرنا۔ میں روانہ ہوا تو غلط راستے پر چل پڑا اور ویران بیابان میں جا پڑا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر جنگل سے نکلا اور مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ میں نے فوراً حضرت کا نام نامی لیا، فوراً شیخ بذات خود تشریف لائے، شیر کو بھگا دیا۔ یوں میں اور میرے ساتھیوں نے خونخوار شیر سے نجات پائی۔

صاحب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں کہ شیخ احمد کی دو عظیم خارق، صفحہ ہستی پر باقی رہ گئی ہیں۔ ایک کتاب مکتوبات اور آپ کے تصنیف فرمودہ رسائل--- کسی بھی بزرگ نے اس طرح کے حقائق و معارف اور مکاشفات برملا تحریر نہیں کیے، جس طرح آپ نے تحریر کیے۔ دوسرے آپ کے فرزندان گرامی، جنہیں آپ نے اپنے تصرف سے، علم ظاہر اور کمالات باطنی سے اپنی طرح کا بنا دیا۔

واضح ہو کہ شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سات فرزند ارجمند تھے۔ پہلے خواجہ محمد صادق، دوسرے خازن الرحمت شیخ احمد سعید، تیسرے عروۃ الوثقی شیخ محمد معصوم، چوتھے محمد اشرف، جو حالت رضاعت میں فوت ہو گئے، پانچویں محمد فرخ جو اٹھارہ سال کی عمر میں قضا کر گئے، چھٹے محمد عیسیٰ جو آٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے، ساتویں محمد یحییٰ جو "شاہ جی" مشہور تھے، رحمتہ اللہ علیہم اجمعین--- ان ساتوں بیٹوں میں سے احمد سعید اور محمد معصوم، اپنے عالی قدر والد کے فوت ہونے کے بعد آپ کے قائم مقام ہوئے۔

ایک دن شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ، صبح مسجد میں حلقہ جمائے مریدوں کی تلقین میں متوجہ تھے کہ شاہ اسکندر کیتھلی قدس سرہ حضرت غوث الاعظم کا خرقہ، جو حضرت شاہ کمال کیتھلی ساتھ لائے تھے، حضرت مجدد کے سر مبارک پر لا رکھا۔ شیخ مجدد نسبت قادریہ کے بحر انوار میں مستغرق ہو گئے۔ اس وقت حضرت کو خیال آیا کہ میں خاندان نقشبندیہ میں مرید اور خلیفہ ہوں۔ اب جبکہ

نسبت قادریہ نے میرا احاطہ کر رکھا ہے' ایسا نہ ہو کہ پیران کبار نقشبندیہ' اس بات سے ناراض ہو جائیں۔ یہ خیال آتے ہی مشاہدہ کیا کہ حضرت شاہ غوث الاعظم' شاہ کمال کیتھلی' خواجہ بہاء الدین نقشبند' خواجہ محمد عبدالباقی' خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری چشتی' شیخ شہاب الدین سہروردی' شیخ نجم الدین کبریٰ اور شاہ بدیع الدین مدار وغیرہ پیران عظام اور مشائخ کرام تشریف لائے اور تمام بزرگ' شیخ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے اپنے سلسلوں کا خلیفہ قرار دے رہے ہیں اور ہر بزرگ کہتا ہے کہ شیخ احمد ہمارا ہے۔ آخر الامر تمام بزرگوں نے شیخ کی مقبولیت پر اتفاق کیا اور سب حضرات نے اپنی اپنی نسبت سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ اس دن صبح سے ظہر تک بحر مراقبہ میں مستغرق رہے اور چشم حال سے ان تمام احوال کا مشاہدہ کیا۔

شیخ احمد مجدد الفثانی رحمتہ اللہ علیہ نے گیارہویں مکتوب میں اپنے مرشد محترم کو لکھا۔۔۔

"کہ اس مقام کے ملاحظہ کے دوران' ایک بار پھر' دیگر مقامات' بعضھا فوق بعض' ظاہر ہوئے۔ جب اس مقام سے اونچے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ مقام ذی النورین ہے اور دیگر خلفاء کا بھی اس مقام پر سے گزر ہے۔ اس سے اوپر' مقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوا۔۔۔ دیگر خلفاء عظام کا بھی اس مقام سے گزر ہوا۔ میں اس مقام پر بھی پہنچا۔ میں نے بڑے خواجہ حضرت شاہ نقشبند کو عبور کے علاوہ ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام سمجھ نہیں آتا مگر مقام نبوت۔ حضرت ابوبکر صدیق کے مقام کے سامنے ایک مقام نہایت بلند اور نورانی ہے' اس جیسا مقام پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور مقام صدیق اکبر سے تھوڑا سا بلند تھا۔ چنانچہ زمین سے تھوڑا سا اور اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت ہے۔ وہ مقام رنگین اور منقش ہے۔ بندہ

نے بھی اپنے آپ کو اس مقام کے انعکاس سے رنگین و منقش پایا۔ اس کے بعد اپنی کیفیت میں لطافت پائی اور اپنے آپ کو بادل یا ہوا کی طرح' عالم میں منتشر دیکھا اور عالم میں سے کچھ کو اپنی گرفت میں لیا۔ حضرت خواجہ نقشبند کا مقام' مقام صدیق اکبر میں ہے۔ بندہ نے بھی اپنے آپ کو اس کے مقابل مقام میں پایا' جس کی کیفیت عرض کر دی ہے"۔

نور الدین جہانگیر بادشاہ کا دور اقتدار تھا۔ اس کی محبوبہ بیگم نور جہان کی وجہ سے رافضیوں کا بادشاہ کے دربار میں بہت عمل دخل تھا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے رافضیوں کے عقائد کی تردید میں کئی کتابیں اور رسالے لکھے تھے۔ اس لیے یہ لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مندرجہ بالا مکتوب بادشاہ کو دیا اور کہا کہ شیخ احمد کہتا ہے' میرا مقام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بہتر اور اونچا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ بادشاہ کو غصہ آگیا' اس نے حضرت کو طلب کیا اور اس بارے میں پوچھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ "جس طرح اہل سنت کے مذہب میں اگر کوئی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل گردانتا ہے تو وہ اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے' اسی طرح فرقہ صوفیہ میں اگر کوئی اپنے آپ کو خبیث ترین مخلوق کتے سے بھی بہتر جانتا ہے' وہ صوفی نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ میں اپنے آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھوں۔ باقی جو بات مکتوب میں ہے وہ مقامات سلوک میں' سیر و عروج کا ذکر ہے--- یہ مقام صوفیا کو اپنے مرشد دستگیر کی توجہ سے ملتا ہے۔ ان مقامات میں یہ صوفیانہ عروج ایک ساعت کے لیے ہوتا ہے' جیسے دربار شاہی میں بڑے بڑے امراء اور بااختیار مقرب' رات دن حاضر ہوتے ہیں۔ اب اگر بادشاہ کسی معمولی فوجی سپاہی کو کسی کام کے لیے یا

کسی مصلحت کے لیے ضرورتاً اپنے پاس بلاتا ہے' اور ایک ساعت کے لیے اسے اپنے قریب کرتا ہے' اس سے باتیں کرتا ہے اور کام پورا ہونے کے بعد اسے لشکر میں اس کی پہلے والی جگہ پر بھیج دیتا ہے' وہ لشکری' اس تھوڑی سی مدت کے قرب کو' جو اسے دربار سلطانی میں حاصل ہوا' دائمی مقرب امراء اور وزراء سے بہتر نہیں سمجھے گا' اسی طرح ہمارا وہ قرب ایک گھڑی کے لیے ہے۔ سو اس مقام پر جا کر ہم سرہند میں واقع اپنے غریب خانہ میں آ جاتے ہیں۔ ہماری کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب مقام کے مقابلہ میں؟ علاوہ ازیں میں نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے اس مقام کے عکس سے اپنے آپ کو رنگین کیا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ سورج کے عکس سے رنگین ہونے والا کبھی یہ نہیں کہتا کہ وہ سورج کے مقام تک پہنچ گیا۔ دیکھئے زمین ہر روز سورج کے عکس سے رنگین ہوتی ہے مگر کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ زمین سورج تک جا پہنچی ہے"۔

غرض حضرت نے اس قسم کے دلائل و براہین سے بادشاہ کو مطمئن کر دیا اور بادشاہ نے بھی کچھ عتاب نہ کیا بلکہ عزت سے رخصت فرمایا۔

اس کارروائی سے شیعہ لوگ سمجھے کہ ان کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ بعد موقع پا کر عرض کیا کہ شیخ احمد سرہندی نے ایک بڑی جماعت اکٹھی کر لی ہے اور ہزاروں جانثار مرید آپ کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور قریب ہے کہ شورش ہو جائے اور شاید' مملکت پر قبضہ کر لیں۔ بادشاہ کو یہ بھی باور کرایا کہ بادشاہوں کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ اگر شیخ احمد بھی حضور شاہی میں آکر سجدۂ تحیت کرے تو پھر وہ آپ کا مخالف نہیں ہو گا۔ بادشاہ نے پھر شیخ کو طلب کیا۔ آپ آئے تو سجدۂ تحیت کا مطالبہ کیا۔ شیخ اس حکم کے مرتکب نہ ہوئے تو مخالفین نے پھر بادشاہ کو بھڑکایا اور گزشتہ مکتوب (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) اور

دوسرے مکاتیب کے ایسے مضامین جو عام فہم نہیں ہیں، ان پر اعتراضات کیے۔ خصوصاً مولوی عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی اس بحث میں کئی مکتوب لکھے اور حضرت کی طرف سے شافی جوابات پائے۔ پس تمام علماء نے امراء دربار کو خوش کرنے کے لیے، شیخ کے قتل کا فتویٰ لکھ دیا۔ بادشاہ جہانگیر نے حضرت کو قید خانہ میں ڈال دیا جہاں آپ دو سال تک قید رہے۔

شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ نے جیل میں جانے سے چند مہینے پہلے اپنے اصحاب واحباب کو بتا دیا تھا کہ عنقریب مجھ پر ایک مصیبت نازل ہوگی جو ولایت کے مقامات میں ترقی کا سبب بنے گی اور یہ ترقی، مصیبت کے بغیر ممکن نہیں۔ جیل پہنچے تو کئی ہزار کافروں کو مسلمان کیا اور سینکڑوں لوگوں کو مرید بنایا اور ولایت کے مقام تک پہنچایا۔ حضرت نے قید خانہ میں کبھی بھی بادشاہ کے لیے بددعا نہیں کی بلکہ فرماتے تھے کہ اگر بادشاہ مجھے قید نہ کرتا تو اتنے ہزار لوگ دینی فائد سے محروم رہتے --- اور جو ہمیں مقامات میں ترقی حاصل ہوئی ہے، یہ مصیبت پر موقوف تھی۔ اگر قید نہ ہوتا تو اس ترقی سے محروم رہتا۔ شیخ کے کچھ مرید صوفیاء بادشاہ و نقصان پہنچانا چاہتے تھے مگر آپ نے خواب اور بیداری دونوں میں انہیں روک دیا۔ دو سال کے بعد بادشاہ اپنے فعل پر نادم ہوا۔ اپنے حضور بلا کر معذرت کی اور عزت و احترام سے پیش آیا، بلکہ شیخ کا محب بن گیا حتیٰ کہ کبھی آپ کو اپنے سے الگ نہ ہونے دیتا۔ اپنے بیٹے شہزادہ خرم کو حضرت کا مرید کروایا، چنانچہ شاہجہان اور عالمگیر تک کے بادشاہ اپنے تمام علماء و وزراء سمیت سلسلہ مجددیہ میں داخل ہوتے تھے۔

شیخ مجدد فرماتے تھے کہ میرے سلسلہ کے تمام مرید اور خادم جو قیامت تک مجددیہ احمدیہ طریقہ میں داخل ہوں گے، اس کی مجھے اطلاع کی جا چکی ہے اور سب کے نام مجھے بتا دیے گئے ہیں اور اللہ کا وعدہ ہے کہ جو کئی بھی مجددی

سلسلہ میں ہے' آتش دوزخ سے آزاد ہے۔ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ جب مہدی آخر الزمان مبعوث ہوگا تو وہ تیرے سلسلہ کی نسبت میں ہوگا۔

ایک آدمی نے حضرت شیخ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت کا شہرہ سنا تو اپنے وطن سے سرہند کی طرف چلا۔ شہر میں داخل ہوا تو رات ہو چکی تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ ایک ایسی جگہ رات گزاری جس کے اہل خانہ شیخ کے مخالف تھے۔ ان سے شیخ کا احوال پوچھا تو انہوں نے برعکس باتیں کیں اور آپ کے بارے میں نازیبا اور سخت کلمات کہے۔ آدھی رات گزری تھی کہ اچانک شور ہوا کہ گھر کا مالک مارا گیا' کوئی نامعلوم دشمن آیا اور اسے بستر پر مار ڈالا۔ علی الصبح جب وہ شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے گلے لگایا کہ جس آدمی کے پاس تم نے رات گزاری' اس نے ہمارے بارے میں' تمہیں جھوٹی باتیں بتائیں--- رات کو اس نے اپنے کیے کی سزا بھگتی اور مارا گیا۔ خیر--- ما مضی باللیل لا یذکر بالنھار--- یعنی جو رات کو ہوتا ہے وہ دن کو بیان نہیں کیا جاتا۔

علامہ الزمان شیخ الاسلام ہندوستان مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی بھی ابتداء میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے مخالف تھے' ایک رات شیخ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے آیت قل اللھم--- ثم ذرھم پڑھتے ہیں۔ محض یہ آیت سنتے ہی ان کے دل میں شیخ کا جذب اور شوق الٰہی پیدا ہوا اور ان کا قلب ذاکر ہو گیا۔ نیند سے جاگے تو اپنا دل ذاکر پایا۔ چند دنوں تک تصور شیخ کر کے ذکر کیا اور اپنے آپ کو اویسی شیخ کیا۔ آخر حاضر خدمت ہوئے اور اعلیٰ درجات پر فائز ہوئے۔

علماء ہندوستان میں سے شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے یاد کرنے والے پہلے شخص یہی مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ

علیہ ہیں---

ایک بار شیخ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے دوران منقا کے دانے طلب کیے۔ ایک دانہ تناول فرمایا اور باقی ماندہ کے لیے فرمایا کہ جو بیمار ان میں سے کھائے گا شفا پائے گا۔ بعد میں کچھ بیماروں نے ان سے شفا پائی۔

شیخ عبدالخالق صاحب تذکرہ آدمیہ فرماتے ہیں کہ ایک سید کو امیر معاویہ سے دلی عداوت تھی۔ ایک دن وہ حضرت کے مکتوبات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ حضرت امیر معاویہ کی تعریف کا مقام آیا تو اس نے بیزار ہو کر مکتوبات زمین پر پھینک دیا۔ رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ تشریف لائے ہیں اور اس کے دونوں کان پکڑ کر غصہ سے فرمایا کہ اے نادان! ہمارے کلام پر اعتراض کرتا ہے' اگر میری بات پر یقین نہیں ہے تو آ میں تجھے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے جاتا ہوں' چنانچہ اسے کشاں کشاں آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے اور آپ کے روبرو کھڑا کر کے عرض کیا یا حضرت! یہ آدمی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و مدح کے بارے میں مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور میری کتاب زمین پر پھینکتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمایئے۔ جناب مرتضوی نے اسے مخاطب کیا' فرمایا ہرگز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے دشمنی نہ رکھنا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے کس نیت سے مجادلہ و مقاتلہ کیا۔ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر اعتراض کرنے یا شیخ احمد کی بات سے روگردانی کی جرات نہیں ہونی چاہیے جو عین حق ہے۔ اس سید نے جب یہ بات سنی تو اسے وہم ہوا اور وہ دلائل تلاش کرنے لگا۔ دوبارہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ احمد کو مخاطب کر کے فرمایا ابھی اس جاہل کا دل نور نصیحت سے منور نہیں ہوا۔ ایک زبردست مکا اس کے منہ پر مارو--- مکا لگتے ہی سید

اپنے عقیدے سے تائب ہو گیا۔ اس کا دل صاف ہو گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اپنے منہ پر مکا لگنے کی سوجن موجود پائی۔ فوراً حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور سعادت دارین پائی۔

شیخ عبدالخالق سرہندی صاحب "تذکرہ آدمیہ" فرماتے ہیں کہ دہلی کے سب سے بڑے عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے اختلاف تھا۔ ایک دن میں ان سے ملنے گیا اور وہاں حضرت مجدد کا تذکرہ چھڑا تو محدث دہلوی نے آپ پر تنقید کی۔ میں نے جواب دیا کہ بزرگان دین سے عداوت رکھنا اچھا نہیں ہے۔ میرا اور آپ کا منصف قرآن شریف ہے' وضو کرتے ہیں' قرآن شریف کھولتے ہیں' اول صفحہ پر جو آیت ہو گی وہ شیخ احمد مجدد کے حال کی فال ہو گی۔ شیخ عبدالحق نے کہا ٹھیک ہے۔ وضو کیا' دو نفل پڑھے' مصحف شریف دائیں ہاتھ میں پکڑا اور پوری عاجزی و عزت سے کھولا تو یہ آیت سامنے آئی۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ یہ آیت پڑھ کر علامہ مذکور نے توبہ کی اور پھر کبھی حضرت مجدد سے نزاع و عداوت نہ کی۔

شیخ جان محمد جالندھری فرماتے ہیں:

میں سلسلہ عالیہ "قادریہ اعظمیہ" میں شیخ احمد مجدد الف ثانی کا مرید ہو گیا۔ ایک رات میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت نے مجھے سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا ہے' تو میں آپ سے سوال کروں گا کہ مجھے حضرت غوث الاعظم کی زیارت سے مشرف کروائیں۔ اسی دوران شیخ اٹھے' میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ "جان محمد قطب ستارہ پہچانتے ہو؟" میں نے انگلی سے اشارہ کیا۔ اتنے میں قطب ستارہ سے ایک شخص نکلا جس نے سیاہ خرقہ پہن رکھا تھا اور گھوڑے پر سوار تھا اور بہت تیزی سے شیخ کے سامنے تشریف لایا اور کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے اسے دیکھا تو سر زمین پر رکھا اور مجھ سے

فرمایا "جان محمد! حضرت غوث الاعظم یہی ہیں' زیارت کرلے"۔ میں زیارت کرچکا تو حضرت غوث الاعظم واپس اسی ستارہ کی طرف لوٹ گئے۔

صاحب "سفینۃ الاولیاء" شہزادہ داراشکوہ فرماتے ہیں کہ شہزادہ خرم کے استاد ملا شیخ میرک بن فصیح الدین کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اتفاق سے سرہند گیا اور شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر شیخ اہل کرامت ہیں تو میرے چاروں سوالوں کے جواب دیں۔

اول: لوگ کہتے ہیں کہ شیخ احمد خود کو صدیق اکبر سے افضل کہتے ہیں۔ اگر شیخ اس ناشائستہ حرکت سے پاک ہیں تو میرا اطمینان کردیں۔

دوم: سننے میں آیا ہے کہ خواجہ باقی باللہ اپنے مرشد خواجہ خواجگی کی اجازت کے بغیر لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ شیخ احمد اس سلسلہ میں کافی و شافی بات کریں جس سے میری تسلی ہو جائے۔

سوم: یہ کہ میرے آباؤ اجداد کے احوال بیان کردیں۔

چہارم: خواجہ خاوند محمود بخاری قدس سرہ کے بارے میں آپ کا جو اعتقاد ہے' وہ بیان کریں۔

ابھی میرا یہ خیال مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ شیخ نے کاغذ کا ایک جزو' اپنی مسند کے تکیہ کے نیچے سے نکالا' مجھے دیا کہ اسے پڑھو۔ میں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ اسی جزو کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا یہ بات تو اس سے ظاہر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا میں نے صرف اتنا ہی لکھا ہے' باقی جو مخالف کہتے ہیں وہ سب افتراء اور بہتان ہے۔

پھر فرمایا کہ "ایک روز خواجہ خاوند محمود یہاں تشریف لائے اور کہا کہ خواجہ باقی باللہ کو اپنے پیر خواجہ محمد خواجگی کی طرف سے واضح الفاظ میں

مریدوں کو تلقین کرنے کی اجازت نہیں ملی' اس لیے کہ ایک دن مولانا خواجگی امکنگی خربوزہ کھا رہے تھے اور قاش قاش کاٹ کر خود حاضرین اور مریدوں کو دے رہے تھے۔ سب کو قاشیں دیں سوائے خواجہ باقی باللہ کے۔ آپ نے انہیں کچھ نہ دیا۔ حاضرین نے عرض کی کہ خواجہ باقی بھی موجود ہے' اسے بھی عطا فرمانا چاہیے۔ مولانا خواجگی نے فرمایا' ہم نے اسے پورا خربوزہ دے دیا ہے۔ خواجہ باقی اس بات سے خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ مجھے مولانا خواجگی نے مرید کرنے کی اجازت دی ہے--- میں (مجدد الف ثانی) نے اس کے جواب میں کہا--- یہ بات نہیں کیونکہ میں نے اپنے مرشد اور خواجہ کے دیگر اصحاب سے یہ بات نہیں سنی۔ بلکہ میرے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ خواجہ امکنگی نے جب خواجہ باقی کو ارشاد کی اجازت اور خلافت دی تو انہوں نے انکار کر دیا اور عرض کی کہ خلافت کا یہ عظیم کام مجھ سے سرانجام نہ پا سکے گا مگر مولانا خواجگی نے قبول نہ فرمایا' بلکہ کہا--- کہ ہم نے تمہیں اجازت دی ہے اور یہ کام تمہیں کرنا ہوگا--- دریں اثناء کچھ سفید ریش لوگوں نے اس قول کی تصدیق کی۔ یہ بات سن کر خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ ہم نے وہ بات غلط سنی تھی"۔

اس کے بعد حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے میرے آباؤ اجداد کے نام بخوبی لیے اور میری تسلی کر دی--- میرے چوتھے سوال کا جواب یہ دیا کہ خواجہ خاوند محمود ہمارے، پیرزادہ ہیں اور خواجہ بہاء الدین نقشبندی کی اولاد میں سے ہیں۔

یوں شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے میرے دل میں پیدا ہونے والے چاروں سوالات کا جواب اس خوبی سے دیا کہ میں ان کا معتقد ہو گیا اور مرید بن گیا۔

صاحب "در المعارف" میں غلام علی شاہ احمد مجددی نقل فرماتے ہیں کہ شیخ طاہر لاہوری قدس سرہ شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ ہیں۔ وہ حضرت کے صاحبزادوں شیخ محمد سعید اور شیخ محمد معصوم کے استاد تھے۔ اس سے قبل شیخ لاہوری شاہ کمال کیتھلی قادری کے خاندان میں بیعت کر چکے تھے۔ چونکہ تبحر عالم تھے' اس لیے دونوں صاحبزادے علم ظاہری کی تعلیم آپ سے حاصل کرتے تھے۔ ایک دن آپ حضرت کی محفل میں حاضر تھے کہ شیخ مجدد پر شیخ طاہر لاہوری کے احوال از راہ مکاشفہ ظاہر ہوئے۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حلقہ کے حاضرین میں سے ایک شخص کافر ہو جائے گا' دین اسلام سے ہٹ جائے گا۔ میں اس کی پیشانی پر لفظ "ھو الکافر" لکھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ یہ بات سن کر مخلص حاضرین ترساں و لرزاں ہو گئے اور شیخ سے پوچھا کہ ان تمام اہل حلقہ میں سے وہ بد نصیب کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ شیخ طاہر لاہوری ہے۔ یاران مجلس اس بات کے اظہار پر متاسف ہوئے مگر کسی نے یہ بات شیخ طاہر کو نہ بتائی۔ آخر کار چند ماہ بعد شیخ طاہر ایک کافر عورت پر فریفتہ ہو گیا' کفر اختیار کر کے مرتد ہو گیا۔ چونکہ وہ صاحبزادوں کا استاد تھا' اس لیے وہ بہت غمگین ہوئے۔ ایک دن اپنے والد محترم کو خوش دیکھ کر عرض کیا کہ ہمارا استاد دریائے کفر میں ڈوب گیا ہے' توجہ فرمائیں کہ دوبارہ مسلمان ہو جائے۔ فرمایا جو کچھ ہونا تھا' ہو چکا۔ لوح محفوظ میں اس کے بارے میں یہی لکھا تھا۔ مگر جب دونوں صاحبزادوں نے زیادہ اصرار کیا تو اپنے بیٹوں کی خاطرداری کے لیے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر عرض کی بار الہا! غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا ہے کہ کسی کو بھی قضائے مبرم پر دسترس نہیں مگر چونکہ تو نے مجھے اپنے دوستوں میں سے ایک ہونے کی عزت بخشی ہے' اس لیے امید کرتا ہوں کہ میرے واسطہ سے یہ بلائے اولی شیخ طاہر سے ٹل جائے۔

فوراً دعا قبول ہوئی۔ شیخ طاہر خواب غفلت اور عشق مجازی کی مستی سے بیدار ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوبارہ اسلام قبول کیا' آپ کا مرید ہوا' تھوڑے ہی عرصے میں اتنے اونچے مرتبہ پر پہنچ گیا کہ اسے الہام ہوتا کہ اے طاہر کہہ دو کہ قدی ھذہ علی رقبتہ جمیع الاولیاء اللہ تعالیٰ (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) لیکن وہ بتقاضائے ادب یہ بات زبان سے نہیں کہتے تھے اور عرض کرتے: یارب! یہ اعلیٰ مرتبہ حضرت غوث الاعظم کے ہی لائق ہے اور میرے لیے اتنا کافی ہے کہ میں جناب غوثیہ کا ایک کمترین مرید اور پیروکار بنوں۔

مرزا مظہر جان جاناں مجددی کے عظیم خلیفہ سید غلام علی شاہ دہلوی مجددی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص مبعوث کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔ پس ہر سو سال کی ہجری پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی اور غوث الاعظم وغیرہ جیسے اولیاء کبار ہر صدی کے سرے پر عہد مجددی رکھتے تھے۔ مجدد اور محی الدین دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ پس گیارہویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا اور آپ کو اس اعلیٰ رتبہ سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی' قلم ربانی' محبوب سبحانی اور امام ربانی' شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ آپ کے لقب ہیں۔

ولادت: صحیح اقوال اور "برکات احمدیہ" اور "حضرات القدس" کتابوں کی روایات کے مطابق آپ ۹۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: اس جامع الکمالات ہستی کی وفات بروز منگل وقت صبح صفر ۱۰۳۵ھ ہے۔ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اگرچہ صاحب "مخبر الواصلین" نے آپ کا سال وفات ۱۰۲۴ھ قرار دیا ہے مگر یہ بات کمزور ہے کیونکہ "برکات

احمدیہ" ایک معتبر کتاب ہے اور اس کے مولف نے ۱۰۳۴ھ تحریر کیا ہے۔

قطعہ ولادت

شیخ احمد شیخ دین احمدی پیر دین محبوب مقبول عظیم
شدعیان احمد رفیع المنزلت "سرورا" تولید آن شیخ کریم

۹۷۱ھ

قطعہ وفات

رحلتش فیض کمال احمد است هم نجوان احمد صراط المستقیم

۱۰۳۴ھ ۱۰۳۴ھ

پیر سلطان الف ثانی را نجوان سال وصل آں شہ جنت مقیم

۱۰۳۴ھ

شیخ محمد طاہر لاہوری قادری نقشبندی مجددی قدس سرہ

آپ شیخ احمد مجدد الف ثانی کے ایک عظیم صاحب' دوست اور خلیفہ ہیں۔ سخت ریاضت اور مجاہدے کرتے تھے۔ اعلیٰ مقامات حاصل تھے۔ کشف و الہام سے بہرہ ور تھے۔ کرامات اور جذب سے بھی سرفراز تھے۔ علماء' صلحاء اور عوام میں مقبول تھے۔ پہلے قادریہ سلسلہ کے شاہ اسکندر بن شاہ کمال کیتھلی کی خدمت میں رہے' پھر شیخ احمد مجدد کے والد بزرگوار شیخ عبدالواحد کی صحبت اختیار کی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ احمد کی صحبت میں رہے۔ حضرت نے آپ کو اپنے دونوں صاحبزادوں احمد سعید اور محمد معصوم کی تعلیم پر مقرر فرمایا۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔ قضائے مبرم سے شیخ طاہر کفر میں مبتلا ہو گئے' پھر حضرت مجدد کے صاحبزادوں کے اصرار پر حضرت کی دعا سے دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کا مفصل تذکرہ شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں ہو چکا ہے۔۔۔ بعد میں حضرت کی نظر کرم سے کمال' تکمیل' اجازت تلقین کے

مرتبہ پر پہنچے۔ نقشبندیہ' قادریہ اور چشتیہ سلسلوں میں ارشاد سے سرفراز ہوئے۔ تکمیل کے بعد طالبان حق کی رہنمائی کے لیے لاہور تشریف لائے۔ لاہور پہنچ کر مالداروں کے پاس آنے جانے کا سلسلہ ترک کر دیا اور معیشت کی یہ سبیل نکالی کہ کتب فقہ و حدیث اپنے ہاتھ سے لکھتے' ان کا حاشیہ درج کرتے اور تصحیح کر کے فروخت کرتے۔ اس ذریعے سے حلال رزق کماتے اور کھاتے۔ شب و روز طالبوں کی رہنمائی اور تلقین میں مصروف رہتے' چنانچہ اللہ کے ہزاروں بندے اس ولی اللہ کی توجہ سے مقامات بلند تک پہنچے اور خطہ پنجاب کی قطبیت آپ کو سونپی گئی۔۔۔

صاحب "تذکرہ آدمیہ" نے شیخ طاہر کے اقوال میں چند خطوط نقل کیے ہیں جو شیخ طاہر نے اپنے باطنی احوال کے سلسلے میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو لکھے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک خط یہاں تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

عریضہ

حضرت سلامت!

احقر الخدمت محمد طاہر عرض کرتا ہے کہ جب آستانہ عالیہ سے لاہور متوجہ ہوا تو ہر قدم پر اپنے آپ سے کہتا تھا کہ اے نادان! مقصود کو سرہند میں چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ آخر غیب سے آواز آئی کہ چلتا رہ اور رک نہیں۔۔۔ آخر' کشاں کشاں لاہور پہنچا اور ایک مسجد کے گوشہ میں حیران و پریشان میں بیٹھ گیا۔ اچانک حضرت خواجہ نقشبند کی روح پرفتوح ظاہر ہوئی اور حکم دیا کہ جس کام پر مامور ہوئے ہو' اس میں لگ جاؤ۔ ان کے اور آپ کے حکم کی تعمیل میں چند آدمیوں کو مشغول کیا۔ اب مجلس گرم ہے اور مشائخ عظام کی روحیں فوج در فوج تشریف لا رہی ہیں اور بہت کرم فرما رہی ہیں۔ خصوصاً حضرت غوث الاعظم' خواجہ بزرگ نقشبند اور حضرت گنج شکر تو ہر حلقہ ذکر و

نماز میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جناب رسالت ماب (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کئی ہزار اصحاب کے ساتھ تشریف لا کر محفل کی رونق کو بڑھاتے اور نوازشیں فرماتے ہیں اور اعتکاف کے عشرہ میں خلوت خاص اور نسبت تازہ سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بہت مہربانی فرمائی اور تشریفات خاصہ سے نوازا۔ اس سے پہلے نسبت ثلاثہ یعنی نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں سے ہر ایک نسبت، باری باری آتی تھی۔ کبھی اکٹھی بھی آ جاتی ہیں، کبھی غالب مغلوب بھی ہو جاتی ہیں۔ نسبت چشتیہ بہت غلبہ پالیتی ہے حتیٰ کہ میں دوسری نسبتوں سے ناامید ہو جاتا ہوں۔ اس وقت نسبت نقشبندیہ غالب آ جاتی ہے اور دوسری نسبتوں کو زیر کرلیتی ہے۔ اب تینوں نسبتیں ایک ہو چکی ہیں۔ آج کل مشائخ عظام کی نسبت میں سیر کم ہے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی نسبت میں سیر زیادہ ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نسبت کے علاوہ بندہ اکثر اوقات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میں ہوتا ہے اور بہت خوش و خرم رہتا ہے اور فقر کا مطلوب یہی ہے کہ اسی نسبت پیغمبری میں ترقی ہو۔

والسلام

خلفاء: اگرچہ شیخ طاہر کی توجہ سے ہزاروں طلباء منزل تکمیل تک پہنچے اور مقامات ولایت پائے، مگر ان میں سے چار خلفاء نامدار ہیں جو اعلیٰ مدارج پر پہنچے اور خرقہ خلافت پایا۔ ان میں سے ایک شیخ ابو محمد قادری، نقشبندی لاہوری ہیں۔ آپ خطہ لاہور میں آرام فرما ہیں--- دوسرے سید صوفی جن کا مزار دہلی میں ہے۔ تیسرے شیخ لکھن مست جو ہمیشہ جام عشق سے سرمست رہتے تھے، بے خود ہوتے اور جس پر نظر توجہ ڈالتے اسے ولی بنا دیتے۔ ان کا مدفن موری دروازہ کے باہر لاہور میں ہے۔ چوتھے شیخ ابوالقاسم نقشبندی ہیں

کہ آپ کا مزار پر انوار جدہ میں مشہور ہے۔ وہ اپنے مرشد کی اجازت سے حجاز کے سفر پر گئے۔ جب حرمین شریفین کی زیارت کے بعد جدہ پہنچے تو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

صاحب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں کہ حضرت پر نسبت قادریہ عالیہ اس قدر غالب تھی کہ مشائخ قادریہ میں اپنے عہد میں ممتاز تھے اور وقت کے بزرگ اپنی گردنوں میں آپ کی غلامی کا طوق ڈالتے تھے۔ جب سید آدم بنوری مجددی کے کان میں آپ کی بزرگی کی آواز پہنچی تو پیری چھوڑ کر پا پیادہ "بنور" سے لاہور تشریف لائے اور شیخ طاہر سے نسبت قادریہ کا فیض کامل حاصل کیا۔

وفات: حضرت شیخ طاہر نے بروز جمعرات بوقت چاشت ۸ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر ۵۶ سال تھی۔ صاحب "تذکرہ مجددیہ" نے آپ کی تاریخ وفات "غم و آہ معرفت مرد" سے اخذ کی ہے۔ آپ کا مزار مبارک لاہور کے میانی قبرستان میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

قطعہ

شیخ طاہر چو شد از دار فنا سال وصلش آنشہ والا ولی
می شود روشن ز روشن آفتاب ہم ولی طاہر بزرگ متقی
۱۰۴۰ھ ۱۰۴۰ھ

خواجہ بیرنگ قدس سرہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ اور خواجہ باقی باللہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت و اجازت حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد اپنے والد ہی کے حق پسند دوست اور مخلص یار خواجہ حسام الدین

نقشبندی کی خدمت میں گئے۔ نقشبندی طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے اور اپنے وقت کے کاملین سے ہوئے۔ سینکڑوں طالبان خدا نے آپ کی خدمت میں آکر کمالات ظاہری و باطنی پائے ــــ اپنے والد کی وفات کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ ۱۰۴۲ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔

قطعہ

چو بیرنگ آں مقتداء اہل فقر ز دنیای دون رخت ہستی بہ بست
دگر "زبدۃ الاصفیاء اہل فقر" بگو "شیخ اسلام" تاریخ او
۱۰۴۲ھ ۱۰۴۲ھ

خواجہ ہاشم اور خواجہ صالح وہیدی قدس اللہ اسرارھما

یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے حقیقی بھائی تھے۔ پہلے سمرقند کے مضافات میں قصبہ وہید میں سکونت تھی۔ بعد میں ماوراء النہر اور سمرقند کا رخ کیا۔ خواجہ ہاشم بڑے تھے اور خواجہ صالح چھوٹے بھائی تھے۔ دونوں اپنے والد گرامی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے والد خواجہ محمد کاشانی کے مرید اور خلیفہ تھے' جو خواجہ محمد قاضی کے مرید تھے۔ وہ زبدۃ الابرار خواجہ عبید اللہ احرار نقشبند کے مرید تھے۔ خواجہ محمد ہاشم کی وفات' بقول صاحب "سفینۃ الاولیاء" بروز سوموار ۱۵ر ربیع الاول ۱۰۴۶ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار قصبہ وہید میں ہے۔ خواجہ محمد صالح کی وفات محرم ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا مرقد مقدس بلخ میں ہے اور آپ کی عمر ۷۲ سال ہے۔

قطعہ

از جہان رفتند در باغ جنان ہاشم و صالح چو آن ہر دو جہان
ہر دو تاریخ آمد از "سرور" عیان بہر سال وصل آن ہر دو ولی
باز "صالح سرور جنت نجوان" اولاً ہاشم معلی متقی
۱۰۴۶ھ

آخون ملا حسین جناز کشمیری نقشبند مجددی قدس سرہ

آپ خطہ کشمیر جنت نظیر کے عظیم ولی اور بزرگ ہیں۔ پہلے مولانا محمد قادری کے مرید ہوئے اور ظاہری و باطنی کمالات حاصل کیے۔ جب مرشد حرمین شریفین کے لیے گئے تو آپ دہلی میں خواجہ عبدالشہید نقشبندی کی خدمت میں پہنچے اور فیض حاصل کیا اور اس سے پہلے کچھ مدت خواجہ باقی باللہ کے پاس بھی رہے۔ اس کے بعد خطہ دلپذیر کشمیر تشریف لے آئے۔ آپ شریعت کے فروغ اور بدعت کے قلع قمع میں مصروف ہوئے۔ آپ نے خواجہ حبیب اللہ نوشہری سے چند بار شرعی دلائل کے ساتھ بحث کی' جو اس وقت سماع سنتے اور وجد کرتے تھے۔ آپ نے کتاب ہدایت الاعمی اور بہت سے رسائل تصنیف فرمائے۔ آپ نے ان رسائل میں حضرت حسین بن منصور' فرید الدین عطار اور خواجہ محمد بن محی الدین ابن عربی وغیرہ کے بارے میں چند عبارتیں تحریر کیں۔ ان حضرات نے کلمہ "ہمہ اوست" کہا تھا۔

صاحب "تواریخ اعظمیہ" خواجہ محمد اعظم دومری فرماتے ہیں: "کشمیر کے ایک پیر محمد امین صوفی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد' شیخ بابا نصیب الدین سہروردی' مولانا حیدر علامہ' مولانا حیدر کے صاحبزادے خواجہ محمد افضل یہ سب حضرات خانقاہ ملک جلال تھکور میں خواجہ حسین کے دیدار کے لیے تشریف لائے۔ میں اس وقت بچہ تھا اور بابا نصیب الدین کی کفش برداری کی خدمت سے مشرف تھا' ان سب حضرات کے سامنے کھڑا تھا۔ گفتگو کے دوران ایک حدیث کا ذکر ہوا۔ خواجہ حسین نے مولانا حیدر علامہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس حدیث کو کس صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ملا حیدر علامہ نے ابھی جواب شروع بھی

نہیں کیا تھا کہ مولانا کے صاحبزادے خواجہ محمد افضل نے جو ابھی نابالغ تھے جواب دیا کہ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان ذی النورین ہیں۔ خواجہ حسین نے صاحبزادے کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور دوبارہ مولانا حیدر سے سوال کیا تو آپ نے اپنے بیٹے کے کلام کی تصدیق کی اور کہا کہ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ سن کر خواجہ حسین نے فرمایا کہ اگر آپ ہی پہلی بار جواب دیتے تو میں مان جاتا مگر اب چونکہ آپ کے بیٹے نے یہ جواب دیا ہے اور آپ نے اس کی تصدیق کر دی ہے' اس لیے میرے دل میں سخت تردد ہے اور ضروری ہے کہ ہم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی تصدیق کروائیں۔ خواجہ کی بات ابھی جاری تھی کہ ایک برقعہ پوش نورانی شکل کا حسین و جمیل گویا حسن و جمال میں یوسف ثانی تھا خانقاہ کے دروازہ سے اندر آیا اور خانقاہ کی جلسہ گاہ کے اندر محفل کی نشست پر بیٹھا۔ ملا حسین' بابا نصیب الدین اور مولانا حیدر' تینوں حضرات اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور آداب و تسلیمات بجا لائے' ان کے قدموں کو چھوا اور ادب سے سامنے بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ مذکورہ حدیث کی روایت پر باتیں ہونے لگیں۔ اور اس شخصیت کے جواب سے مشرف ہوئے۔ کلام ختم ہوا تو وہ برقعہ پوش اپنی جگہ سے اٹھے اور جس راہ سے آئے تھے' اسی راہ پر سے تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد تینوں حضرات خلیفہ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایت کے شکرگزار ہوئے اور کہا' یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرفتوح تھی' جو برائے تصدیق روایت حدیث تشریف لائی تھی"۔

وفات: خواجہ حسین بقول صاحب "تواریخ اعظمی" ۱۰۵۰ھ میں تشریف لائے۔ آپ کا مزار پرانوار کشمیر کے محلہ کوجوارہ میں ہے۔

قطعہ

ز دنیا چو درخلد والا رسید ولی جہان شیخ اکبر حسین
یکے علم فضل است تاریخ او دگر "شاہ سلطان سرور حسین"
۱۰۵۰ھ ۱۰۵۰ھ

خواجہ خاوند المشہور بحضرت ایشان قدس سرہ

آپ مادرزاد ولی تھے قطب الارشاد' صاحب حال و قال' جامع کمال ظاہری و باطنی' مظہر جمال صدری و معنوی تھے۔ آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں رتبہ عالی رکھتے تھے۔ آپ کا والد کی طرف سے نسب' شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ برحق خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے والد شریف کا اسم گرامی میر سید شریف بن خواجہ میر محمد بن تاج الدین حسین بن خواجہ علاؤ الدین عطار ہے رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ خواجہ عطار' خوارزم کے سادات عظام میں سے تھے۔ اور ان کا نسب پاک ایک جانب سے حضرت سید آتا اور دوسری جانب سے شیخ فرید الدین عطار تک پہنچتا ہے۔ خواجہ خاوند محمود اگرچہ بظاہر خواجہ ابو اسحاق سفید کی نقشبندی کے مرید تھے مگر اس کے علاوہ وہ خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند سے نسبت اویسیہ رکھتے تھے۔ چنانچہ محمد معین "کتاب رضوانی" میں فرماتے ہیں۔

یہ نسبت اویسی جو حضرت ایشان کو خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روح پرفتوح سے پہنچی' نسبت اویسی ہے جو سب سے پہلے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ سے خواجہ حسن بصری کو اور ان سے خواجہ حبیب عجمی اور ان سے داؤد طائی کو اور ان سے معروف کرخی کو اور ان سے سری سقطی اور ان سے جنید بغدادی کو اور ان سے بوعلی رودباری کو اور ان سے بوعلی کاتب کو اور ان سے بوعثمانی مغربی کو اور ان سے شیخ ابوالقاسم گورگانی کو اور ان سے بو

علی فارمدی کو' ان سے خواجہ یوسف ہمدانی کو' ان سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو اور ان سے خواجہ بہاؤ الدین شاہ نقشبند کو اور ان سے خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئی۔

بیس سال کی عمر میں حضرت ایشان کو شوق و ذوق الٰہی دامن گیر ہوا۔ بخارا سے وخش آئے ایک روز باقی بیگ حاکم وخش کی مجلس میں جو سخت بدمزاج تھا تشریف فرما تھے۔ باقی بیگ نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا: "یہ لوگ جو اپنے آپ کو خواجہ زادے کہتے ہیں فی الحقیقت مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں لہذا اس لائق ہیں کہ ان کے کان اور ناک کاٹ کر ان کی تشہیر کی جائے اور اگر میں یہ کام نہ کروں تو میں باقی بیگ نہیں"۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ایشان نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ ایک دن تمہارے کان اور ناک کاٹے جائیں گے"۔ ایک ہفتہ بعد بخارا کے بادشاہ عبداللہ خان کے میر شکار نے شکاری جانوروں کے ساتھ دریا عبور کیا۔ وخش میں آئے اور ایک بڑھیا کی بھیڑ چھین کر ذبح کی اور شکاری جانوروں کو کھلا دی۔ حاکم وخش باقی بیگ نے اس ظلم کی پاداش میں میر شکار کو مار پیٹ کے وخش سے باہر نکلوا دیا۔ میر شکار نے اس توہین کا بدلہ لینے کے لیے بادشاہ کا خاص باز' راستہ میں مار ڈالا اور بادشاہ کے حضور بطور فریادی کے درخواست کی کہ باقی بیگ نے شاہی باز مار ڈالا اور ہمیں مارا پیٹا۔ کچھ اور باتیں بھی اپنی طرف سے بنا کر بادشاہ کو بھڑکا دیا۔ بادشاہ نے دس آدمی باقی بیگ کو لانے کے لیے بھیجے اور اس کے دونوں کان اور ناک کاٹنے کا حکم دیا۔ یوں اس منکر اولیاء کو سزا ملی۔

عبداللہ خان شاہ بخارا اور اس کا بیٹا عبدالمومن کی وفات کے بعد ہمایوں بادشاہ تھا تو حضرت ایشان غیبی اشارہ پا کر بخارا سے کابل آئے۔ چند عرصہ کابل میں قیام کیا۔ وہاں سے کشمیر گئے۔ حاکم کشمیر جمیل بیگ کے گھر قیام

فرمایا۔ سینکڑوں لوگوں نے آپ کے حضور آ کر بیعت کی۔ آپ وہاں کافی عرصہ تک ٹھہرے۔ چنانچہ اب تک کشمیر میں خواجہ کی اولاد اور ہزاروں مرید موجود ہیں۔

کشمیر سے ایک شخص خواجہ احمد جو خواجہ محمود کی اولاد میں سے تھا ۱۲۷۰ھ میں لاہور آیا اور حضرت ایشان کے مزار پر جا کر فاتح پڑھی اور اپنی طرف سے فضل الدین صحاف کو روضہ کا متولی بنا کر واپس کشمیر چلا گیا۔ بعد میں خواجہ ایشان کشمیر سے ہندوستان آئے اور لاہور' دہلی اور اکبر آباد میں قیام کیا۔ جلال الدین اکبر' جہانگیر اور شاہجہان بادشاہوں کے نزدیک مقبول ہوئے یہاں تک کہ شاہی بیگمات اور مستورات بھی آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت ایشان کشمیر سے روستاق تشریف لے جا رہے تھے' گرم موسم' سخت لو' رمضان کا مہینہ' آپ کے ہمراہیوں کو پیاس کی وجہ سے سخت تکلیف تھی۔ چلنے کی سکت نہ رہی۔ آخر خواجہ سے دعا کی درخواست کی آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر لب ہلائے۔ فوراً بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ بارش برسنا شروع ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ غروب آفتاب تک آسمان پر بادل چھائے رہے۔ یوں یہ حضرات آسانی سے منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

اسی طرح ایک دن آپ کشمیر میں ایک صاحب حاجی باندی کشمیری کے یہاں مہمان تھے چونکہ اس سال آسمان سے پورے موسم میں ایک قطرہ بھی نہیں برسا تھا اور غلہ مہنگا تھا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد اہل مجلس نے آپ سے دعائے بارش کی التجا کی۔ خواجہ نے آسمان کی طرف رخ کر کے ہونٹ ہلائے۔ فوراً آسمان پر بادل چھا گئے اور اتنی بارش ہوئی کہ خشک سالی کی تلافی ہو گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جمیل بیگ کا بھائی شرف بیگ' کابل میں گیا ہوا تھا۔

آپ کا مرتبہ اونچا ہے۔ علم و حلم اور دیانت و متانت میں شہرہ آفاق تھے۔ طریقت و شریعت میں آپ کا قدم مضبوط تھا۔ بہت سی مخلوق نے آپ کی توجہ کی برکت سے ہدایت پائی اور کمال ولایت تک پہنچے۔ آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔

وفات: حضرت میر ۱۸ صفر ۱۰۶۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ صاحب "مخبر الواصلین" نے آپ کی تاریخ رحلت ۱۰۵۸ھ اور ۱۰۶۰ھ تحریر کی ہے۔

قطعہ

چو از نعمائے جنت گشت منعم	بود حامد حامد دین ذوالکرم
بسال انتقالش گفت "سرور"	کہ "ہادی زیب نعمت میر نعمان"

۱۰۶۰ھ

میر ابو العلاء نقشبندی اکبر آبادی قدس سرہ

آپ خواجہ احرار نقشبندی کی اولاد میں سے ہیں۔ اکبر آباد میں رہتے تھے۔ آپ بہت بڑے زاہد و عابد اور متقی انسان تھے۔ فیض کا سمندر اور احسان کی کان تھے۔ اللہ کے بندے گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دنیا و عقبیٰ کا فیض حاصل کرتے تھے۔ حضرت میر بھی ہر طالب کی طرف متوجہ ہوتے خواہ وہ دنیا کا طالب ہو یا عقبیٰ کا ـــــ آپ اس کی مشکل حل کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض مشائخ عظام نے دنیا کے طالب کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے دنیا کا طالب اپنا دنیاوی مطلب پا لے اور اسے معلوم ہو جائے کہ مردان حق کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ یوں وہ پہلے دل سے اللہ والوں کا معتقد ہو جائے اور اس کی دنیاوی کامیابی اخروی کامرانی کا موجب بن جائے۔ آپ کے اسی طرز عمل کی وجہ

سے لوگوں کی بڑی بھیڑ آپ کے پاس جمع رہتی اور جو لوگ پہلے دنیا کے طلبگار ہوتے تھے بعد میں وہی دنیا و عقبیٰ کی سعادت تک جا پہنچتے۔

وفات: اس جامع الکمالات ہستی نے بروز ہفتہ ۹ر صفر ۱۰۶۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار پرانوار، اکبر آباد میں ہے——

قطعہ

بود حامد حامد دین ذوالکرم   بخلد برین یافت قدر بلند
بفرما "امیر سخن بو العلاء"   وصالش "تو فیاض قطب جہان"

۱۰۶۱ھ

شیخ ابوالفتح قدس سرہ

آپ حضرت شیخ آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے قدیم دوست، کامل ساتھی، محرم راز اور آپ کے خانساماں تھے۔ ابتداء میں شیخ کے ساتھ شوخی کرتے اور حضرت کے سامنے محبوبانہ باتیں کرتے۔ شیخ کو بھی آپ سے بے حد محبت تھی۔ آپ نے شیخ ابوالفتح کو اپنے زیرسایہ پروان چڑھایا اور بچپن سے اپنے پاس رکھا اور تربیت کی۔ شیخ ابوالفتح، ابتداء میں عشق مجازی میں مبتلا ہوئے اور پھر اپنے مرشد کامل کی برکت سے ان کا عشق مجازی، عشق حقیقی میں تبدیل ہوگیا—— آپ نے پھر وہ کمال پائے کہ کئی دفعہ شیخ آپ کے بارے میں فرماتے تھے "شیخ ابوالفتح ہمارا دائیاں ہاتھ ہے"۔

وفات: آپ نے ۱۰۶۶ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

یافت چون از دہر در جنت مکان   حضرت بوالفتح پیر زندہ دل
گو زہے بوفتح فتاح جہان   سال وصل او "بسرور" گفت دل

۱۰۶۶ھ

شیخ عبدالحیٔ قدس سرہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ مقتدائے زمان تھے' امام جہان تھے' معزز محبت اور مخزن کرامت تھے۔ آپ ذوق و شوق اور جذب و استغراق میں لاثانی تھے۔ اتباع سنت نبوی اور ورع و تقویٰ میں بے نظیر تھے اور کرامت و خوارق میں مشہور تھے۔

وفات: شیخ عبدالحیٔ نے ۱۰۷۰ھ میں داغ مفارقت دیا۔

قطعہ

گشت مدفون چو آہ صورت گنج | در زمین حق پرست عبدالحیٔ
"مہدی اعظم" است سالش نیز | "قطب دین حق پرست عبدالحیٔ"

۱۰۷۰ھ ۱۰۷۰ھ

شیخ احمد سعید نقشبندی مجددی قدس سرہ

آپ شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ منقول و معقول پر حاوی تھے۔ فروع و اصول کے جامع تھے۔ صاحب حال و قال تھے' مظہر جمال و کمال تھے۔ مخزن برکات اور معدن کرامات تھے' منبع انوار' واقف الاسرار کریم الاخلاق' عمیم الاشفاق اور صاحب مقامات جلیلہ و مدارج عالیہ تھے۔ طریقہ میں اپنے والد بزرگوار سے فیض عام حاصل کیا۔ آپ سے بے اختیار کئی کرامات ظاہر ہوئی تھیں۔

صاحب "تذکرہ آدمیہ" ملا بدر الدین مجددی سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ احمد سعید کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک خادم نے ایک بیڑہ برگ پان' برگ پلاس میں لپیٹ کر حاضر کیا۔ شیخ نے اسے کھولا اور بیڑہ پان تناول

فرما لیا۔ پھر آپ نے بیڑہ برگ پلاس کو' جو بطور لفافہ کے تھا' بیڑہ برگ پان کے طور پر میری طرف پھینک دیا۔ میں نے سمجھا کہ شاید بیڑہ پان ہے جو آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے' میں پورے احترام و تعظیم سے اٹھا' کھولا تو خالی تھا۔ بعض حاضرین محفل' میری اس حرکت پر مسکرائے' میں شرمندہ ہوا۔ آخر اپنی شرمندگی اور خفت مٹانے کے لیے اس پتے کو اپنی پگڑی میں چھپا لیا۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد جب اپنے گھر آیا' پگڑی سر سے اتاری اس پتے کو پھینکنے کے لیے باہر نکالا تو دیکھا کہ اب پلاس کا پتا' پان کا پتہ بن چکا ہے۔ اس کرامت اور تصرف سے میں حیران رہ گیا۔ بڑی خوشی سے پان چبایا۔ ایسی مٹھاس ملی جس کا بیان احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتا۔

صاحب "در المعارف" فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ خواجہ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دونوں صاحبزادے خواجہ احمد سعید اور محمد معصوم میں بے بہا جوہر ہیں۔ یہ دونوں بچپن میں ہی "مقامات احمدیہ" تک پہنچے۔۔۔۔ "در المعارف" میں ہے کہ ایک شخص نے سید غلام علی شاہ اور ہادی مجددی کی خدمت میں عرض کی کہ خواجہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے کار تجدید میں اپنے والد شیخ احمد کے ساتھ شامل ہیں۔ غلام علی شاہ نے فرمایا: "مجھے اور کچھ معلوم نہیں مگر شیخ احمد مجدد فرماتے تھے کہ میرا اور میرے بیٹوں کا معاملہ' صاحب "شرح وقایہ" کے معاملہ کی طرح ہے۔ ان کے دادا "وقایہ" تحریر کرتے تھے تو صاحب شرح وقایہ اسے حفظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح جو معارف مجھ پر مکشوف ہوتے ہیں' میرے بیٹے انہیں بطور خود یاد کر لیتے ہیں"۔

صاحب "حضرات القدس" اور "روضتہ السلام" فرماتے ہیں کہ خواجہ احمد سعید میں اس قدر جمال ظاہری اور کمال باطنی تھا کہ جو کوئی بھی ایک بار

سامنے آتا آپ کے کمالات حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا۔

خواجہ آدم بنوری اور شیخ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے مابین محبت و اخلاص کا گہرا رابطہ تھا۔ آپ نے شیخ آدم کے صاحبزادوں اور اپنے خلفاء و طلباء کی اس وقت تربیت کی جب شیخ آدم مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

شیخ بدر الدین صاحب "حضرات القدس" نے شیخ احمد سعید کے مناقب میں کئی کتابیں اور رسالے تحریر کیے ہیں۔ آپ جامع کرامات تھے۔ ایک دفعہ سرہند میں وبائے عظیم نمودار ہوئی۔ سینکڑوں لوگ اس وبا سے ہلاک ہو گئے۔ آخر وہاں کے باشندوں نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج سے کوئی شخص مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ' اور ایسا ہی ہوا۔

وفات : شیخ احمد سعید نے ۱۰۷۰ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

قطعہ

چون سعید از دار دنیا رخت بست — در جہاں ماتم شد و در خلد عید

گفت "سرور" سال وصل پاک او — "نیر روشن ولی دین سعید"

۱۰۷۰ھ

شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہ

آپ شیخ آدم بنوری کے عظیم خلیفہ ہیں۔ بہت بڑے بزرگ' صاحب علم و عمل اور صاحب حال و قال تھے۔ ہر بیماری کا دم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرتے' بیمار شفا پاتا۔ جذام کے مرض کے لیے اونٹ کی ہڈی پر بسم اللہ

دم کر کے دیتے اور فرما دیتے کہ اسے مریض کے گلے میں باندھ دینا' چند دنوں میں بیمار شفا پا لیتا۔ آپ ذکر کرتے تو جنگل کے جانور حاضر ہوتے' آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور غور سے ذکر سنتے۔ آپ نے ۱۰۷۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چون محمد جامع صدق و صفا — رفت در فردوس بے نقص و خلل
سال تر حیلش بسرور شد عیان — از "محمد مخزن علم و عمل"

۱۰۷۵ھ

شیخ محمد معصوم قدس سرہ

شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے درمیانے صاحبزادے ہیں۔ اپنے دور کے قطب اور مرشد عصر تھے۔ آپ کا نسب شریف گیارہ واسطوں سے سلطان فرخ بادشاہ کابل سے ملتا ہے۔ اور ۲۹ واسطوں سے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے والد بزرگوار شیخ احمد' خواجہ عبدالباقی کی خدمت میں گئے اور عرض کی کہ اس بیٹے کی پیدائش میرے لیے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے کیونکہ اس کے پیدا ہونے کے بعد ہی آپ جیسے پیر روشن ضمیر کی صحبت میسر آئی ہے۔

حضرت معصوم رحمتہ اللہ علیہ' اعلیٰ استعداد کی بنا پر' ولایت میں' محمدی المشرب تھے۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم سیکھ لیے اور اپنے سر مبارک پر دستار فضیلت باندھ لی۔ اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے والد کی توجہ سے اپنے بڑے بزرگ کی اولاد پر سبقت لے گئے۔ شیخ احمد مجدد اپنی آخری عمر میں' اپنے مریدوں کی تربیت کے لیے انہیں شیخ محمد معصوم کے حوالے کر دیتے تھے اگرچہ آپ کم عمر تھے۔ شیخ آپ کے حق میں دعائے

خیر کرتے اور وصیت فرمایا کرتے کہ خانقاہ میں پرانے بوریا کو تخت سلطنت سمجھ کر قناعت کرنا۔ مال داروں کی صحبت اور بادشاہ کی مجلس سے احتراز کرنا۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ شاہجہان بادشاہ آپ کے ساتھ مجلس آرائی کا بہت خواہش مند تھا لیکن اس کے لیے ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ البتہ اورنگ زیب عالمگیر آپ کا معتقد اور مرید ہوا۔ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنے کا شائق تھا مگر آپ نے اس کا یہ مطالبہ قبول نہ کیا۔

خواجہ معصوم کی توجہ سے مرتبہ ولایت پر پہنچنے والے آپ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ جب آپ ہندوستان سے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو بے شمار اہل عرب و عجم آپ کے مرید ہوئے۔

صاحب "تذکرہ آدمیہ" فرماتے ہیں: "محمد داراشکوہ خلف شاہجہان' حضرت ملا شاہ قادری کا مرید تھا۔ جبکہ اورنگ زیب عالمگیر' حضرت معصوم سرہندی کا مرید تھا۔ دونوں بھائیوں میں دشمنی اور تنازع تھا اسی لیے داراشکوہ کو سرہند کے صاحبزادگان سے کدورت اور بغض تھا۔ جب حضرت معصوم مدینہ منورہ پہنچے تو سنا کہ داراشکوہ' اپنے باپ شاہجہان کا ولی عہد مقرر ہوگیا ہے۔ یہ بات سن کر آپ متفکر ہوئے اور اجازت لینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے تشریف لے گئے۔ متوجہ ہوئے اور عرض کی: "ہندوستان جانے کے بارے میں جو حکم ہو بندہ اس کی تعمیل کرے گا کیونکہ میرے مرید اور وابستگان سرہند میں ہیں۔ اس سلسلہ کا دشمن داراشکوہ' شاہ جہان کا ولی عہد بن چکا ہے' ایسا نہ ہو کہ اس سلسلہ کے متعلقین کو نقصان پہنچائے"۔ اسی دوران محسوس ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شمشیر بدست ظاہر ہوئے اور فرمایا جو کوئی تمہارا دشمن ہے اس کے

لیے یہ شمشیر قہرالٰہی کافی ہے۔ جب مراقبہ سے سر اٹھایا تو فرمایا کہ داراشکوہ ہندوستان میں مارا گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

محمد صدیق پشاوری کہتے ہیں کہ فقیر نے پشاور سے حضرت معصوم کی ملاقات کے ارادہ سے خچر پر سوار ہو کر سرہند کا رخ کیا۔ راستہ میں اچانک خچر اچھلا' میں خچر کی پیٹھ سے الگ ہوگیا۔ میرا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ خچر دوڑنے لگا تو میں زمین پر گھسیٹنے لگا۔ لوگ بہت دوڑے مگر پکڑ نہ سکے۔ اس وقت میں نے مجبور ہو کر دل میں شیخ کو یاد کیا۔ یاد کرتے ہی شیخ بذات خود وہاں تشریف لے آئے اور خچر کی لگام پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا اور میرا پاؤں رکاب سے نکال کر غائب ہوگئے۔ اسی طرح میں ایک دفعہ دریا کے کنارے کپڑے دھو رہا تھا کہ اچانک دریا میں گر گیا۔ پانی گہرا تھا۔ مجھے کئی غوطے آئے اور ڈوبنے ہی والا تھا کہ میں نے اس مصیبت کی گھڑی میں اپنے شیخ کو یاد کیا۔ آپ فوراً ظاہر ہوئے۔ مجھے پانی سے نکالا—— اسی طرح میں نے ایک روز سلطان الاذکار کے غلبہ سے مغلوب ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ میں ایسی جگہ پہنچا جہاں لوگ نہ تھے' میں تنہائی سے ڈرا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہر طرف شیخ کی صورت نظر آ رہی ہے۔

صالح نامی ایک آدمی آپ کا مرید تھا۔ ہمسایہ کی خوبصورت عورت اس پر عاشق تھی۔ آخر دونوں طرف کی شدید آرزو کے بعد ملاقات ہوئی۔ دونوں جانب سے تقاضا ہوا اور شہوت نے غلبہ پالیا۔ جب کاربد کا ارادہ کیا تو اچانک اس آدمی کی نگاہ گھر کے دروازہ پر پڑی۔ دیکھا کہ حضرت شیخ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور انگلی دانتوں میں دیے کہہ رہے ہیں کہ خبردار! یہ برا کام نہ کرنا۔ جب عورت نے یہ دیکھا تو ڈر کے مارے بے ہوش ہوگئی۔ آدمی موقعہ غنیمت سمجھ کر وہاں سے فرار ہوگیا۔

ملا محسن کابلی فرماتے ہیں ایک دن میں ماہ رمضان میں اعتکاف کی تقریب میں شمولیت کے لیے حضرت معصوم کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت سو رہے ہیں اور آپ کا چہرہ انور' چادر کے نیچے چھپا ہے۔ میں آہستہ سے بیٹھ گیا اور دل میں سوچا کہ یہ خواب غفلت ہے' اولیاء کے لیے نیند کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ خیال میرے ذہن میں آتے ہی آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا۔

سحر کرشمہ و ملش بخواب می دیدم
زہے مراتب خواب کہ بہ ز بیداری است

میں اس جواب سے بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی۔

میر عسکری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا بیٹا فوت ہوگیا۔ اس کے والدین بہت گھبرائے ہوئے تھے اور حضرت شیخ کے حضور فریاد کر رہے تھے۔ آخر ان کی التجا قبول ہوئی۔ آپ نے میت کے سرہانے بیٹھ کر توجہ دی۔ ایک ساعت گزرنے کے بعد شیخ کے مسیحائی تصرف سے متوفی کی لاش حرکت میں آئی۔ وہ اٹھا اور مکمل طور پر صحت مند ہوگیا۔

میر محمد بدخشانی نے بھی اپنی کتاب "تذکرہ مشائخ معصومیہ" میں یہ کرامت نقل کی ہے۔

شیخ محمد معصوم کے مرید اور معتقد ملا پائندہ لکھتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک شیعہ مذہب آدمی کے منہ سے اصحاب کبار کی شان میں گالیاں سنیں۔ میں نے غصے ہو کر اس کے سینہ پر مکا مارا جو اس کے دل پر لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ اس کے قریبی رشتہ داروں نے مجھ پر قتل کا الزام لگایا اور حاکم کے پاس لے گئے۔ حاکم کے پوچھنے پر میں نے تمام ماجرہ کہہ سنایا۔ حاکم نے مجھ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دینے کے مقتول کے عمل کے گواہ

طلب کیے۔ چونکہ میرے پاس کوئی گواہ نہیں تھے اس لیے حاکم نے میرے قتل کا حکم دے دیا۔ میں سخت گھبرایا اور اس مصیبت کی گھڑی حضرت شیخ کو یاد کیا۔ ایک ساعت کے بعد شیخ بنفس نفیس اس مجلس میں تشریف لائے اور حاکم سے فرمایا کہ ملا پائندہ نے ٹھیک بتایا ہے۔ اس مقتول کی حالت کا گواہ وہ ہوسکتا ہے جو مردہ کو قبر میں دیکھ سکے۔ اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف ہے تو وہ بے گناہ مارا گیا ہے اور اگر میت کی پشت قبلہ کی طرف ہے تو اس نے صحابہ کو گالیاں بکی ہوں گی۔ حاکم نے اس بات کو قبول کیا۔ قبر کھولی گئی تو دیکھا کہ میت کی پشت قبلہ کی طرف ہے اور اس کا چہرہ اصلی حالت میں نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر حاکم اور سب لوگوں نے میری تعظیم کی اور عزت و توقیر کی۔

پدر رحیم داد بجواری حضرت شیخ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ ایک بار بحری جہاز میں مال تجارت کے ساتھ سوار تھا۔ اتفاقاً" جہاز تباہی کا شکار ہونے لگا۔ حتیٰ کہ عنقریب ڈوبنے ہی والا تھا۔ آخر اس نے ایک ہزار روپیہ شیخ کی خدمت میں پیش کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اسی وقت موافق ہوا چلی' جہاز تباہی سے نکل گیا اور منزل مقصود تک جا پہنچا۔ جب مرید حضرت کی خدمت میں پہنچا تو پانچ سو روپیہ نذر کیا۔ فرمایا تو نے فلاں مصیبت میں ایک ہزار روپیہ کی نذر نہیں مانی تھی۔ اب وعدہ پورا کرنا لازمی ہے۔ وہ شرمندہ ہوا' ایک ہزار روپیہ لایا اور معذرت کی۔

ولادت: آپ ۱۰۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: صحیح اقوال کے مطابق ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ صاحب "مخبر الواصلین" نے شیخ معصوم کی تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ تحریر کی ہے۔ آنجناب کی عمر ۷۱ برس تھی۔۔۔۔ آپ کا مزار پرانوار سرہند میں ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت

مجدد نقشبند نقش یزدان شہ معصوم عالی رتبہ مخدوم
چو تولیدش ز ہاتف جست "سرور" ز دل شد "یاد حق مخدوم معلوم"

۱۰۰۹ھ

قطعہ تاریخ وفات

ز "ہادی غنی" جو سال وصلش بفرما "اہل حق مخدوم معصوم"
ز "والا مرتبت" سال وصالش بسرور از خرد گردید معلوم

۱۰۸۰ھ

میر سید علیم اللہ

شیخ آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ ہیں۔ حسینی سید ہیں۔ آپ نہایت متقی و پارسا، کامل، عامل اور عالم تھے۔ اتباع سنت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک روپیہ عنایت فرمایا، میں نے آپ سے لے کر جیب میں ڈال دیا۔ کئی سالوں تک وہ روپیہ میری جیب میں رہا، اس کی برکت سے کبھی میری جیب روپوں سے خالی نہ رہی۔ میں جتنا بھی خرچ کرتا، غیب سے اور روپیہ آ جاتا۔

وفات: آپ نے ۱۰۸۱ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

گشت روشن چو از جہاں درخلد نور صدق و یقین علیم اللہ
گفت "سرور" بسال ترحیلش "شمس عرفان دین علیم اللہ"

۱۰۸۱ھ

شیخ محمد انبالی قدس سرہ

آپ حضرت آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب اور خلیفہ ہیں۔ حالات عجیب اور مقامات غریب رکھتے تھے۔ خوارق و کرامت میں مشہور تھے اور اوصاف ظاہری و باطنی سے موصوف تھے۔ ۱۰۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

جناب محمد چو از لطف حق   بخلد برین یافت آخر مقام

بتاریخ ترحیل آن شاہ دین   ندا شد بسرور "محمد نظام"

۱۰۸۳ھ

شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہ

آپ بھی شیخ آدم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں—— علوم ظاہری کے عالم تھے۔ زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ نیک احوال اور صاحب حال و قال تھے۔ ۱۰۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

چوں ز دنیا سوئے جنت رخت بست   شاہ عالم شیخ دین سلطان شریف

سال وصل او بسرور شد عیاں   از "امام المسلمین سلطان شریف"

۱۰۸۳ھ

خواجہ معین الدین خلف خواجہ خاوند محمود نقشبندی قدس سرہ

آپ کشمیر جنت نظیر کے عظیم شیخ اور بڑے عالم تھے۔ زہد و ورع اور تقویٰ، اتباع شریعت، ترویج نسبت اور بدعت کے قلع قمع میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے تمام علماء و صلحاء میں تقریر و تحریر میں مقبول تھے۔

مشائخ و علماء آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس دور کے علماء جیسے حضرت ملا محمد طاہر کشمیری خلف مولانا حیدر علامہ' ملا ابوالفتح کلو' ملا یوسف مدرس' مفتی محمد طاہر' مولنا عبدالغنی اور مولانا مفتی شیخ احمد وغیرہ (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) جو کشمیر میں علم شریعت کے فروغ کے لیے کام کر رہے تھے۔ ان کے پاس آپ کا اجازت نامہ ہوتا تھا۔ یہ حضرات حکام سے اگر عدالت و فتویٰ کی اجازت لینا چاہتے تو آپ کے توسل سے ہی کرتے۔۔۔ آپ نے اپنے عہد کے علماء کے تعاون سے کتاب "فتاویٰ نقشبندیہ" اور "کنز السعادت" علوم شریعت و طریقت میں تصنیف فرمائی۔۔۔ نیز آپنے ایک کتاب نہایت عمدہ و دلچسپ فارسی زبان میں "رسالہ رضوانی" کے نام سے لکھی۔ اس کتاب میں ان کے والد بزرگوار کے مقامات اور خوارق و کرامت کا ذکر ہے۔۔۔ اس کتاب میں حضرت نے اپنی آبائی نسبت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ سے ملائی ہے' جیسا کہ ہم ان کے والد بزرگوار کے تذکرہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اپنے پیران کبیر کی نسبت خواجہ احرار نقشبند رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچائی ہے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ خاوند محمود' خواجہ محمد اسحاق سفید کی وده بیدکی کے مرید اور خلیفہ تھے اور آپ خواجہ خواجگی احمد کاشانی کے مرید و خلیفہ تھے۔۔۔ ان کی تربیت و تکمیل مولانا لطف اللہ سے ہوئی تھی جو خواجگی احمد کے خلیفہ تھے۔۔۔ جبکہ خواجگی احمد نے باطنی فیض' مولانا محمد قاصی خلیفہ اعظم خواجہ عبید اللہ احرار نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے پایا۔

خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے علوم ظاہر و باطن کا فیض اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کیا۔۔۔ شاہجہاں کے دور میں مظفر خان' کشمیر کا حاکم و ناظم مقرر ہوا۔ اس کے دور میں شیعہ قوم اور اہلسنّت میں سخت تصادم ہوئے۔ کشت و خون کے بعد بالاخر مقدمہ' قاضی ابوالقاسم اور قاضی محمد

عارف کے روبرو پیش ہوا۔ دونوں گروہوں کے عوام کے ہجوم و اجتماع کی وجہ سے دونوں قاضی صاحبان نے اہل تشیع کو سزا دینے میں تساہل سے کام لیا۔ یہ بات دیکھ کر تمام اہلسنّت ناراض ہو کر شہر سے باہر آ گئے اور خواجہ خاوند محمود کی سربراہی میں "ہفت چنار" کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ حضرت خواجہ نے کشمیر کے گورنر کے نام سخت اور درشت باتیں تحریر فرمائیں—— حاکم کشمیر فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منت سماجت کر کے خواجہ کو جملہ اہلسنّت کے ساتھ واپس شہر لے گیا اور شیعہ قوم کے ان بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا جنہوں نے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں بکی تھیں۔ مظفر خان کا یہ سارا عمل محض عوام کے خوف کی وجہ سے تھا—— مگر وہ بباطن ناراض تھا۔ چنانچہ اس نے خواجہ کے بارے میں شکایت آمیز باتیں بادشاہ کو لکھ بھیجیں—— ادھر سے خواجہ کو طلب کرنے کا شاہی حکم صادر ہو گیا—— خواجہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ لاہور پہنچ کر بادشاہ کے اشارہ سے لاہور میں قیام کیا—— اور اپنے فرزند خواجہ معین الدین کو خانقاہ کشمیر کا خلیفہ اعظم اور سجادہ نشین مقرر کر کے لاہور سے کشمیر روانہ کر دیا—— انہوں نے کشمیر میں مخلوق الٰہی کی تعلیم و تلقین میں بہت کوشش کی۔ آپ کے خلفاء دور دراز کے علاقوں میں ہدایت خلق کے لیے مامور ہوئے۔

وفات: صاحب "تاریخ اعظمی" کے بقول آپ کی وفات محرم الحرام ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار کشمیر میں زیارت گاہ خلق ہے۔

اولاد: آپ کے چار فرزند ارجمند تھے۔ ان میں سے تین خواجہ کی زندگی میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کے چوتھے بیٹے خواجہ نظام الدین، خواجہ کی وفات کے بعد کم سن تھے۔ آپ اپنی والدہ (جو "بیگم صاحبہ" کے نام سے مشہور تھیں) کی پرورش میں رہے۔ پھر خانقاہ کے سجادہ نشین بنے۔ خواجہ کے

بڑے خلیفہ مولانا عبدالحکیم مسند آرائے طریقت ہوئے۔

قطعہ

چون مقیم خلد شد بافضل حق — قطب ربانی معین اہل دین
"خواجہ ملت" بگو سالش دگر — تاج عرفانی معین اہل دین
۱۰۸۵ھ

شیخ عبدالخالق حضوری مجددی قدس سرہ

شیخ بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور اپنے مرشد کے حضور میں کثرت حاضری سے "حضوری" کا خطاب ملا۔ خواجہ قطب خان رسالہ "تذکرہ الاولیاء" میں فرماتے ہیں "ایک دن میں شیخ عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کی یا حضرت! دعا فرمایئے کہ شاہزادہ عالمگیر کو بادشاہی مل جائے۔ اس صورت میں' میں آپ کے خادموں کو ایک گاؤں بطور نذرانہ پیش کروں گا۔ یہ گزارش سن کر کچھ دیر آپ نے توجہ فرمائی پھر ارشاد ہوا کہ دارا شکوہ کے لشکر کو شکست ہوگئی ہے اور عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا ہے اور یہ کام ہو کے رہنا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عالمگیر کی سلطنت کے قیام کے بعد میں نے بادشاہ کے حضور یہ بات سنا کر شیخ عبدالخالق کے نام ایک گاؤں کا فرمان حاصل کر لیا اور اسے شیخ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا ہم نے خدا کے لیے امداد کی تھی' نذرانہ لینا ہمارے پیروں کا طریقہ نہیں ہے"۔

صاحب "مناقب آدمیہ" فرماتے ہیں: ایک روز شیخ کے خادموں میں سے ایک نے عرض کی "حضرت آپ کے گھر آج تیل نہیں ہے" فرمایا "تیل کا برتن لے آؤ" جب وہ لے آیا تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس برتن کو دیکھا۔ فوراً تیل سے بھر گیا۔ آپ نے حکم دیا "یہ تیل استعمال

کرو اور یہ بات کسی کو نہ بتلانا" پس خادم نے کئی سال تک اسے استعمال کیا مگر تیل کم نہ ہوا۔ آخر ایک کنیز نے یہ راز ایک ہمسایہ عورت کے سامنے ظاہر کر دیا تو تیل ختم ہو گیا۔

وفات: اس جامع الکمالات ہستی نے ۱۰۸۶ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

عبد خالق شیخ دین والا ولی	از جہاں چوں داخل فردوس شد
گو بسالش ہم "حضوری نبی"	"صاحب حق عبد خالق اہل دل"
۱۰۸۶ھ	۱۰۸۶ھ

خواجہ داؤد مشکوتی کشمیری قدس سرہ

آپ علوم حکمت و معانی، فقہ و حدیث اور تفسیر میں خواجہ حیدر چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ چونکہ آپ نے مشکوۃ المصابیح کتاب کو متناً" اور اسناداً" حفظ کر رکھا تھا اس لیے "مشکوتی" ہوئے۔ علوم ظاہر حاصل کرنے کے بعد کسب رموز باطن کے لیے بابا نصیب الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ نے اسی عرصہ میں کتاب "اسرار الابرار در احوال مشائخ و مقامات اخیار" تالیف کی۔ اس کے علاوہ بھی عربی و فارسی میں کئی کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید ہوئے اور اپنی تکمیل کی۔ آپ نے ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کشمیر کے محلہ کندر پورہ میں عیدگاہ کے متصل مدفون ہوئے۔ "تواریخ اعظمی" میں آپ کی تاریخ وفات "شیخ مومناں" درج ہے۔

قطعہ

شد چو داؤد زیں جہاں فنا　　وصل آن شیخ کامل صوفی
گفت "داؤد نیک بخت" خرد　　باز دل گفت "فاضل صوفی"
۱۰۹۷ھ　　۱۰۹۷ھ

شیخ محمد امین ڈار نقشبندی کشمیری قدس سرہ

کشمیری تاجر تھے۔ پہلے صوبہ لاہور میں نوکری کرتے تھے۔ جب عشق حقیقت نے جذب کیا تو نوکری چھوڑ دی۔ ترکہ پدری فروخت کر دیا اور اس سے حاصل ہونے والی رقم درویشوں کو دے دی۔ شیخ عثمان جالندھری کے خلیفہ اعظم خواجہ عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے۔ خلافت نقشبندیہ کا خرقہ حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے۔ وہاں بانجیوں کے گھر میں رہائش اختیار کی اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ کشمیر کے علماء و فضلاء اور مالدار لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے۔ ایک جم غفیر نے آپ کی بیعت کی۔ آپ کی عمر جب ستر برس سے متجاوز کر گئی تو آپ نے گیارہ رمضان المبارک ۱۰۹۸ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار کشمیر میں زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کی ایک تصنیف "کتاب قطرات در مسائل ضروریہ" ہے۔ "تواریخ اعظمی" میں آپ کی تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔

؎ "عرش بود مسکن روح الامین"

"شیخ واثف" "در معارف" "صاحب خلق و کرم" اور "مایزادیک" یہ چاروں الگ الگ آپ کی تاریخ ہائے وفات کے مادہ ہیں۔

قطعہ از مولف

چون امین از دار دنیا رخت بست　　دل بسال وصل آن والا ہمم
گفت "شیخ کامل و اکمل" بگو　　بار دیگر "خوان امین ذوالکرم"
۱۰۹۸ھ

شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد قدس سرہ

آپ علوم ظاہری و باطنی اور کمالات صوری و معنوی کے جامع تھے۔ زہد و ورع، تقویٰ و عبادت اور اتباع شریعت میں بے مثال تھے۔ "محی السنت" آپ کا خطاب تھا۔ کافر اور فاسق و فاجر شخص آپ کی زیارت کی برکت سے توبہ کر لیتا۔ حضرت دنیا اور اہل دنیا سے نہایت احتراز فرماتے۔ آپ مالداروں کا کھانا نہ کھاتے۔ مجلس میں تشریف رکھتے تو انتظار کی کیفیت طاری ہوتی۔ جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کا انتظار کرتا ہے۔ اہل محفل میں سے کوئی جب اللہ کا نام زبان پر لاتا تو آپ سنتے ہی مدہوش ہو جاتے اور زمین پر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے۔ آپ سے بے اختیار کئی کرامت و خوارق ظاہر ہوتیں۔

ایک رات شیخ سیف الدین آدھی رات کے بعد ادائے نفل تہجد کے لیے بستر سے اٹھے، حجرہ کی چھت پر آئے۔ اتفاق سے بانسری کی آواز آپ کے کان میں پڑی۔ بے اختیار ہو گئے اور منڈیر سے زمین پر جا گرے۔ آپ کے ہاتھ کو سخت چوٹ آئی۔ ہوش آئی تو فرمایا "کچھ لوگ مجھے ترک سماع کی بنا پر بے درد کہتے ہیں۔ بے درد تو وہ ہیں کہ "سماع" سن کر صبر کرتے ہیں"۔

آپ کا ایک مرید مجلس سماع میں جا پہنچا۔ جب سماع کی آواز اس کے کان میں پہنچی تو اس میں تاب نہ رہی۔ بیٹھ گیا اور اپنے سوز کو ضبط کر لیا۔ اسی وقت اس کا دل پھٹا اور مر گیا۔ حضرت نے یہ خبر سن کر فرمایا "سماع درد مندوں کے لیے مہلک ہے اسی لیے علماء دین نے سماع کو حرام تصور کیا ہے"۔

شیخ کی خانقاہ میں چار درویش روزانہ استغفار کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی فرمائش کے مطابق الگ الگ کھانا پکایا جاتا۔ اس ناز و

نعمت کے باوجود سالک مقامات بلند تک پہنچتے۔ ایک مرید نے چاہا کہ وہ غذا کی مقدار کم کر دے۔ شیخ نے فرمایا "اس سلسلہ میں غذا کم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں نے اس عمل سلوک کی بنیاد' وقوف قلبی کے دوام اور صحبت شیخ پر رکھی ہے۔ زہد اور مجاہدہ کا نتیجہ خرق عادت اور تصرف ہوا کرتا ہے اور ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمارا مقصد تو دائمی ذکر اور توجہ الی اللہ ہے۔ اتباع سنت ہے اور کثرت انوار و برکات ہے۔

وفات: شیخ سیف الدین نے ۱۰۹۸ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چو سیف الدین ز دنیا رخت بربست　　بسال وصل آں پیر نکو مال

رقم کن باصفا شمشیر دینی　　دوبارہ شاہ عالی سیف قتال

۱۰۹۸ھ

شیخ سعدی بلخاری مجددی لاہور قدس سرہ

بہت بڑے بزرگ ہیں۔ شیخ آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ بچپن سے ہی پیر روشن ضمیر کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی یوں ظاہری و باطنی طور پر مستحکم ہوئے۔

شیخ سعدی کے ایک گہرے دوست شیخ محمد عمر پشاوری نے اپنے شیخ کے بارے میں ایک کتاب "جواہر الاسرار" لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے شیخ کے روز پیدائش سے لے کر ان کے یوم وفات تک کے احوال و اقوال یکجا کر دیئے ہیں۔ اپنے مرشد کے خوارق و کرامت بھی اس میں تحریر کیے ہیں۔ اسی طرح صاحب "روضتہ السلام" شرف الدین کشمیری مجددی نے بھی اپنی کتاب میں آپ کے بے شمار مناقب و خوارق تحریر کیے ہیں۔ چنانچہ ان سب میں

سے چند ایک بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں: "میں سات سال کی عمر کا تھا۔ ایک دن اپنے گاؤں سے نکل کر اپنے گاؤں کے نزدیک ایک کنوئیں سے وضو کر رہا تھا کہ اتنے میں مولانا حاجی سعداللہ وزیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ (شیخ آدم بنوری کے ایک خلیفہ) جو بنور کی طرف جا رہے تھے' وہاں سے گزرے۔ آپ نے جب مجھے پوری احتیاط اور آداب کے ساتھ وضو کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس چھوٹی عمر میں یہ بچہ کتنی احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ پس ایک لمحہ کے لیے میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنی راہ لی۔ میں نے ان کے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حاجی سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور اپنے مرشد کے پاس بنور تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں بھی جذب حقیقت سے مجبور ہو کر ان کے پیچھے ہولیا۔ پورے راستہ میں مولانا کے کسی بھی فقیر سے میل جول نہ ہوا۔ میں کھائے اور سوئے بغیر ان سب سے علیحدہ ہی رہا۔ جب یہ کارروان بنور پہنچ گیا تو حضرت شیخ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ شیخ نے مولانا حاجی سے ہر ایک ہمراہی فقیر کے بارے میں الگ الگ پوچھا۔ آخر جب میری باری آئی تو مولانا نے عرض کی کہ یہ بچہ بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ احوال غریبیہ اور معاش عجیبیہ رکھتا ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا یوں مت کہو کہ یہ بچہ میرے ساتھ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ ہم اس بچے کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ بچہ ازلی سعادت مند ہے اور دائمی مقبول ہے۔ اگر حشر و نشر کے دن اللہ نے تمہیں بخش دیا تو تمہاری بخشش کا سبب یہ بچہ ہو گا۔ اس کے بعد شیخ میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا "بیٹا! تمہارا نام کیا ہے" عرض کی سعدی۔ آپ نے مبارک دیتے ہوئے فرمایا "تم جہاں رہو گے اور جہاں

جاؤ گے خوش قسمت رہو گے۔ دنیا میں بھی سعدی، عقبیٰ میں بھی سعدی"۔

سعد اختر ز توسعادت برد   چرخ تاسال عمر او بشمرد

پھر آپ نے بڑی مہربانیاں فرمائیں۔ اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اپنے حرم محترم سے فرمایا آج ہمارے پاس ایک خوردسالی صاحب کمال آیا ہے۔ جسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا ہے۔ ازاں بعد آپ نے اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور خدمات خاص سے مامور فرمایا۔

صاحب "روضۃ السلام" حاجی محمد امین بدخشی مجددی کی کتاب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شیخ سعدی پیدائشی ولی تھے۔ آپ کو حضرت سیدالانام علیہ الصلوۃ والسلام سے نسبت اویسی حاصل تھی۔ بچپن سے ہی جس مشکل اور مہم کو سر لیتے طے کر لیتے۔ آسیب زدہ آپ کی توجہ سے فوراً تندرست ہو جاتا بلکہ جن آپ کے نام سے بھاگتے تھے۔ آپ جس ولی کی روحانیت پر توجہ فرماتے وہ حاضر ہو جاتی۔ آپ نے سبھی مشائخ عظام کی روحانیت سے بہت فائدہ اٹھایا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

صاحب "تواریخ بدخشی" لکھتے ہیں: شیخ سعدی فرماتے تھے کہ جب میں اپنے مرشد کے ساتھ سہارنپور شہر گیا تو ایک رات مسجد کے صحن میں سوتے جاگتے کی کیفیت کے دوران میں نے دیکھا کہ اس شہر پر ایک نور چھا گیا ہے۔ اسی دوران کسی نبی کی اولاد میں سے ایک پاک دامن خاتون نے آکر مجھ سے کہا سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے باہر کھڑی ہیں اور آپ کو بلا رہی ہیں۔ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ حضرت خاتون جنت وہاں انبیاء

کرام کی صاحبزادیوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور آپ ان سب کی راہنما ہیں۔ آپ نے مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا بیٹا! ہم نے چاہا کہ تجھے اپنی طرف سے ایک تحفہ بخشیں اور اسم اعظم سکھائیں۔ پھر آپ نے اسم اعظم لکھایا۔ اجازت بخشی اور اپنی عظیم ہمراہیوں کے ساتھ ہوا میں پرواز کی اور غائب ہو گئیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ جب شاہجہاں نے بعض حق ناآشنا لوگوں کے کہنے پر حضرت شیخ آدم کو ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیا تو تمام اصحاب و احباب نے حضرت شیخ کی خدمت میں درخواست کی کہ اس بادشاہ کو تنبیہہ اور توبیخ کرنی چاہیے۔ شیخ نے فرمایا یہ بادشاہ اسلام ہے۔ خاص و عام کی بھلائی کے کام کرتا ہے۔ اس کے حق میں برا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ معذور ہے اور ہماری باطنی حالت سے ناواقف ہے۔ سب اصحاب جب آپ سے مایوس ہوگئے تو باہم صلاح کی اور مجھے یہ فرض سونپا کہ میں بادشاہ کو تنبیہہ کے لیے توجہ کروں۔ مگر میں شیخ کی نارضامندی کے اندیشہ سے باز رہا۔ پھر اس بات کی ذمہ داری شیخ ابوالفتح رحمتہ اللہ علیہ نے لی جو شیخ کے عظیم خلیفہ تھے کہ میں شیخ کی رضامندی اور خوشنودی کا ذمہ دار ہوں گا۔ اگر ناراض ہوں گے تو انہیں خوش کرنا میرے ذمہ ہوگا۔ میں نے ایک رفیق کو ساتھ لیا اور "کامران باغ" میں جا کر بیٹھ گیا اور توجہ کی اور تصرف عمل میں لایا کہ بادشاہ کو تخت اور بادشاہ کو ورغلانے والے تمام امراء سمیت اپنی ہتھیلی پر اٹھا لیا اور چاہا کہ زیر و زبر کر دوں کہ اچانک ایک رکاوٹ پیش آگئی اور مجھے اس تصرف سے روک دیا۔ ہم نے دوبارہ دست تصرف دراز کیا تو دیکھا کہ بادشاہ کے ارد گرد ایک عظیم حصار غیب سے کھینچا گیا ہے کہ کسی کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا۔ یہ دیکھ کر بہت غیرت آئی۔ تیسری بار ہم نے دست تصرف دراز

کیا اور چاہا کہ حصار کو پار کریں اور بادشاہ کا کام تمام کر دیں کہ حضرت شیخ جناب بابرکات خود ظاہر ہوئے' کمر سے پکڑا اور فرمایا کہ بیٹا! ایسی باتوں میں تحمل سے کام لینا چاہیے۔ پس میں اس ارادہ سے باز آیا اور شرم و حیاء کی وجہ سے تین دن تک آپ کی زیارت کی جرات نہ ہو سکی۔ تین روز بعد جب حاضر ہوا تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس بارے میں قصور تمہارا نہیں بلکہ ابوالفتح کا ہے جس نے تجھے اس عمل پر آمادہ کیا۔

شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں: لاہور میں جب نواب سعد اللہ خان اور دوسرے حاسدوں نے بادشاہ کو شیخ آدم کے خلاف کر دیا تو شیخ لاہور سے نکل کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ اس بات سے شیخ سعدی کو بہت صدمہ پہنچا۔ وہ بادشاہ کی تباہی پر متوجہ ہوئے۔ غیب سے تلوار پکڑ کر چاہا کہ بادشاہ پر وار کریں کہ اچانک شیخ آدم ظاہر ہوئے۔ سعدی کا ہاتھ اپنے دست حق پرست میں پکڑا' پھر فرمایا اس بارے میں برداشت ضروری ہے کہ بادشاہ اسلام ہے اور مخلوق کا خیر خواہ ہے۔

محمد شرف الدین مجددی رحمتہ اللہ علیہ صاحب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں جب شیخ آدم بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے تو والدین سے ملاقات کے لیے اپنے گھر تشریف لے گئے اور کچھ دن وہاں ٹھہرے۔ اتفاق سے میر منصور بدخشی (جو پہلے شاہی امیر تھا اور بعد میں اسے چھوڑ کر شیخ آدم کا مرید اور خادم بن گیا تھا) مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوگیا' جہاز پر سوار ہوگیا۔ ایک روز سخت طوفان آیا۔ جہاز ڈگمگانے لگا اور جہاز اور اہل جہاز غرق ہونے ہی والے تھے کہ اسی دوران میر منصور شیخ سعدی کی خدمت میں آئے اور امداد کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اس جہاز پر جہاز والوں کی پست ہمتی کی وجہ سے زنا اور لواطت کا عمل واقع ہوا ہے۔ لہذا وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوئے

ہیں۔ تاہم مجھے ارحم الراحمین کے دربار سے امید ہے کہ اس عظیم حادثہ سے بچ جائیں گے۔ جونہی یہ بات ختم ہوئی طوفان ختم ہوگیا اور جہاز سلامتی سے ساحل پر پہنچ گیا۔ مکہ معظمہ میں جب میر منصور شیخ اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاز کی خراب حالت کا ذکر کیا تو شیخ آدم نے فرمایا "اگر سعدی اس جہاز میں نہ ہوتا تو اہل جہاز اس جان گزا مصیبت سے کبھی چھٹکارا نہ پاتے"۔

شیخ محمد امین بدخشی کا بیان ہے: "حضرت شیخ سعدی بلخاری نے فرمایا کہ جب شیخ آدم نے مناسک حج ادا کر لیے تو مدینہ شریف مجھے پہلے روانہ فرما دیا۔ اس سفر کے دوران مجھے غسل کی حاجت ہوئی۔ میں ایک ندی پر گیا۔ اس کا پانی گہرا اور ٹھنڈا تھا۔ فجر کا وقت اور ٹھنڈا پانی' میں تو کانپنے لگا۔ اس جگہ غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا اور ندی سے باہر آ کر تازہ اور گرم حلوہ مجھے دیا اور کہا کھا لو کہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں نے حلوہ کھایا تو سردی جاتی رہی۔ میں چلنے لگا۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ کچھ دن بعد حضرت شیخ مدینہ تشریف لائے۔ اتفاق سے مجھے مدینہ میں سخت بیماری لاحق ہوگئی جس کی بنا پر میں چند روز تک شیخ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ مجھے حالت نزع میں دیکھ کر خاموش رہے اور واپس چلے گئے۔ میں اس رات خواب اور بیداری کی حالت میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت صدیق اکبر' حضرت عمر اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک نورانی تخت پر ظاہر ہوئے۔ بندہ چاروں کے ساتھ دست بدستہ کھڑا ہوگیا۔ اچانک غیب سے قلم' کاغذ اور دوات ظاہر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے ابوبکر! فاطمہ کا روحانی (معنوی) بیٹا اپنی عمر مکمل کر چکا تھا۔ ہم نے اسے از سر نو مزید پچاس سال کی عمر عطا کی ہے۔

اس کاغذ پر لکھ دو۔ اس کے بعد کچھ دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا ہم نے اسے پانچ سال اور دے دیے تاکہ وہ اور ۵۵ سال دنیا میں رہ لے اور طالبان حق کی راہنمائی میں مصروف رہے۔ ابھی یہ واقعہ مکمل نہ ہوا تھا اور بندہ اسی بے ہوشی اور خواب کی حالت میں بستر پر پڑا تھا کہ حضرت شیخ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرے سرہانے کھڑے ہو کر اپنے خادم شیخ جامد سے فرمایا کہ آج رات سعدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۵ سال مزید زندگی عطا کر دی ہے۔ وگرنہ اس کی عمر ختم ہو چکی تھی۔ حضرت شیخ کی آواز سن کر میں جاگ پڑا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنے آپ کو صحت مند اور تندرست پایا۔

مولانا محمد یحییٰ زنگی رحمتہ اللہ علیہ شیخ آدم کے خلیفہ ہیں۔ سیر الاعظم آپ کا خطاب ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جب شیخ آدم نے مدینہ شریف میں وفات پائی تو حضرت شیخ سعدی خدائی اشارہ پا کر لاہور تشریف لے آئے اور لاہور ہی کو اپنا وطن بنا لیا۔ یوں خلق خدا کی ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے ہزاروں طالبان خدا کو خدا تک پہنچایا' جن کی تعداد بے شمار ہے۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرید آسمان کے ستاروں کی مانند حیطہ شمار سے خارج ہیں۔ ان میں سے سینکڑوں کی مکمل تکمیل ہوئی اور اجازت و ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے چاروں بیٹے خواجہ محمد سلیم' خواجہ محمد غنی' خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد عارف دین کے گھر کے چار ستون تھے۔

اپنے عالی قدر والا کی راہنمائی میں کمالات ظاہری و باطن پائے اور سب مشائخ متاخرین پر سبقت لے گئے۔

تاریخ وفات: بعض عمر رسیدہ بزرگوں کی زبانی سن کر میں نے پہلے حضرت

سعدی کی تاریخ وفات ۱۰۸۷ھ اس کتاب میں درج کی تھی اور میرے قلم عجز رقم سے آپ کا مادہ تاریخ وفات "زندہ دل سعدی بلخاری" تحریر ہوا تھا مگر جب بعد میں مجھے جامع عزت و تکریم مولوی محمد سلیم دہلوی سے شیخ شرف الدین محمد کشمیری نقشبندی کی تصنیف "روضتہ السلام" ملی اور بعد میں اسی کے مطالعہ سے محظوظ ہوا۔ اس کتاب میں شیخ سعدی لاہوری کے حالات کے اختتام میں اقوال صحیح اور دیگر معتبر کتابوں کے حوالہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ فوت ہوئے اور پیر عزیز مزنگ کے محلّہ کے متصل (جو آج کل مزنگ کے نام سے مشہور ہے) دفن ہوئے۔ شکر الحمد للہ کہ غلطی رفع ہوگئی۔ اسی طرح اس قطعہ تاریخ (جو صاحب تحقیقات چشتی نے مجھ سے لیا تھا اور اپنی کتاب میں درج کیا تھا) کی غلطی کا بھی ازالہ ہوگیا۔

قطعہ

شد چو سعدی از جہان اندر بہشت — دل بسال رحلت آن شیخ پیر
"گفت سعدی تاج نعمت" کن رقم — "نیز سعدی عارف اکبر فقیر"
۱۱۰۸ھ — ۱۱۰۸ھ

مولانا حاجی محمد اسماعیل غوری نقشبندی مجددی قدس سرہ

آپ شیخ سعدی لاہوری کے خلیفہ اور خادم ہیں۔ آپ نے شیخ آدم بنوری کے خلیفہ اعظم مولانا یار محمد گل مہاری مجددی سے فیض حاصل کیا۔ خود شیخ بنوری کی ذات گرامی سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ ۱۱۵ سال زندہ رہے۔ حصول رزق حلال کے لیے پشاور میں کریانہ کی دکان تھی، تجارت بھی کرتے تھے۔ دور دراز ممالک کی سیر بھی کی۔ حرمین شریفین، اشرف البلاد بغداد، کربلائے معلّٰی، سطام اور بخارا گئے اور مشائخ عظام سے

فائدہ عام اور مکمل فیض اٹھایا۔ قادریہ ' چشتیہ ' نقشبندیہ ' سہروردیہ سلسلوں کے حضرات سے استفادہ و استفاضہ کیا۔ یمن کے ایک شہر میں تین سو سال کے ایک بزرگ سے مختلف سلسلوں میں فیض لیا۔ آخر ہفت اقلیم کی سیر کے بعد شیخ سعدی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور تکمیل سلوک کی۔

صاحب روضتہ السلام فرماتے ہیں کہ خواجہ اسماعیل غوری خوارق و کرامت کے جامع تھے۔ اگرچہ آپ کرامات کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ بے اختیار ہو کر آپ سے سرزد ہو جاتی تھیں۔ آپ مہابت خان کی مسجد میں جب ذکر و مراقبہ میں مشغول ہوتے تھے تو مسجد جنبش میں آجاتی حالانکہ یہ مسجد نہایت پختہ اور مضبوط عمارت ہے۔ اس مسجد کا محراب شروع ہی سے سمت قبلہ سے ذرا ہٹ کر تھا اور پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔ اس محلّہ کے باشندوں نے شیخ اسماعیل سے التجا کی کہ آپ اس بارے میں توجہ فرمائیں کہ مسجد کا ٹیڑھ پن سیدھا ہو جائے اور مرمت بھی ہو جائے۔ آپ نے ان کی درخواست قبول کی' توجہ دی تو مسجد کا ٹیڑھ پن راتوں رات ٹھیک ہوگیا اور مرمت بھی ہوگئی۔

وفات: اس جامع الکمالات ہستی نے ۵ جمادی الاخر ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پر انوار پشاور میں ہے۔

قطعہ

شیخ معصوم دہر اسماعیل شد ز دنیا چو در بہشت برین
نیز مخدوم دہر اسماعیل رحلتش ہست "عارف سرمست"

۱۱۱۱ھ

مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری مجددی بن شیخ محمد صالح کشمیری قدس سرہ

آپ شیخ حاجی اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور صاحب کمال ہیں۔

آپ نے شیخ سعدی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے بھی مکمل فائدہ اٹھایا۔ آپ پر فروتنی اور عاجزی کا غلبہ تھا۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایام طفولیت میں ہم اپنے والد کے ساتھ کشمیر جایا کرتے تھے۔ میں محلہ فتحکول میں شیخ بابا عبدالکریم کے مزار پر حاضری دیتا تھا۔ وہاں نفل نماز پڑھتا تو ہر رکعت کے بعد سکہ رائج الوقت کے روپے اپنے سامنے پاتا۔ میں وہ روپے لے لیتا تھا اور اپنے ہم عمر لڑکوں پر صرف کر دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن میں آشوب چشم کی تکلیف تھی مگر میں اس حالت میں بھی قرآن شریف حفظ کرتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ پر جاتا اور فاتحہ پڑھتا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ میں دو بچوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ فرماتے ہیں تم میرے شاگرد ہو' جلدی جلدی قرآن شریف حفظ کرلو۔ پس ایسے ہی ہوا کہ میں نے تھوڑے دنوں میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔

شیخ محمد پشاوری صاحب کتاب "جواہر اسرار" فرماتے ہیں حافظ عبدالغفور نے پہلے پشاور میں حافظ محمد اسماعیل غوری پشاوری سے استفادہ کیا۔ بعد میں لاہور تشریف لائے اور شیخ سعدی لاہوری کی بیعت کی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ' قادریہ' چشتیہ اور سہروردیہ میں خرقہ خلافت و اجازت حاصل کیا اور کاملان وقت میں شمار ہونے لگے۔ آپ شیخ سعدی کی خدمت میں دو سال تک حاضر رہے۔

شیخ شرف الدین صاحب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں: حضرت حافظ پشاوری رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مخلص رفیق شیخ احمد علی کا بیان ہے جب سلطان محمد معظم بہادر شاہ بن عالمگیر اورنگ زیب کابل میں آئے تو اہل پشاور کو ایک وبائے عظیم یعنی طاعون سے واسطہ پڑا۔ میں بھی اس بیماری میں مبتلا

ہوا۔ اتنا سخت بیمار تھا کہ حالت نزع طاری ہو گئی اور میں کابل میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ مجھ پر بے ہوشی و بے خبری کی حالت طاری ہوئی تو دیکھا کہ شیخ عبدالغفور تشریف لائے ہیں اور مجھے اپنے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں۔ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر عرض کی "احمد علی میرا مرید ہے۔ امید ہے بیماری کی مصیبت سے نجات پائے گا"۔ ارشاد ہوا "صحت پائے گا"۔ حضرت حافظ نے دوبارہ جرات کرتے ہوئے درخواست کی "یارسول اللہ! اگر اسی وقت اس نے صحت نہ پائی تو اسے آپ کی خدمت میں حاضری سے کیا نفع ملا؟" آپ مسکرائے اور فرمایا "حافظ! تم چاہتے ہو کہ ہم قادر حقیقت کی تقدیر میں متصرف ہوں اور اس کا امکان نہیں ہے"۔ پھر عرض کی "اس بیمار کو جو سخت تکلیف اور شدت مرض لاحق ہے وہ تو فوراً ٹھیک ہو جائے اور باقی بیماری و لاغری وقت مقرر تک جاتی رہے تو کچھ مضائقہ نہیں"۔ ارشاد فرمایا "بہت خوب! تمہاری دلداری کے لیے ان شاء اللہ ایسے ہی ہو گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں نے اسی دن شدت مرض سے نجات پائی۔ باقی بیماری اور کمزوری چند دنوں بعد زائل ہو گئی۔

صاحب روضتہ السلام فرماتے ہیں: ایک روز میں حضرت حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے گھر پر حاضر تھا۔ آپ حاضرین محفل میں مٹھائی تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک خادم کو دو حصے عطا فرمائے۔ ایک حصہ تیرے لیے اور دوسرا تیرے بیٹے کے لیے۔ اس شخص نے انتہائی عاجزی سے عرض کیا کہ ابھی میں نے خیال کیا تھا کہ اگر حضرت حافظ صاحب کشف ہیں تو مجھے دو حصے دیں گے۔ ایک میرے لیے اور ایک میرے بیٹے کے لیے۔ آپ میرے خیال سے مطلع ہوئے ہیں لہٰذا امید ہے کہ آپ میری غلطی معاف فرما دیں گے۔ فرمایا اب

معاف کر دیا ہے۔ آئندہ درویشوں کا امتحان نہ لینا۔

کتاب "روضتہ السلام" میں درج ہے ایک دفعہ حضرت حافظ پشاور کے دیہات کی طرف گئے ہوئے تھے۔ مقصد سیر و سیاحت اور اپنے مریدوں کی خبرگیری تھا۔ عصر کے وقت درہ خیبر کے مضافات میں واقع ایک گاؤں میں تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام کیا۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ شغل و مراقبہ میں مشغول ہوگئے۔ اسی دوران راہزنوں اور چوروں کے ایک گروہ نے درویشوں کا سامان لوٹنے کا پروگرام بنایا اور مسجد کا رخ کیا۔ کچھ ساتھیوں نے ابھی مراقبہ کے لیے سر نہیں جھکایا تھا۔ چوروں کو دیکھ کر مضطرب ہوگئے اور شور و غوغا کرنے لگے۔ حضرت حافظ نے شور سنا تو مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا شور و غوغا کا کیا فائدہ؟ بیٹھ جاؤ اور ذکر خدا میں مشغول رہو۔ حکم کی تعمیل میں سب ساتھیوں نے مراقبہ کیا اور مشغول بحق ہوگئے۔ حضرت حافظ بھی مشغول مراقبہ ہوگئے۔ جب ذکر و مراقبہ سے فارغ ہوئے تو سب ساتھیوں نے اپنے پیر روشن ضمیر سمیت اپنے آپ کو پشاور میں حضرت کے گھر پایا۔ سب خادم اس عظیم کرامت کے ظہور پر حیران ہوگئے اور انہیں کبھی نہ معلوم ہوسکا کہ وہ پشاور سے کئی کوس دور کے فاصلہ سے کیسے پشاور میں حضرت حافظ کے گھر پہنچ گئے۔

ایک روز حضرت حافظ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پشاور کے بازار میں چل رہے تھے کہ اچانک عقب سے ایک مست خونخوار ہاتھی آگیا۔ سب ساتھی ادھر ادھر ہوگئے مگر حافظ صاحب اسی طرح بے خوف و ہراس آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ جب ہاتھی آپ کے قریب پہنچا تو بازار والوں نے بچو بچو کا شور کیا۔ حضرت نے فیل مست کی طرف ایک شیرانہ نگاہ کی۔ محض دیکھنے سے ہی ہاتھی زور سے چنگھاڑا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر جدھر سے آیا تھا ادھر چلا گیا۔

"روضتہ السلام" میں ہے کہ حضرت حافظ کے خاص ساتھی سید ابو المعالی کشمیر نے فرمایا کہ میں ابتدا میں کبھی کبھی حضرت حافظ کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے دل میں سوچا اگر آج حافظ صاحب کوئی کرامت ظاہر کریں گے تو میں ان کا مرید ہو جاؤں گا۔ اس خیال کے ظاہر ہوتے ہی حضرت میرے خیال سے واقف ہوگئے۔ مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میرے کندھے کی مالش کرو۔ میں تمہیں ایک افسانہ سناتا ہوں۔ میں حسب الحکم کندھوں کی مالش میں مصروف ہوگیا تو حضرت نے افسانہ سنانا شروع کر دیا کہ کشمیر میں ہمارا ایک یار تھا۔ اسے ایک اجنبی عورت سے محبت تھی۔ اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ وہ چاہتا کہ اس عورت سے تنہائی میں ملاقات ہو تو وہ اس سے ہم آغوش ہو مگر خلوت کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک رات شام اور عشاء کے درمیان وہ عورت اسے اپنے گھر کی دہلیز پر ملی۔ چاہا کہ مرتکب زنا ہو۔ اس وقت میں نے اس کی خیر گیری کی اور ہم وطنی کا حق ادا کیا۔ ہم نے اس کے دل میں **یوسف اعرض عن ھذا** آیت کریمہ کا مضمون ڈالا تاکہ وہ زنا کے ارادہ سے باز رہے۔ چنانچہ وہ بدکاری کے ارتکاب سے بچ گیا۔۔۔۔ (ابو المعالی کشمیری فرماتے ہیں) چونکہ یہ واقعہ میرے ساتھ ہی پیش آیا تھا۔ میں سخت شرمندہ ہوا۔ آپ کے قدموں پر سر رکھا اور آپ کا مرید ہوگیا۔

سید ابوالمعالی کشمیری ہی فرماتے ہیں ایک روز حضرت حافظ پشاور کے بازار میں جا رہے تھے۔ بندہ آپ کے ہمراہ تھا۔ اچانک آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ میں نے اپنے آپ کو حضرت سمیت کشمیر میں پایا۔ کہ ہم کشمیر کے مشہور پل زینہ کدل سے گزر رہے ہیں۔ ہم آہستہ آہستہ کاغذ فروشوں کے بازار میں واقع رنگین مسجد پہنچ گئے اور وہاں سے واپس زینہ کدل پل پر پہنچے۔ آنخضرت نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے الگ

کر لیا تو دیکھا کہ ہم دوبارہ پشاور کے بازار میں ہیں جہاں پر پہلے تھے۔

"روضتہ السلام" میں ہے جب حضرت حافظ ساتھیوں کو توجہ دیتے تھے تو محلہ کی زمین پر سخت زلزلہ آنے لگتا۔ پہلے پہل تو لوگ بہت گھبراتے مگر بعد میں انہیں معلوم ہوگیا کہ اس وقت حافظ عبدالغفور صاحب اپنے طلباء کو توجہ دیتے ہیں۔

سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی لاہوری اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ حافظ عبدالغفور پشاوری ساری رات حبس نفس اور مراقبہ میں گزار دیتے تھے۔ آپ کو دنیا اور اہل دنیا سے کئی رغبت نہ تھی۔ ہمیشہ غریبوں اور مسافروں کی خدمت میں مشغول رہتے۔ روزانہ تقریباً ۵۰۰ آدمی آپ کے دسترخوان سے کھانا کھاتے۔ آپ کا دیگ دان کبھی ٹھنڈا نہ پڑتا۔ خدام عالی مقام صبح سے شام تک کھانا پکانے اور تقسیم کرنے میں مشغول رہتے۔ شیخ کھانے کے ساتھ ساتھ حاجت مندوں کو نقدی اور لباس بھی مرحمت فرماتے اور یہ سارے اخراجات ظاہری آمدنی کے علاوہ خزانہ غیب سے ادا ہوتے۔ عشق الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی آپ کے سامنے آیت قرآن پڑھتا یا اللہ کا لفظ زبان پر لاتا تو آپ پر گریہ و اضطرار طاری ہو جاتا۔

وفات: بقول صاحب "روضتہ السلام" آپ ۱۴ شعبان ۱۱۱۶ھ میں عالمگیر شاہ کے دور میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار پشاور میں نہایت مشہور ہے۔

قطعہ

شیخ عبدالغفور حافظ دین چون فدا کرد جان بنام الہ

"حافظ واصل" است تاریخش ہم بخوان "حافظ کلام الہ"

۱۱۱۶ھ ۱۱۱۶ھ

خواجہ حافظ احمد یسوی نقشبندی قدس سرہ

آپ خواجہ احمد یسوی ترکستانی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ خوش اوقات بزرگ، مظہر خوارق و کرامات اور مورد انوار و تجلیات تھے۔ اپنے وطن مالوف سے نکلے تو عرب کے تمام علاقوں، مکہ، مدینہ، بیت المقدس، شام، عراق اور روم و روس وغیرہ کی سیر کی۔ بعد ازاں ہندوستان کا رخ کیا۔ ہندوستان سے کشمیر جنت نظر تشریف لے گئے اور ایک دلپسند جگہ پر مخلوق سے کنارہ کش ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ آپ شیخ ملا شاہ کی خانقاہ پر کبھی کبھی جاتے۔ چند سال بعد خواجہ نظام الدین بن معین الدین بن خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہم اجمعین آپ کے حال سے مطلع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور بہت زیادہ منت و سماجت کر کے اپنے ساتھ شہر میں لائے اور اپنے پڑوس میں ان کے لیے جائے رہائش مقرر کر دی۔ جب خواجہ نظام الدین کا انتقال ہوا تو ان کے جانشین خواجہ نورالدین محمد آفتاب آپ کے مرید ہوگئے اور مقامات سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کی۔ اب آپ کو شہرت ملی۔ خلق خدا فوج در فوج آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور فیض یاب ہوئی۔ خواجہ صاحب کچھ سالوں تک کشمیر میں مسند ارشاد پر قائم رہے آخر ۳ ذی الحجہ ۱۱۳۴ھ میں رحلت فرمائی۔

بقول صاحب "تواریخ اعظمی" اور بقول کتاب صاحب "نقشبندیہ" ۱۱۱۶ھ میں رحمت حق سے جاملے۔ آپ کشمیر میں مدفون ہوئے۔

قطعہ

شیخ مراد سرور عشاق بامراد	رخت سفر بہ بست چوں زین دار دوں بخلد
گفتا دگر کہ "طالب مشتاق بامراد"	تاریخ او خرد ز شہنشاہ عشق جست
۱۱۳۱ھ	۱۱۳۱ھ

سید نور محمد بداونی قدس سرہ

آپ صرف و نحو، منطق و معانی اور حدیث و تفسیر کے باکمال عالم تھے۔ علوم شریعت و طریقت اور رموز حقیقت و معرفت میں کامل تھے۔ آپ نے خرقہ فقر و اجازت شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ حافظ محمد محسن اور دیگر معصومی خلفاء سے بھی مکمل استفادہ کیا اور بلند مدارج تک پہنچے۔ آپ استغراق کامل اور جذب قوی کے مالک تھے۔ آپ نے پندرہ سال مستی و مدہوشی میں گزار دیے۔ اتباع سنت میں بہت محتاط اور سرگرم تھے۔ ایک دفعہ جب خلاف سنت بائیں پاؤں کی بجائے دایاں پاؤں بیت الخلا میں پہلے رکھ دیا تو تین دن تک انقباض کی حالت طاری رہی۔

شیخ چند دنوں کی خوراک ایک ہی وقت پکا لیتے اور محفوظ کر لیتے۔ سخت بھوک کی صورت میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا کھا لیتے۔ کثرت مراقبہ سے پشت مبارک خم ہو چکی تھی۔ آپ اہل دنیا کی صحبت سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔ اگر کسی دنیادار سے عاریتاً کتاب لیتے تو تین دن تک اس کا مطالعہ نہ کرتے اور فرمایا کرتے کہ دنیا داروں کی نحوست اس کتاب کے ساتھ غلاف کی مانند لپٹی ہوئی ہے۔ آپ کے تصرفات قوی تھے۔ آپ مخلص لوگوں کی ضروریات و حاجات کے لیے دل سے توجہ فرماتے اور جو فرماتے وہی واقع ہوتا۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ چند روز سے میری ایک کنواری لڑکی لاپتہ ہے۔ اس کی حاضری کے لیے توجہ فرمائیے۔ فوراً شیخ نے مراقبہ کیا اور ایک ساعت کے بعد فرمایا چلی جا تیری لڑکی فلاں وقت آ جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی دن بڑھیا کی بیٹی آ گئی اور بتایا کہ میں صحرا میں جنوں کی قید میں تھی۔ آج ایک بزرگ آئے، میرا ہاتھ پکڑا اور یہاں پہنچا دیا۔

ایک دن شیعہ قوم کے دو آدمی آئے اور امتحاناً درخواست بیعت کی۔

آپ نے فرمایا پہلے اپنے عقیدہ باطلہ رفض سے توبہ کرو۔ اس کے بعد بیعت کا اختیار ہے۔ ایک نے توبہ کی اور مرید ہوگیا' دوسرا محروم رہا۔

ایک فاحشہ عورت نے آپ کے ایک مرید کو اپنے جال میں پھنسایا اور زنا پر راضی کرلیا۔ جب بدکاری کا موقعہ آیا تو شیخ کی صورت مثالی اس کی حمایت کے لیے پہنچ گئی اور عورت اور مرد کے مابین حائل ہوگئی۔ عورت ڈر کر چیخی اور ایک گوشہ کی طرف بھاگی اور اس مخلص مرید نے توبہ کرلی۔

ایک بھنگ فروش نے شیخ کے گھر کے ساتھ بھنگ فروشی کی دکان کھول لی۔ شیخ نے فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت نے ہماری اور تمہاری نسبت مکدر کردی ہے۔ مخلصین نے اس وقت جاکر اس کی دکان تباہ کرڈالی۔ فرمایا کہ اس سے تو اور زیادہ کدورت ہوئی ہے کہ ہمارے واسطے سے خلاف شرع احتساب ہوا ہے۔ آپ کے حکم پر بھنگ فروش کو حاضر کیا گیا تو شیخ نے اس پر توجہ فرمائی وہ فوراً مرید ہوگیا اور بھنگ فروشی سے توبہ کرلی۔

وفات: سید نور محمد نے بقول صاحب "مظہر جان جاناں" ۱۱ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چو در خلد برین گر دید روشن   چراغ پنجتن نور محمد
عجب سال وصالش جلوہ گر شد   ز "مخدوم زمن نور محمد"

۱۱۳۵ھ

خواجہ محمد صدیق مجددی قدس سرہ

آپ شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور صاحبزادہ ہیں۔ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اپنے والد بزرگوار سے تربیت پائی اور

تکمیل کی۔ آپ سخاوت و شجاعت اور عبادت و ریاضت میں مشہور تھے۔ رات تک جو فتوح (ہدیہ وغیرہ) ملتیں وہ سب راہ خدا میں بانٹ دیتے۔ مریدوں کو تھوڑی مدت میں کمالات تک پہنچا دیتے۔ جو بھی مرید بنتا وہ پہلے دن ہی لطائف خمسہ کے ساتھ ذکر کرنے لگتا اور "سلطان الاذکار" جاری ہو جاتا۔

ایک دن خواجہ محمد صدیق حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور وہ صاحبزادگی کے غرور و تکبر میں آپ کی تعظیم کے لیے نہ اٹھے۔ آپ کے سب ساتھی اس بے عزتی سے ناراض ہو گئے۔ شیخ نور فراست سے اپنے ہمراہیوں کی ناراضگی اور غم و غصہ سے مطلع ہوئے اور اس شخص کے باطن پر توجہ کی۔ ایک ساعت کے بعد وہ صاحب اپنی جگہ سے اٹھے' آپ کے قدموں پر سر رکھا اور مرید ہو گئے۔ ان کے حالات خوب ہو گئے۔ اس کے رشتہ داروں کو یہ حرکت ناپسند ہوئی اور اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ آخر ایک دن وہ اپنے معترض رشتہ داروں کو ساتھ لیے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے تھوڑی سی توجہ دی تو سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور مرید ہو گئے۔

وفات: ۱۱۳۶ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

چون سفر ورزید زین دار الفنا　　در جنان صادق ولی صدیق خاص
بہر سال ارتحال آن جناب　　شد عیاں "صادق ولی صدیق خاص"

۱۱۳۶ھ

خواجہ عبداللہ بلخی نقشبندی مجددی کشمیری قدس سرہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ ہیں۔ اصل میں بلخ کے رہنے والے

ہیں۔ شیخ عبداللہ محمود نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حرمین شریفین گئے تو سترہ سال تک وہاں رہے۔ مقامات بلند اور کرامات ارجمند پر فائز ہوئے۔ بعد میں ہندوستان آئے۔ پھر خطہ کشمیر کو رونق بخشی' وہاں قیام کیا اور انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ وہاں کے علماء و صلحاط نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ آپ سے خواجہ محمد اعظم صاحب ''تواریخ اعظمیہ'' خواجہ بابا نور اور خواجہ بہاؤ الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ''کتاب نقشبندیہ'' نے خرقہ ہائے خلافت و تبرک حاصل کیے۔ آپ نے ساری عمر اسلامی ملکوں کی سیر میں گزار دی یوں آپ کو عرب و عجم اور شام و عراق کے مشائخ سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ آپ نے ۱۱۳۹ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔

قطعہ

چو از دنیا بفردوس برین رفت جناب شیخ عبداللہ حق بین
ندا شد بہر سال انتقالش کہ عبداللہ بلخی میر دین

خواجہ عبداللہ بخاری فاروقی کشمیری مجددی قدس سرہ

آپ شیخ بخاری کے فرزند ہیں۔ آپ کے آباء کی نسبت شیخ نجم الدین کبری کی وساطت سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ تک جا پہنچتی ہے۔ پہلے بخارا میں اپنے والد بزرگوار سے تربیت ظاہری پائی اور سلسلہ کبرویہ میں مرید ہو گئے۔ آخر بلاد ''روع'' کے راستے مصر پہنچے۔ وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مکہ شریف میں اس وقت شیخ محمد معصوم سرہندی مجددی کے عظیم خلیفہ شیخ احمد مکی شیخ مکہ تھے۔ ان سے طریقہ احمدیہ میں کسب کمال کیا۔ خواجہ احمد کے انتقال کے سات سال بعد بھی مکہ معظمہ میں رہے۔ ازاں بعد اپنی والدہ ماجدہ کا گرامی نامہ ملنے پر بخارا گئے اور والدہ کو بھی اپنے ساتھ مکہ شریف لے گئے اور مزید دس سال مکہ رہے۔ اس دوران زیارت مدینہ منورہ کے لیے

ہر سال جاتے اور روضہ نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ آخر اکیس سال بعد اشارہ غیبی پا کر ہندوستان تشریف لائے اور ذی قعدہ کے اوائل میں ۱۰۳۸ھ میں کشمیر جنت نظیر میں داخل ہوئے۔ لوگوں کی کافی تعداد نے آپ کی بیعت کی۔ آپ شب و روز عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ "اوراد فتحہ" کے ورد کا بہت شوق رکھتے تھے۔

ولادت: بقول صاحب "تواریخ اعظمی" ۱۰۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات: ۱۱۴۰ھ میں کشمیر میں فوت ہوئے۔ "تواریخ اعظمی" میں آپ کی تاریخ وفات "قدوۃ المتقین" سے نکالی گئی ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات

شیخ عبداللہ بخاری شیخ دین   منفعل از نور رویش مہر و ماہ
واقف فیاض و فضل محسنی   سال تولیدش بگو' باعز و جاہ

۱۰۷۸ھ

ہست مشتاق مکرم رحلتش   ہم بخوان عاشق سخی اے نیک خواہ

شیخ عبدالاحد بن خازن الرحمت احمد سعید بن شیخ احمد مجدد سرہندی قدس سرہ

اپنے ہی والد بزرگوار کے خلیفہ و مرید ہیں۔ ان کی وفات کے بعد سجادہ نشین بنے اور ہزاروں لوگوں کی راہنمائی فرمائی۔ آپ کی ذات والا سے سلسلہ مجددیہ پورے عالم میں پھیلا۔ آپ کے خلفاء مکہ' مدینہ اور عرب و عجم میں گئے اور مخلوق کی راہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ شیخ محبت اللہ بن محمد معصوم اکثر اوقات آپ کے حق میں فرماتے جو بھی ہمارے پیران کرام اور اجداد عظام کا سرمایہ ہمارے پاس تھا۔ حق تعالیٰ سبحانہ نے اسے شیخ عبدالاحد کے وجود میں جمع

فرما دیا ہے۔

شیخ عبدالاحد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں میں طالبان حق کو توبہ نصوح کی تلقین کیا کرتا تھا۔ ایک رات اپنے پیرو مرشد کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھ پر بہت شفقت فرمائی۔ اسی دوران ایک قوال حاضر ہوا۔ آپ نے اسے تلقین فرمائی فوراً اسے عجیب حالات پیش آئے۔ قوال اٹھا اور مزاہر توڑ ڈالے اور اس غیر شرعی کام سے توبہ کرلی۔ اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "توبہ کا طریقہ یہ ہے یعنی جب طالب پر نسبت باطنی غالب ہو جاتی ہے وہ خود بخود توبہ کرلیتا ہے اور اس کی بالکل ضرورت نہیں کہ پہلے دن ہی طالب کو توبتہ النصوح کی تاکید کی جائے۔ پس اس دن سے میں نے طالبوں کو توبہ نصوح کرنا چھوڑ دیا۔

ایک دن ایک بے ادب عورت نے آپ کے حضور نامناسب باتیں کیں۔ آپ نے برداشت سے کام لیا اور کچھ جواب نہ دیا مگر جب معلوم ہوا کہ غیرت حق اس سے انتقام لینا چاہتی ہے تو ایک شخص سے کہا اٹھ اور ایک مکہ اس عورت کی گردن پر مار تاکہ میری طرف سے انتقام ہو جائے۔ اس شخص نے مکہ مارنے میں توقف کیا۔ وہ عورت فوراً گر پڑی اور گرتے ہی مر گئی۔ آپ نے مکہ نہ مارنے والے شخص سے فرمایا اس عورت کا خون تیری گردن پر ہے۔ اگر تو مکہ فوراً مار دیتا تو بے ادب عورت کو میری طرف سے سزا مل جاتی اور اس کی جان بچ جاتی۔

وفات: آپ نے ۱۱۴۲ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

شد چو در جنت ازین فانی سرا — پیشوا عبد الاحد یکتا ولی
رحلتش "شیخ کبیر است" و دگر — "مقتدا عبد الاحد یکتا ولی"

۱۱۴۲ھ

شیخ محمد فرخ مجددی قدس سرہ

شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ زاہد و پارسا تھے۔ علوم ظاہری اور اوصاف معنوی نیز خوارق و کرامت سے متصف تھے۔

جب محمد فرخ حرمین شریفین تشریف لے گئے تو پہلے مکہ معظمہ پہنچے۔ ایک صاحب سید محمد برزنجی مدینہ میں تھے جو شیخ احمد مجدد کے سخت مخالف تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ مدینہ سے مکہ آئیں اور محمد فرخ سے بحث کریں۔ بحث کا موضوع شیخ احمد مجددی کی مضامین و مکاتیب تھے۔ بالآخر وہ صاحب تشریف لے آئے۔ شیخ محمد فرخ کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو دعا کی یا اللہ! میں عجمی ہوں وہ عربی ہیں۔ حرم کعبہ میں مجادلہ و مباحثہ مناسب نہیں۔ پس اے اللہ آپ ہی مجھے ان کے شر سے بچائیے۔ دعا کا یہ تیر سیدھا نشانہ پر جالگا۔ وہ صاحب سخت بیمار ہوگئے۔ تا آنکہ شیخ فرخ طواف کعبہ کے بعد مدینہ گئے۔ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، واپس مکہ آئے اور ہندوستان جانے کے لیے جہاز میں سوار ہوئے۔ اسی دوران سید محمد برزنجی نے بھی شفا پائی اور شیخ محمد فرخ کے تعاقب میں دوڑے اور چاہا کہ ایک کشتی میں سوار ہو کر اس جہاز تک جا پہنچیں جس میں شیخ سوار تھے اور ان سے مجادلہ کریں۔ شیخ نے یہ اطلاع ملتے ہی اس کے شر سے بچنے کے لیے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ کشتی فوراً دریا میں غرق ہوگئی اور وہ منکر اولیاء اپنی سزا کو پہنچا۔

قطعہ

شیخ فرخ چوں بلطف ایزدی — در مقام خلد والا یافت جا

رحلت او "پارسا فرخ" بدان — ہم بخوان "فرخ امام اصفیاء"

۱۱۲۱ھ — ۱۱۲۱ھ

حاجی محمد افضل قدس سرہ

آپ عظیم دانش ور بہت بڑے عالم اور عظیم ولی تھے۔ شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد کے صاحبزادے حجت اللہ نقشبند کے خلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے مرشد سے دس سال تک استفادہ کیا۔ بارہ سال میں شیخ عبدالاحد خلیفہ شیخ احمد سعید سے شرف ولایت حاصل کیا۔ زیارت حرمین شریفین اور حج کی سعادت حاصل کی اور فتوحات عظیم کے ساتھ واپس آئے۔ پھر آپ طالبان علوم دین کی تدریس اور ارادت مندان راہ حق کی تلقین میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو حاجی محمد افضل سے علم حدیث کی سند حاصل ہے۔

شیخ حجتہ اللہ نقشبند کئی بار حاجی محمد افضل کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ اپنے پیروں سے ملا ہوا فیض ہمارے سینہ میں محفوظ تھا وہ ہم نے سب کا سب تمہارے باطن میں ڈال دیا۔

حاجی محمد افضل کے پاس جو کچھ رقم یا نقدی کی صورت میں بطور ہدیہ آتی تھی اس سے ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ پندرہ ہزار روپیہ ہدیہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے اس رقم سے علوم نافع کی کتابیں خرید کر وقف کر دیں۔ خواجہ محمد اعظم کشف کی نعمت اور نسبت قوی سے مالا مال تھے۔ ان کے ذریعہ سے بہت سے لوگوں نے قرب حق پایا۔ یہ حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے ہی خلیفہ تھے۔

وفات: حاجی محمد افضل نے ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

حاجی افضل کہ از درگاہ حق گوہر علم و فضیلت یافت مفت
عقل افضل واصل حق رحلتش "آفتاب حسن عالمتاب" گفت
۱۱۳۶ھ ۱۱۳۶ھ

حافظ محمد محسن نقشبندی مجددی قدس سرہ

آپ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور شیخ محمد معصوم مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ابتدا میں آپ کو علوم ظاہری میں وہ رتبہ عالی اور مقام بلند حاصل تھا کہ پورے دہلی شہر میں سے کوئی عالم بھی آپ کے ساتھ بات بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بعد میں ہدایت ربانی کی کشش سے شیخ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، علوم باطنی سے فائدہ اٹھایا اور مجددیہ سلسلہ میں تکمیل کی۔ خرقہ خلافت پہنا اور ورع و زہد اور تقویٰ و ریاضت میں یکتائے روزگار ہوئے۔

صاحب کتاب "مرزا مظہر جانجاناں" فرماتے ہیں کہ شیخ محمد محسن کے ایک مخلص مرید نے بتایا کہ ایک دن میں نے اپنے مرشد کی قبر پر جا کر مراقبہ کیا تو حالت بے خودی میں مشاہدہ کیا کہ آپ کا بدن مبارک اور کفن سب ٹھیک حالت میں ہیں مگر آپ کے پاؤں کے تلوے پر مٹی کا نشان ہے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک بار بلا اجازت کسی کا پتھر اٹھا کر وضو کی جگہ پر رکھ لیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ جب اس کا مالک آئے گا تو ہم پتھر اس کے حوالہ کر دیں گے۔ ایک بار اس پتھر پر پاؤں رکھا تھا۔ اس عمل کی نحوست سے مٹی میرے پاؤں کے تلوے پر ہے۔

وفات: شیخ محمد محسن رحمتہ اللہ نے ۱۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

رفت در جنت چو محسن از جہان　　یافت با وصل خداوندی وصال
وصل او "حافظ محب حق بود"　　نیز حافظ محسن آمد ارتحال
۱۱۴۳ھ　　۱۱۴۳ھ

نواب مکرم خان مجددی نقشبندی قدس سرہ

آپ مقبول ربانی، عاشق یزدانی ہیں۔ شیخ محمد معصوم مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور آپ کا باطن طریقت سے پیراستہ تھا۔ پہلے عالمگیر بادشاہ کے مشہور امراء کے زمرہ میں شامل تھے۔ بعد میں شیخ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، مرید ہوئے۔ مرشد کی توجہ سے اعلیٰ مقامات تک جا پہنچے۔

جب نواب مکرم خان نے جاہ و حشمت کو ترک کر دیا تھا تو عالمگیر بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہوگی۔ بتایا چار سال۔ بادشاہ مسکرایا۔ فرمایا مسکرانے کی بات نہیں۔ میں نے جو زندگی اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں گزاری ہے وہی میں اصلی عمر سمجھتا ہوں۔ باقی وبال آخرت ہے جو میں نے تیری خدمت میں گزاری۔

نواب مکرم خان کے کھانے میں تکلفات زیادہ تھے جو اسراف کی حد تک جا پہنچتے تھے۔ اس کے باوجود حضرت میرزا جانجاناں مجددی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کوئی بھی نواب مکرم خان کے ساتھ کھانا کھا لیتا اس کا نور باطن اس قدر تیز ہو جاتا کہ گویا اس نے دو نفل ادا کیے ہیں۔

ایک بار نواب مکرم خان نے اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں لکھ بھیجا:

"محبت شما بر محبت خدا و رسول خدا غالب است ازین موجب موجب انفعال است"

"آپ کی محبت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

پر غالب آئی ہے اس وجہ سے شرمندہ ہوں"۔

آپ نے جواب تحریر فرمایا:

"ہیچ مضائقہ نیست، محبت پیر، عین محبت خدا و رسول است و سبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت است می شود"۔

"کچھ حرج نہیں۔ مرشد سے محبت عین محبت خدا و رسول ہے اور کمالات الٰہیہ کے جذب کا سبب ہے جو پیر کے باطن میں ثابت ہوتے ہیں"۔

نواب مکرم خان کے انتقال کے بعد ان کے سر پر خواجہ احرار نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی کلاہ تبرک رکھی گئی جو انہیں اپنے مرشد کے توسط سے ملی تھی۔ نواب صاحب نے لحد میں دراز ہونے کے بعد آنکھ کھولی اور کہا: میرے پیر کی کلاہ متبرک لاؤ اور میرے سر پر رکھو جو اللہ کے حضور میرے لیے خوبصورت وسیلہ ہے۔ جو میرے پیر کی جانب سے مجھے ملا ہے۔ پس خدام کلاہ لائے اور نواب صاحب کے سر پر رکھی۔ جب انہوں نے اپنے سر پر ٹوپی محسوس کی تو آنکھ بند کر لی۔

وفات: حضرت نواب مکرم خان نے طویل عمر پائی۔ آپ کا ۱۱۴۸ھ میں انتقال ہوا۔ یوں آپ نے ۱۲۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔

قطعہ

شد چو از دنیا بجنت جائے گیر دوست دار حق مکرم خان ولی

از "ولی حق مکرم دست گیر" سال وصل او بسرور شد عیان

شیخ محمد فاضل قادری مجددی بٹالوی قدس سرہ

آپ خطہ پنجاب کے اجل عالم، بہت بڑے فاضل اور عظیم فقیر تھے۔

آپ شریعت و طریقت میں قدم راسخ اور استحکام محکم رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے علماء و مشائخ میں سے کسی کو آپ کے قول و فعل پر اعتراض کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ بالفاظ دیگر کسی کو آپ کی گفتار و کردار پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ تھی۔ آپ نے پوری زندگی طلبہ کی تدریس اور طالبان حق کی تعلیم میں گزاری۔ اس مقتدائے اولیاء ہستی سے ہزاروں اللہ کے بندوں نے کمالات ظاہری و باطنی پائے۔ بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے پیروں کا سلسلہ چند واسطوں سے امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی اور شاہ اسکندر کیتھلی قادری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ محمد فاضل بٹالوی مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ محمد افضل کلانوری رحمتہ اللہ علیہ کے وہ مرید تھے۔ شیخ ابو محمد لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے وہ مرید تھے۔ شیخ محمد طاہر قادری مجددی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے وہ مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ اسکندر کیتھلی اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے ـــــ چونکہ حضرت شیخ طاہر لاہوری پہلے سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے تھے پھر حضرت مجدد سے خلعت و خرقہ حاصل کیا تھا اس لیے شیخ طاہر کے سلسلہ کے مرید اپنے آپ کو قادریہ مجددیہ کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ "تذکرہ آدمیہ" "روضتہ السلام" اور "حضرات القدس" میں مفصل و مشرح درج ہے اور اس مخزن میں بھی ہم اس کا تذکرہ کر آئے ہیں۔ حضرت شیخ طاہر لاہوری نے اگرچہ قادریہ' چشتیہ' نقشبندیہ اور سہروردیہ وغیرہ سلسلوں میں اجازت تلقین حاصل تھی مگر آپ کا دلی جھکاؤ زیادہ تر سلسلہ عالیہ قادریہ کی طرف تھا۔

شیخ محمد فاضل کے مرشد محترم خواجہ محمد افضل کی "کلانور" میں رہائش تھی اور آپ نے ساری عمر کلانور میں گزاری' وہیں آپ کا مزار ہے۔ محمد

فاضل بچپن میں ہی آپ کی خدمت میں آ گئے تھے۔ ظاہری و باطنی تربیت مکمل کی، اپنے وقت کے مکمل شیخ بنے۔ حضرت خواجہ محمد افضل کو جتنی محبت و عنایت ان سے تھی اپنے کسی اور مرید سے نہ تھی۔ خواجہ محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے بٹالہ میں لنگر عام مساکین و فقراء اور خاص و عام کے لیے جاری تھا۔ حضرت نے وہ بھی آپ کے نام کر دیا اور فرمایا کرتے کہ یہ محمد فاضل کا لنگر ہے۔ آپ کے پاس جو بھی ضرورت مند آتا اسے آپ اپنے محبوب مرید حضرت محمد فاضل کے پاس بھیج دیتے تاکہ اس کی مشکل کا ازالہ کریں بلکہ اکثر مریدوں کو بھی تکمیل کے لیے آپ کے حوالہ کر دیتے۔ لنگر کے لیے آنے والی تمام فتوح کو آپ ہی کے حوالہ کر دیتے۔

مشہور ہے کہ ایک دفعہ بٹالہ میں کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی۔ حاکم بٹالہ نے شیخ محمد افضل سے التجا کی کہ وہ بارگاہ الٰہی میں بارش کے لیے دعا کریں۔ فرمایا کہ اگر لنگر کے مطبخ کے خرچ کے لیے ۵۰۰ روپے محمد فاضل کو دو تو بارش برسے گی۔ حاکم نے رضامندی ظاہر کی۔ باران رحمت نازل ہوئی مگر حاکم نے وعدہ پورا نہ کیا اور اپنی بداعمالی کی شامت سے اپنے منصب سے معزول کر دیا گیا۔ بعد میں اس نے بہت معافی مانگی مگر اس کی توبہ قبول نہ کی گئی۔

یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ جب شیخ محمد فاضل نے بٹالہ میں واقع خانقاہ کی تعمیر شروع کی تو زر نقد موجود نہ تھا۔ آپ معماروں اور مزدوروں کو ہر روز خزانہ غیب سے اجرت دیتے۔

وفات: اس جامع الکمالات شخصیت نے ۱۴ ذی الحج ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔ مورخین نے ان کی تاریخ وفات "غم عام" کے جملہ سے اخذ کی ہے۔ آپ کا مزار پر انوار بٹالہ قصبہ میں زیارت گاہ خلق ہے۔ عرس کے موقعہ پر آپ کے

سلسلہ سے متعلق ہزاروں مرید زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کے مزار پاک سے ظاہری و باطنی فیض اٹھانے کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور موروثی تدریس و تلقین اور عبارت و ریاضت کا اثر اب بھی باقی ہے۔

قطعہ

شیخ فاضل پیر فاضل اہل فضل   بود ذاتش مصدر فضل و یقین

رفت آخر از جہان بے ثبات   در جنان از فضل رب العالمین

۱۱۵۱ھ

خواجہ محمد زبیر قدس سرہ

آپ حضرت محبت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور نبیرہ (پوتے) تھے۔ فقر و زہد اور تقویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے۔ خواجہ زبیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دولت دنیا و آخرت عطا ہوئی تھی۔ بادشاہ وقت اور ممتاز امراء آپ کے مرید و معتقد تھے۔ آپ کا وظیفہ تھا۔ ایک دن میں چار ہزار بار نفی و اثبات پڑھنا' پندرہ ہزار بار اسم ذات کا حبس نفس کی صورت میں ذکر کرنا' نماز مغرب کے بعد صلوات اوابین پڑھنا' اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے پھر شاہی محل میں تشریف لے جاتے اور زنانہ حلقہ منعقد ہوتا۔ آدھی رات کے قریب واپس خانقاہ آتے۔ چند ساعت تک استراحت کرتے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ اس نماز میں چالیس بار (اور کبھی ساٹھ بار) سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد سے تا نماز چاشت مراقبہ میں رہتے۔ اس کے بعد مردانہ حلقہ کرتے۔ اس سے فراغت کے بعد ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ بوقت نصف النہار ایک گھنٹہ کے لیے قیلولہ کرتے۔ نماز زوال ادا کرتے۔ اس میں قرات اتنی طویل ہوتی جو دو گھنٹے میں بھی ختم نہ ہوتی۔ ازاں بعد کھانا تناول فرماتے۔ اس کے بعد نماز ظہر پڑھ کر ذکر اور مریدوں کی

توجہ میں مصروف ہو جاتے۔ نماز عصر کے بعد "مشکوۃ شریف" اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کا درس ہوتا۔

جب آپ محل سرا سے واپس تشریف لاتے تو قلعہ شاہی سے خانقاہ تک شاہی امراء دو شالے اور منڈیلے زمین پر گراتے تاکہ شیخ کا قدم مبارک زمین پر نہ پڑتے۔ جب آپ مریض کی عیادت یا کسی دعوت طعام کے لیے تشریف لے جاتے تو بادشاہوں کی سی شان و شوکت کے ساتھ آپ کی سواری جاتی۔

ایک دن حضرت خواجہ زبیر سوار تھے۔ آپ کی سواری جامع مسجد کے نیچے سے گزری۔ اس وقت خواجہ شاہ گلشن رحمتہ اللہ علیہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک صاحب پالکی میں بیٹھے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ بہت سی پالکیاں جا رہی ہیں۔ امراء عالیشان ان کی سواری کے ساتھ ساتھ پاپیادہ چل رہے ہیں۔ انوار الٰہی نے پالکی کا یوں احاطہ کر رکھا ہے گویا آسمان تک نوری پرتو چمک رہا ہے اور تمام کوچہ و بازار اس سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر شاہ گلشن نے اپنی پرانی گدڑی سر سے اتار کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ جس امیر کی سواری ہے اس کی پالکی پر میں نے اتنا نور چمکتے دیکھا ہے کہ اتنا میں نے کبھی اپنی گدڑی میں بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں نے اس گدڑی میں تیس سال تک ریاضت کی ہے۔ ساتھیوں نے عرض کی حضرت یہ سواری خواجہ محمد زبیر کی ہے۔ یہ سن کر فرمایا شکر الحمد للہ کہ ہمارا پیر زادہ ہے۔ ہماری آبرو باقی رہ گئی۔

وفات: خواجہ محمد زبیر نے ۱۱۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی میں تھا۔ بعد میں تابوت مبارک دہلی سے لے جا کر سرہند میں دفن کر دیا۔ جس دن خواجہ کے بھائی نعش مبارک کو دہلی سے سرہند لے جا رہے تھے تو دیکھا گیا کہ

کچھ گھڑ سوار تابوت کے آگے آگے پورے ادب و احترام کے ساتھ چل رہے تھے۔ اگرچہ ان سے بہت پوچھا گیا کہ آپ حضرات کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب سارے ہی لوگوں نے سواروں کی طرف توجہ کر لی تو وہ نظر سے غائب ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ فرشتگان ملا اعلیٰ ہیں۔

حضرت خواجہ زبیر رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء اور مریدوں کی تعداد بے شمار ہے۔ یہ سب صاحب حال و کمال تھے۔ ان میں خواجہ ناصر شاہ اور خواجہ عبدالعدل شامل ہیں۔

قطعہ

رفت صد افسوس زبیر از جہان — وصل بحق گشت و تہی شد ز غیر
سال وصالش چو بہ جستم ز دل — گفت کہ "مشتاق محمد زبیر"
۱۱۵۲ھ

خواجہ حافظ سعد اللہ مجددی قدس سرہ

آپ شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے عظیم خلیفہ تھے۔ تیس سال تک اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں رہے۔ "مجددیہ سلسلہ" کے مقامات بلند تک پہنچے اور سید صوفیہ کا لقب پایا۔ اپنے مرشد کی بہت خدمت کی اور اس سلسلہ میں بہت مشقتیں اٹھائیں۔ آپ بطور فخر کہا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال تک اپنے مرشد کی خانقاہ کا پانی بھرا ہے اور سر پر گھڑے اٹھائے ہیں۔ اس سے میرے سر کے بال اڑ گئے ہیں اور اللہ کے ڈر میں زیادہ رونے سے میری نظر ختم ہوگئی ہے۔ کبھی حضرت مجھے موسم گرما میں احمد آباد بھیج دیتے تو میں آپ کی جدائی میں کثرت سے روتا نیز سخت گرمی سے میری آنکھیں بے کار ہوگئیں۔ تاہم

حضرت پیر صاحب کی خانقاہ کی برکت سے میرے دروازے پر اتنے زیادہ خادم اکٹھے ہوتے ہیں کہ ہر ایک کو خدمت کا موقعہ نہیں ملتا اور میرے دل کی آنکھیں نور الٰہی سے منور ہیں۔

صاحب ""مظہر مجددی" فرماتے ہیں خاندان مجددیہ میں مرید ہونے سے پہلے ایک رات خواب میں حافظ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہر ہے جو انوار و برکات سے پر ہے۔ ایک محلّہ میں اولیاء اللہ کا ایک گروہ سکونت رکھتا ہے اور اس شہر کی شہرت یہ ہے کہ مقربان بارگاہ حق کا ایک جم غفیر آ رہا ہے اور شہر والے ان کے استقبال کے لیے باہر نکلے ہیں۔ حافظ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کسی نے جواب دیا ""اس وقت اللہ تعالیٰ نے اظہار کرامات جدید فرمایا ہے اور اس قافلہ کے سربراہ شیخ احمد سرہندی ہیں۔ وہ اس شہر ولایت میں داخل ہوں گے۔ ہم ان کے استقبال کے لیے باہر آئے ہیں۔ پس اس واقعہ سے حافظ سعد اللہ کو یقین ہوگیا کہ یہ سلسلہ عالیہ ظہور میں ہے۔ وہ صدق دل سے شیخ محمد صدیق کی خدمت میں پہنچے اور مرید ہو گئے۔ کمالات ظاہری و باطنی تک پہنچے۔

ایک دن شیخ سعد اللہ کے مرید نواب خان فیروز جنگ نے عرض کی کہ شیخ حسن رسول نما جسے چاہتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروا دیتے تھے۔ میں آپ کا مرید ہوں' چاہتا ہوں کہ یہ نعمت مجھے بھی مل جائے۔ فرمایا ""ہم جسے چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے دوبار مشرف کرا دیتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو آج رات فاتحہ پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کی طرف متوجہ ہو کر سو جانا۔ انشاء اللہ یہ نعمت مل جائے گی۔ نواب نے ایسا ہی کیا۔ اسی رات زیارت سے مشرف ہوا۔ آنکھ کھلی تو اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے پر پانچ سو روپیہ

بطور شکرانہ اپنے اوپر عائد کر لیا اور تصور کیا کہ اگر دوبارہ بھی مشرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا تو پانچ سو روپے مزید ہدیہ شکرانہ ادا کروں گا اور پورا ہزار روپیہ صبح اپنے شیخ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اب پھر سوئے تو زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے۔ صبح ہوئی تو ہزار روپیہ کی بجائے صرف پانچ سو روپیہ حافظ سعد اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو پہلی زیارت کا زر شکرانہ ہے۔ دوسری زیارت کا شکرانہ کہاں ہے۔ نواب نے فوراً زر شکرانہ ادا کیا اور معتقد کامل بن گئے۔

حافظ سعد اللہ کی خانقاہ میں ایک بلی تھی جو خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہتی اور حضرت حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے تصرف سے چڑیوں پر بہت مہربان تھی۔ چڑیاں اس سے کھیلتی تھیں۔ خادم غلے کے دانے بلی کے منہ میں ڈالتے تو بلی اپنا منہ کھول کر لمبی پڑ جاتی۔ حتیٰ کہ چڑیاں سارے دانے اس کے منہ سے نکال لیتیں۔

وفات: حضرت حافظ نے ۱۱ شوال ۱۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پر انوار شاہ جہان آباد میں اجمیری دروازہ کے باہر ہے۔

قطعہ

حافظ قرآن چو سعد اللہ رفت   از جہان در منزل خلد برین
سال وصل او بسرور شد عیان   "حافظ پاکیزہ دل ہادی دین"

۱۱۵۳ھ

خواجہ شاہ گلشن مجددی نقشبندی قدس سرہ

آپ خواجہ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ کمالات ظاہری و باطنی، علوم شریعت، طریقت، حقیقت و زہد و تقویٰ اور تجرید و تفرید کے

جامع تھے۔ آپ نے سخت مشقتیں برداشت کیں۔ تین دن کے بعد کھانا کھاتے۔ آپ نے زندگی کے تین سال ایک گدڑی میں گزار دیے۔ تین دن کے بعد جو کھانا کھاتے تو اس میں بھی تین لقمے سے زیادہ نہ کھاتے۔ آپ کا زیادہ تر کھانا خربوزہ اور تربوز کا چھلکا' اسی طرح دیگر تمام موسمی پھلوں اور چیزوں کے چھلکے کھاتے۔ جو وہ شہر کے گلی کوچوں سے اٹھا لیتے۔ انہیں پاک صاف کر کے کھا لیتے۔ جامع مسجد دہلی میں رہائش تھی۔ پیاس لگتی تو مسجد کے حوض سے دو تین چلو پانی پی لیتے جو نہایت گرم ہوتا تھا۔

ایک دن ایک فاحشہ عورت ظاہری زیور سے آراستہ ہو کر گھر کے دریچے سے بازار مسجد کا نظارہ کر رہی تھی۔ حاضرین مجلس نے حضرت شاہ گلشن کی خدمت میں عرض کی کہ اس فاحشہ عورت کی طرف توجہ فرمایئے تاکہ راہ راست پر آ جائے۔ پہلے تو آپ نے تساہل فرمایا پھر دوستوں کے اصرار پر توجہ دی اور ساعت کے بعد وہ عورت حاضر ہوئی۔ سر کے بال کٹوا دیے' گدڑی پہن لی۔ وہ روتی اور استغفار کرتی تھی۔ اس نے آپ کی بیعت کی اور عارفان حق میں سے ہو گئی۔

صاحب کتاب درالمعارف شاہ رؤف مجددی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک صاحب آپ کے پاس آئے تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا "مجھے آپ سے اپنے پیر خواجہ عبدالاحد کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ صاحب بولے میرے پاس ایک کتاب کے سوا کچھ نہیں۔ جب کتاب کھولی تو دیکھا گیا کہ اس میں چند سطریں خواجہ عبدالاحد کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی موجود ہیں۔

وفات: شاہ گلشن نے ۱۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

گلشن معرفت شہ بہ جنت رفت چون از جنان بباغ جنان
"عارف خاص سالک" آمد سال ہم "ولی شاہ گلشن عرفان"
۱۱۵۳ھ ۱۱۵۳ھ

شیخ عبدالرشید نقشبندی مجددی قدس سرہ

آپ شیخ محمد مراد کشمیری مجددی کے فرزند دلبند ہیں۔ آغاز جوانی ہی میں طلب ربانی میں مشغول ہوگئے اور سخت محنت و ریاضت کی۔ سلسلہ "احمدیہ مجددیہ" میں اپنے والد سے فیض لینے کے بعد اغلبہ شوق اور فرط شوق سے مسافرت اختیار کی۔ اپنے مرشد اعلیٰ شیخ عبدالاحد مجددی رحمتہ اللہ علیہ (جو شیخ عبدالرشید کے والد کے پیر تھے) کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے اور چند سال تک اس باکمال ہستی کے پاس رہے۔

خدمت و جانفشانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یوں حضرت کی رضامندی، خوشنودی کے مستحق ٹھہرے۔ پھر حضرت اعلیٰ سے اجازت لے کر اپنے وطن کا رخ کیا۔ دو سال بعد پھر سفر کا شوق ہوا تو ہندوستان کا رخ کیا۔ شاہجہان آباد میں مرشد کی خدمت میں شرفیابی کی سعادت حاصل کی اور دو سال سے زیادہ کا عرصہ حضرت مرشد کی خدمت میں گزار دیا۔ خرقہ خلافت پایا اور آخر دم تک حضرت کی خدمت میں مصروف رہے۔ جب شیخ عبدالاحد نے دہلی میں وفات پائی تو ان کی نعش مبارک کے ساتھ سرہند آئے اور دفن کرنے کی خدمت بجا لائے۔ اب آپ نے کشمیر کا قصد کیا اور طالبان حق کو فائدہ پہنچانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حج کے ارادہ سے عازم عرب شریف ہوئے۔ کچھ مدت تک وہاں قیام رہا اور مشائخ حرمین سے استفادہ کیا۔ وہاں سے ہندوستان کی طرف چلے۔ دہلی پہنچے تو ۲۷ رجب الرجب ۱۱۵۵ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔

قطعہ

شیخ دین عبدالرشید اہل رشد　　شد چو از دنیا و در جنت رسید
بہر فضل آمد وصال پاس او　　نیز فرما "مومن ارشد رشید"

۱۱۵۵ھ　　۱۱۵۵ھ

خواجہ نورالدین محمد آفتاب کشمیری نقشبندی قدس سرہ

آپ خواجہ نظام الدین بن خواجہ اشرف الدین بن خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود نقشبندی بخاری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے خلف الصدق ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت اسی سال ہوئی جس سال خواجہ معین الدین کی وفات ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر کمال کے آثار تھے۔ آپ صاحب حال و قال تھے۔ چنانچہ تیرہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کے حصول سے اور حفظ قرآن سے مکمل فراغت حاصل کی۔ خواجہ احمد بسوی سے باطنی تربیت پائی اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور اجازت تلقین حاصل کی۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے اپنے اجداد کرام کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی سجادہ نشینی کی تاریخ کا یہ قطعہ جو کتاب "تواریخ اعظمی" میں درج ہے:

شدہ از نور مظہر خواجہ　　عرصہ خانقاہ چون گلشن
ہاتف از بہرسال ارشادش　　زد رقم "آفتاب حق روشن"

۱۱۴۸ھ

جب حضرت خواجہ نے مسند ارشاد کو رونق بخشی تو طالبان حق فوج در فوج آپ کے پاس آنے لگے۔ ان میں سے ایک بھی محروم نہ رہتا خواہ وہ

طالبان عقبیٰ ہوں یا طالبان دنیا۔ آپ کی دعا کبھی بھی درگاہ الٰہی سے رد نہیں ہوئی۔ آپ جو چاہتے ملتا اور اچھی بری جو بات بھی آپ کی زبان پر آ جاتی وہ پوری ہو کے رہتی۔ آپ کی نگاہ بیماروں کی صحت کے لیے اکسیر اعظم کا حکم رکھتی تھی۔

پیدائش: آپ کی ولادت بقول صاحب تواریخ اعظمی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔

وفات: ۶ شعبان المکرم ۱۱۵۶ھ میں فوت ہوئے۔

بود خواجہ آفتاب اوج دل　　　زو جملہ آفتاب راشد کسوف

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں "تواریخ اعظمی" میں لکھا ہے کہ دونوں مادوں میں ایک عدد کا فرق ہے۔

قطعہ

چو در زیر زمین گردید روپوش　　　جناب آفتاب حسن مولیٰ

بسال انتقال آن شہ دین　　　رقم شد "آفتاب خلد والا"

۱۱۵۸ھ

حافظ محمد عابد قدس سرہ

آپ شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ تھے۔ علم و عمل اور ورع و تقویٰ میں اولیائے وقت پر گوئے سبقت لے گئے۔ آپ کی آبائی نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتی ہے۔ آپ شب و روز طاعت و عبادت میں مشغول رہتے۔ ہر رات نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتے۔ آپ نے اپنی مرض موت میں ہر رات نماز تہجد میں ۳۵ مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتی۔ یاد رہے کہ آپ کو اسہال کی بیماری تھی۔ آپ بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیب کا ذکر ایک ہزار بار نفی و اثبات بحبس نفس اور تلاوت

قرآن شریف کرتے۔ ایک ہزار بار آپ کا روزانہ کا معمول کا وظیفہ تھا۔ آپ کے روزانہ کے حلقہ میں تقریباً دو سو علماء صلحاء بیٹھتے۔ ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہات کی برکت سے مقامات احمدیہ نقشبندیہ تک پہنچے۔ جمعہ کے دن آپ کی خانقاہ میں بہت بڑا اجتماع ہوتا۔ جو کوئی آپ کی نظر کیمیا اثر میں آ جاتا اس کا دل ذاکر ہو جاتا۔

ایک دن حافظ محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہیں پر ایک شخص نے اپنے مریدوں کا مجمع لگا رکھا تھا اور لوگوں کو مرید کر رہا تھا مگر اس کا باطن اللہ کے ساتھ نسبت کے نور سے خالی تھا۔ شیخ کو اس کے حال پر رحم آیا اور کافی دیر تک اس کی حالت پر متوجہ رہے۔ حتیٰ کہ اسے مرتبہ ولایت قلبی تک پہنچا دیا۔ محض توجہ سے اس کا دل ذاکر ہو گیا۔ اب وہ صاحب اٹھے، آپ کے قدموں پر سر رکھا، مرید ہوئے اور اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے۔

جب شیخ عابد حرمین الشریفین تشریف لے گئے تھے تو پورا راستہ سوار نہ ہوئے اور اتنا طویل دور دراز کا سفر پاپیادہ طے کیا۔ وہاں پہنچ کر زیارت کی۔ آپ فرماتے تھے میرے دل کا سوز اور میرے دل کی جلن درد طلب کے شدید ہونے کی وجہ سے روز بڑھتی تھی اور کبھی کم نہ ہوتی تھی۔ عنایت جناب مصطفوی سے اسے تسکین ملی اور گوہر مقصود ہاتھ آیا۔

ایک شخص مدینہ شریف میں ریاضت و عبادت اور مجاہدہ و نوافل کثرت سے کرتا تھا۔ اسے سرور کائنات کی طرف سے حکم ہوا کہ یہ شخص شیخ محمد عابد کی خدمت میں حاضر ہو۔ جب وہ آئے تو آپ نے انہیں مجاہدہ سے روک دیا اور عبادت میں میانہ روی کی تلقین کی۔ چونکہ ان کو کثرت عبادت کی عادت تھی اس لیے شیخ کے حکم پر عمل نہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے

انہیں سرزنش کی اور دوبارہ شیخ محمد عابد کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اب انہوں نے شیخ سے استفادہ کیا اور آپ کی بہترین تربیت سے مقامات بلند تک جا پہنچے۔

وفات: آپ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

رفت در جنت چو شیخ عابد آن سوئے حق برداشت از دنیا قدم

گفت دل سال وصال آفتاب عمدہ دین "بر عابد محترم"

۱۱۶۰ھ

شیخ صاحب محمد سعید لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

آپ نقشبندیہ' قادریہ اور شطاریہ کے عظیم شیخ ہیں۔ چنانچہ صاحب "تشریف الشرفا و نسب نامہ حضرات گیلانی" فرماتے ہیں کہ حاجی محمد سعید نے خلافت قادریہ' سید محمد دین سید ملا حسینی الکروتی ساکن مدینہ منورہ سے مدینہ شریف میں حاصل کی۔ شیخ اشرف لاہوری سے آپ کا سلسلہ شاہ محمد غوث گوالیاری تک جا پہنچتا ہے۔ آپ نے نقشبندیہ سلسلہ میں اجازت حافظ سعداللہ مجددی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو نقشبندی کہلاتے ہیں۔

جب احمد شاہ ابدالی درانی بادشاہ' ملک ہندوستان کی تسخیر کے ارادہ سے لاہور پہنچا تو لاہور کے تمام باشندوں نے اپنے اپنے گھروں کا سامان (جس قدر اٹھا سکتے تھے) اٹھایا اور شاہی لشکر کی غارت گری کے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ مکی محلہ اور عبداللہ داری کے رہنے والے حاجی صاحب کے پاس آئے۔ یاد رہے کہ حضرت حاجی صاحب بھی اسی علاقہ کے رہنے والے

تھے۔ ان لوگوں نے آ کر عرض کیا کہ لاہور کے تمام باشندے بادشاہی فوج کے خوف سے بھاگ گئے ہیں۔ ہم صرف آپ کی طرف سے مدد ملنے کی امید پر لاہور میں ٹھہرے رہ گئے ہیں۔ اگر آپ ہماری حمایت کریں تو بہتر ورنہ ہمیں جہاں پناہ ملے ہم چلے جائیں۔ حضرت حاجی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا معلوم ہوتا ہے کہ پورا لاہور شہر احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں لوٹا جائے گا مگر ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مکی محلّہ اور عبداللہ داری غارت گری سے محفوظ رہیں گے' پس یوں ہی ہوا۔ احمد شاہ کے لشکریوں نے پورے شہر میں لوٹ مار کی' جو ملا لے گئے۔ سوائے مکی محلّہ اور عبداللہ داری کے' جو محفوظ رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب احمد شاہ لاہور پہنچا تو اس نے لوگوں سے حضرت حاجی کی کرامت کا تذکرہ سنا اور آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ خدمت عالیہ میں حاضری دی' مرید ہوا' اپنے مشہور امراء کو بھی حاضر کروایا اور مرید کروایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مکی محلّہ اور عبداللہ داری جہاں حضرت حاجی صاحب رہتے ہیں غارت گری سے محفوظ رہے۔ اس نے اپنی فوج اس علاقہ کی حفاظت کے لیے مقرر کر دی۔ پس اس دن سے حضرت حاجی "افغانوں کے پیر" کے نام سے مشہور ہوئے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہیں۔

احمد شاہ ابدالی جب ہندوستان سے واپس کابل چلا گیا تو ایک دن لاہور کا ایک باشندہ حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "میری ایک بیٹی ہے۔ احمد شاہ کے فوجی اسے بھی چھین کر لے گئے ہیں۔ میری چونکہ اور کوئی اولاد نہیں اس لیے بہت بے قرار رہتا ہوں۔ اگر آپ اس سلسلہ میں توجہ فرمائیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی" سائل کی درخواست سن کر حضرت نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ کے بعد سر اٹھا کر سائل سے فرمایا "آنکھ بند کرو" اس آدمی نے آنکھ بند کر لی۔ جب آنکھ کھولی تو اپنی بیٹی کو اپنے پاس کھڑے پایا۔

اس لڑکی کے ہاتھ میں تیل والا برتن اور چار فلوس تھے۔ سائل اپنی مراد پوری ہونے سے بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنی بیٹی سے قصہ پوچھا۔ اس نے جواب دیا "بادشاہ کے لشکری جب مجھے لاہور سے پکڑ کر اپنے ساتھ کابل لے گئے تو شاہی امراء میں سے ایک نے مجھے اپنی لونڈی بنا لیا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اپنے گھر میں میری حفاظت کرتا تھا۔ میں اس وقت کابل میں تھی۔ گھر کے مالک نے مجھے تیل کا برتن اور چار فلوس دیے اور کہا کہ بازار سے تیل لے آؤ۔ بازار آئی تو یہی حضرت جو یہاں تشریف فرما ہیں مجھے ملے اور فرمایا آنکھ بند کرو۔ میں نے ان کے حسب الحکم آنکھ بند کر لی۔ ایک لمحہ بعد میرے کان میں آواز آئی آنکھ کھول دو۔ آنکھ کھولی ہے تو اپنی تئیں تمہارے سامنے پایا ہے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ میری آمد کس راستہ سے ہوئی ہے؟"۔

مخفی نہ رہے کہ حاجی محمد سعید دو بار حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج اور زیارت روضہ نبوی سے مشرف ہوئے۔ بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ چنانچہ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ سید محمود کروی سے مکہ معظمہ میں ملاقات کی۔ آپ کا سلسلہ قادریہ میں درمیانی چند واسطوں سے محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ سید محمود کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ سید جلال الدین کے مرید تھے' وہ سید شہاب الدین کے مرید تھے' وہ سید جمال الدین کے مرید تھے' وہ سید شمس الدین ابوالوفا کے مرید تھے' وہ سید شہاب الدین احمد کے مرید تھے' وہ سید قاسم کے مرید تھے۔ وہ سید عبدالباسط کے مرید تھے' وہ سید بہاؤالدین ابوالعباس کے مرید تھے اور وہ سید بدرالدین حسن کے مرید تھے' وہ سید علاؤالدین کے مرید تھے' وہ مرید تھے سید شرف الدین یحیٰی تاتاری کے' وہ مرید تھے سید ابوصالح

نصر کے اور وہ قطب الافاق سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہم العزیز کے مرید تھے۔

وفات: حضرت حاجی نے باقوال معتبر ۱۱۲۶ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ یعنی ۱۱۰ سال سے زیادہ۔ آپ کے نواسہ شیخ عبدالرحیم آپ کی حیات مبارکہ میں ہی فوت ہوئے۔ وہ آپ کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح سید فضل علی لاہوری نے بھی شیخ حاجی کی زندگی میں ہی رحمت حق سے اتصال کیا۔ خلیفہ شیخ عبدالرحیم کے مرید تھے۔ حضرت حاجی کا مزار پرانوار لاہور میں آج بھی زیارت گاہ خلق ہے۔

قطعہ

چوں سعید آن اسعد دور زمان	رفت از دنیا و در جنت رسید
رحلتش گو "شیخ نور و فضل نور"	نیز "بحر معرفت حاجی سعید"
۱۱۲۶ھ	۱۱۲۶ھ

خواجہ عبدالسلام کشمیری مجددی قدس سرہ

آپ حافظ عبدالغفور پشاوری کے خلیفہ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ آپ ایک لمحہ کے لیے بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں رہتے تھے حالانکہ آپ دولت ظاہری سے مالدار تھے۔ یعنی کشمیر میں شاہی وکالت کا ذریعہ تھے اور جاگیردار و منصب دار تھے۔ آپ کے دروازہ پر دینی و دنیاوی حاجات چاہنے والوں کا ہجوم ہوتا۔ آپ ہر ایک کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرتے اور کسی کو بھی ناامید نہ کرتے۔ آپ کے بڑے بھائی ملا مراد الدین خان اگرچہ منصب امیر الامراء پر فائز تھے' قاضی القضات کا عہدہ بھی تھا تاہم وہ درویش دل تھے۔ ان کا سلسلہ نسب خواجہ حافظ حسین بصیر خلیفہ ملا محمد

نازک نقشبندی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ علی ہذاالقیاس آپ کے چھوٹے بھائی شیخ عبدالکریم بھی جامع کمالات صودی و معنوی تھے۔

"روضتہ السلام" کتاب کے جامع شیخ شرف الدین محمد کشمیری نقشبندی (مرید و خلیفہ شیخ عبدالسلام) نے اپنی کتاب میں حضرت کے بہت سے خوارق و کرامت تحریر کیے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ "ایک روز حضرت‘ت خواجہ میر عنایت اللہ کے گھر دعوت طعام میں تشریف لے گئے۔ کھانے کے بعد میر عنایت اللہ نے افلاس و عسرت کا اظہار کیا اور اپنے حق میں دعائے برکت کی التجا کی" فرمایا "جو کچھ آپ کے پاس غلہ ہے وہ لائیے"۔ انہوں نے ایک برتن سفید چاول سے بھرا ہوا پیش کیا۔ حضرت نے اس پر نظر ڈالی اور فرمایا اس کا ڈھکنا مضبوطی سے بند کر دو نیچے سے اس میں سوراخ کر لو اور اس سوراخ سے ہر روز بقدر ضرورت نکالتے رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ کمی نہیں ہوگی۔ پس میر عنایت اللہ نے ایسے ہی کیا۔ حتیٰ کہ بارہ سال تک اس سے چاول نکالتے رہے اور کھاتے رہے۔ کبھی کمی نہ ہوئی۔ ایک دن ان کی اہلیہ نے ازراہ تعجب برتن کا ڈھکنا اٹھایا تو دیکھا کہ تمام برتن خالی ہے اور اس میں چاول کا ایک دانہ بھی موجود نہیں۔ وہ عورت اپنی اس حرکت پر نادم ہوئی۔

ایک دن محمد صابر کشمیری نام کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حصول اولاد کے لیے تعویذ کی درخواست کی۔ حکم فرمایا کہ دو سیب لے آؤ۔ وہ فوراً دو سیب لے آیا۔ فرمایا اسے کھا لو۔ اس نے آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے سامنے سیب کھائے۔ اسی سال اس کے گھر میں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔

آپ کے ایک مرید محمد اکبر شاہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن میں ایک کشمیری ہندو کے گھر کسی کام کے لیے گیا تھا۔ اس ہندو نے مجھے بازار سے

نان لا کر دیے۔ وہاں سے نکل کر میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ ایک شخص حضرت کے سامنے ساز بجا رہا ہے۔ خواجہ کو یہ حرکت پسند نہ تھی۔ مجھے حکم دیا کہ مجھے اس شخص سے بچاؤ اور فلاں ہندو کے گھر سے جو نان لائے ہو وہ اسے دے دو۔ میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

شیخ عبدالوہاب کشمیری تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عیدالاضحیٰ کے دن میں سلام کے لیے حضرت خواجہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ چونکہ حضرت محل سرا میں تھے اس لیے ایک خادمہ کی معرفت اپنی حاضری کی اطلاع بھیجی۔ فی الفور باہر تشریف لائے۔ ایک ہاتھ میں کچھ قلم تھے۔ دوسرے ہاتھ میں گوشت کا ٹکڑا تھا۔ دونوں چیزیں فقیر کے حوالہ کیں اور فرمایا کہ خوش نویس بن جاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں چند ماہ بعد خوشنویس بن گیا۔

صاحب "روضتہ السلام" فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ نماز ظہر ادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے۔ کچھ مرید بھی ساتھ تھے۔ وہیں سرکار ناظم کشمیر کے دو پیادے آئے۔ انہوں نے بہت سختی کی اور بولے کہ اٹھ اور ہمارے ساتھ چل۔ خواجہ اٹھے اور ان کے ساتھ چل پڑے۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ ان میں سے ایک پیادہ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ پھر ٹھنڈا ہوگیا۔ حاضرین نے سمجھا کہ وہ مرگیا ہے۔ دوسرا پیادہ بھاگ گیا اور اپنے جمعدار کے پاس جا کر رپورٹ دی۔ جمعدار کچھ لوگوں کو ساتھ لے آیا، معافی چاہی۔ آپ نے اس کی معذرت قبول کی۔ تب جا کر وہ بے ہوش پیادہ ہوش و حواس میں آیا۔

محمد صدیق کشمیری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بندہ کی درخواست پر باغ میں تشریف لائے۔ ناظم کشمیر کا ایک ملازم بھی باغ میں آیا۔ وہ بلااجازت توت کے درخت پر چڑھ کر توت کھانے لگا۔ اسی دوران خواجہ کی

نظر جلال اس پر پڑی۔ پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی "مجھے نہیں معلوم! اس قماش کے لوگ زبردستی باغ میں گھس آتے ہیں۔ بلااجازت درختوں پر چڑھ کر پھل بھی کھاتے ہیں اور ٹہنیوں کا نقصان بھی کرتے ہیں"۔ یہ بات سن کر خواجہ نے اسے تیز نظر سے گھورا۔ فوراً وہ شخص زمین پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ اس کے مرنے میں بس ایک لمحہ ہی کی کمی تھی۔ میں نے یہ صورت دیکھی تو حاکم کشمیر کی گرفت کے خوف سے کانپنے لگا اور آپ سے عاجزانہ التجا کی۔ حضرت خواجہ اٹھے' اس کے منہ میں شربت بنات کے چند قطرے ٹپکائے تو وہ ہوش میں آگیا۔

صاحب "روضتہ السلام" شیخ نور اللہ کشمیری کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ کشمیر پر نواب افراسیاب کا عہد حکومت تھا۔ اس کا بیٹا علی رضا بیگ سخت ستم گر تھا۔ اس نے ہدایت اللہ خالوی پر الزام لگایا اور جیل میں بند کر دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ آخر ایک ہزار روپیہ لے کر قید سے خلاص دی۔ ان کے رہائی پر میں انہیں ملنے کے لیے گھر سے نکلا مگر راستہ میں خواجہ کی زیارت کا شوق ایسا دامن گیر ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ دو گھنٹہ بعد رخصت لی۔ آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا جہاں جانا چاہتے ہو اب وہاں جانا مناسب نہیں۔ اب اپنے گھر جاؤ۔ میں "جی ہاں" کہہ کر وہاں سے چل پڑا۔ دل میں سوچا کہ اسی نیت سے تو میں گھر سے نکلا تھا' اب نہ جانا غیر مناسب ہے۔ کم عقلی کی وجہ سے میں ہدایت اللہ کے گھر جا پہنچا۔ میرے پہنچتے ہی کوتوال شہر بھی آ پہنچا۔ اس نے دوبارہ ہدایت اللہ کو اس کے متعلقین سمیت گرفتار کرلیا اور ساتھ لے گیا۔ مجھے بھی اس کا متعلق سمجھ کر پکڑ لیا اور قید کر دیا۔ قید خانہ میں مجھے اپنی کم فہمی پر افسوس ہوا۔ اب میں نے حضرت خواجہ کی پناہ لی۔ چند ساعت بعد میں نے دیکھا کہ قید خانہ کے

محافظ میری طرف سے غافل ہیں۔ موقعہ غنیمت سمجھ کر میں بھاگ کھڑا ہوا۔ کسی نے مجھے نہ روکا۔ یوں میں نے خواجہ کی توجہ سے اس بلائے ناگہانی سے رہائی پائی۔

آپ کے خادم محمد اکبر کا بیان ہے: "میری بیوی آنجناب کے محل سرا میں رہتی تھی۔ وہ مرغیاں پالتی تھی۔ ایک دن بلی نے ایک مرغی پر حملہ کر دیا۔ اسے زخمی کیا۔ اس کا پورا سینہ پھٹ گیا اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ یہ حال دیکھ کر میری بیوی نے رونا شروع کر دیا اور کسی طور پر اس کی پریشانی دور نہ ہوئی۔ آخر حضرت نے زخمی مرغی اپنے دست مبارک میں پکڑی اور توجہ دی۔ ایک ساعت بعد اسے چھوڑ دیا تو وہ پہلے کی طرح ٹھیک اور تندرست تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ کبھی زخمی ہی نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ میر اخوند کشمیری کا بیٹا میر فقیر اللہ سخت بیمار ہوگیا۔ حتیٰ کے حالت نزع طاری ہوگئی۔ اس کے باپ نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو شفا دی تو میں خواجگان نقشبندیہ کے لیے ایک ہزار روپیہ کی نیاز دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک آدمی تعویذ شفا لانے کے لیے خواجہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا تعویذ یہی ہے کہ اگر وہ بچہ کے تندرست ہونے سے پہلے نیاز دے تو بہتر ہے۔ یہ جواب سن کر میر اخوند نے فوراً ایک ہزار روپیہ فقراء میں تقسیم کر دیا۔ تین دن بعد اس کا بیٹا تندرست ہوگیا۔

وفات: اس عظیم ہستی نے بقول صاحب "روضتہ السلام" ۱۸ شوال بروز ہفتہ ۱۱۷۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار پرانوار کشمیر میں زیارت گاہ خلق ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاجزادے شیخ محمد عمر المشہور وحید

الدین قاضی القضات اور ملا عبداللہ المخاطب فریدالدین مفتی اعلیٰ مسند ارشاد پر بیٹھے۔ اگرچہ آپ کے خلفاء بے شمار ہیں تاہم خواجہ محمد عابد کاوسی شرف الدین محمد صاحب روضتہ السلام محمد عثمان زنگوجی، شیخ عبدالرزاق رسول پوریہ، خواجہ امان اللہ، حاجی تیمور ختمی، خواجہ محمد فخر الدین، عبدالرحمان یاکندی، ابوالبقاء کشمیری، آپ کے بھتیجے محمد رضا بن عبدالکریم، محمد ابراہیم، اکبر شاہ، شیخ عبداللہ اور شیخ حمیدالدین بن محمد نظام، خواجہ کے مشہور ترین خلیفہ ہیں۔ ہمارے دور میں مولوی محمد سلیم الدین بن محمد رشید الدین مولوی محمد امین بن خواجہ محمد عمر بن خواجہ عبدالسلام آپ کی اولاد میں سے لاہور کی رونق ہیں۔ اگرچہ کتاب "روضتہ السلام" میں خواجہ کی تاریخ ہائے وفات بہت ہیں مگر ان میں سے مندرجہ ذیل خاص مصنف "روضتہ السلام" شرف الدین کی تحریر کردہ ہیں۔

(من عظمتہ اللہ ۱۱۷۱ھ)، (شیخ المسلمین ۱۱۷۱ھ)، (رضی عنہ ۱۱۷۱ھ)، سولہ شوال یک شنبہ دوپہر از ۱۱۷۱ھ)

قطعہ

شیخ عبدالسلام پیر کبیر ۔ چوں بدار السلام یافت مقام

سال وصلش ز شیخ اکرم جو ۔ ہم بخوان "شیخ صالح اسلام"

۱۱۷۱ھ ۔ ۱۱۷۱ھ

شاہ محمد صادق قلندر نقشبندی کشمیری قدس سرہ

آپ کشمیر کے بہت بڑے امیر آدمی تھے۔ جب عشق حقیقی نے جذب کیا تو دنیا والوں سے باہر نکل آئے۔ اپنا سارا مال فقیروں میں بانٹ دیا۔ علما و صلحاء کی صحبت اختیار کی، علم حاصل کیا، قرآن شریف حفظ کیا۔ آپ زیادہ تر اوقات، عاشقانہ شعر پڑھتے۔ خواجہ باقی باللہ کے فرزند خواجہ بیرنگ رحمتہ اللہ

علیہ کے مرید ہوئے۔

جذب و استغراق میں کمال تک جا پہنچے۔ ایک دن میر نازک نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کی چھت پر چڑھے' اذان کہی اور عین اسی حالت اذان میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ چھت سے زمین پر گرے اور بے ہوش ہوگئے۔ حاضرین اٹھا کر خواجہ کے پاس لے گئے۔ فرمایا اسے چھوڑو کہ مستانہ عشق الٰہی ہے۔ جونہی یہ بات خواجہ کی زبان حق ترجمان سے نکلی فی الحقیقت وہ مستانہ ہوگئے۔ وہ اب بے خودی اور مستانگی کی حالت میں کوچہ و بازار میں پھرتے' عاشقانہ اشعار پڑھتے۔ انہوں نے اب شرعی پابندیوں کے دائرہ سے باہر قدم رکھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو صاحب ہوش آپ کی خدمت میں پہنچتا' مدہوش ہو جاتا۔ جس پر نظر پڑتی وہی مست ہو جاتا۔ یوں انہوں نے سینکڑوں آدمیوں کو مستانہ و دیوانہ بنا دیا اور اس مدہوش کے تمام مدہوش حضرات علانیہ کلمہ "ہمہ اوست" مجمع عام میں کہہ دیتے۔ یہ صورت دیکھ کر کشمیر کے علماء و صلحاء نے اس کی اطلاع اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کو کر دی۔ بادشاہ نے شاہ صادق کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اپنے پاس بلایا اور اس سر گشتگی و دیوانگی کا سبب پوچھا۔ اس کے جواب میں خواجہ نے چند اشعار پڑھے اور بہت سی مستی کی باتیں کیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے فرمایا "اسے چھوڑ دو۔ یہ حالت دیوانگی میں گرفتار ہے اور معذور و بے بس ہے"۔

خواجہ ۱۱۰۷ھ میں ہندوستان سے واپس آئے۔ کشمیر کے موضع لار میں رہائش رکھی۔ اب مستی اور مجذوبی و دیوانگی کی کیفیت ختم ہوچکی تھی۔ آپ نے سلوک و مشیخیت کے عمل کا آغاز کیا۔ خانقاہ بنائی اور بے شمار لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ سے مستفیض کیا۔

وفات: آپ نے ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی اور لار کے مقام پر مدفون ہوئے۔

قطعہ

چو رفت از جہان در بہشت معلّٰی | شہ دو جہان متقی شیخ صادق
خرد برد تاریخ ترحیل پاکش | بگفتا کہ "ہادی ولی شیخ صادق"

۱۱۰۷ھ

شیخ محمد رضا الہامی نقشبندی قدس سرہ

آپ عظیم نقشبندی بزرگ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسبت چند واسطوں سے زبدۃ الاحرار خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ صاحب عبادت و ریاضت اور صاحب محبت و ذوق تھے۔ خوارق و کرامت میں مشہور تھے۔ کشف میں گویا آیت ربانی تھے اس لیے "الہامی" کا خطاب ملا۔ آپ کو ایک طرف خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند سے نسبت نقشبندیہ حاصل تھی تو دوسری طرف روحانیت غوثیہ اعظمیہ سے نسبت قادریہ ملی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو ہادی راہ تحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت صدیقیہ حاصل تھی۔

صاحب کتاب "نقشبندیہ" بیان کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ کے حجرہ سے آپ کے ایک مخلص مرید کا قرآن شریف چوری ہوگیا۔ تحقیق و تفتیش کے باوجود کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب یہ اطلاع شیخ کو ملی تو فرمایا "قرآن شریف کا نسخہ گم ہو جانے سے کیوں پریشان ہو۔ قرآن شریف کا ہدیہ ہم سے لے لو اور قرآن شریف کی ایک اور جلد لے آؤ اور تلاوت کرو" اس مرید پر خلوص نے جواب دیا "مجھے دوسرا نسخہ نہیں چاہیے۔ اگر آپ وہی گم شدہ نسخہ چور سے واپس دلوا دیں تو آپ کی عنایت ہوگی"۔ فرمایا "آج صبر کرو۔ کل صبح سویرے چوری شدہ قرآن تیرے حوالہ ہو جائے گا" رات کے وقت شیخ نے چند درہم اپنے ایک خادم کو دیے اور فرمایا "فلاں دکان جو فلاں بازار میں ہے وہاں صبح

سویرے جا کر خاموش بیٹھ جانا۔ ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ قرآن شریف تمہیں دے گا۔ وہ لے لینا اور یہ رقم اسے دے دینا۔ دیکھنا اس شخص کا حال احوال معلوم کرنے کے درپئے نہ ہونا" خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ وہی قرآن شریف کا نسخہ اس شخص سے لا کر حضرت کی خدمت میں آیا۔ شیخ الہامی نے وہ نسخہ مالک کے حوالے کیا اور پردہ پوشی کی انتہا یہ فرمائی کہ چور کا نام زبان پر نہ لائے بلکہ ہدیہ دے کر چور سے قرآن خریدا۔

وفات: بقول صاحب "نقشبندیہ" آپ کی وفات ۱۱۷۹ھ میں ہوئی۔ کتاب مذکور میں آپ کی تاریخ وفات ("شیخ دیندار" ۱۱۷۹ھ) سے نکالی گئی ہے۔

قطعہ وفات

چو رفت از جہان در بہشت برین | محمد رضا با رضائے محمد
بہ جستم ز دل سال ترحیل او | بگفتا کہ "مولی محمد رضا"

۱۱۷۹ھ

خواجہ محمد اعظم کشمیری دیدہ مری مجددی قدس سرہ

آپ کا شمار کشمیر کے عظیم علماء و مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد صاحب کا نام خیر الزمان تھا۔ آپ عالم و فاضل اور عارف کامل تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ تھے۔ حکومت، دولت، ثروت، شرافت، علم و کرامت اور حسب و نصب کے باوجود آپ کا دل فقیری کی طرف مائل تھا۔ شیخ محمد مراد مجددی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باطنی اصلاح کی تکمیل کی۔ خرقہ خلافت پایا۔ چونکہ آپ کا رجحان شعر گوئی اور تاریخ نویسی کی طرف زیادہ تھا اس لیے آپ نے "تاریخ اعظمی" نامی کتاب لکھی۔ یہ "تواریخ دومری" کے نام سے معروف ہے۔ ۱۱۴۸ھ میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔ یہ بادشاہوں،

مشائخ، علماء و فضلاء اور شعراء کشمیر کے بارے میں نہایت فصاحت و بلاغت سے تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب کی تاریخ تالیف ("واقعات کشمیر" ۱۱۴۸ھ) سے نکالی۔ اس کے علاوہ بھی ایک اور کتاب "فیض مراد" اپنے پیر روشن ضمیر کے حالات و مقامات کی تشریح میں تالیف کی۔ ایک رسالہ "مقامات فقر" بھی آپ کی تصانیف میں شامل ہے۔ ۱۱۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

قطعہ

اہل عظمت اعظم آن شیخ عظیم — از جہاں شد در جنان بے قال و قیل
"باصفا اعظم" بگو تاریخ او — بار دیگر "کامل اعظم جمیل"
۱۱۸۵ھ — ۱۱۸۵ھ

خواجہ کمال الدین بن خواجہ نور الدین
آفتاب نقشبندی کشمیری قدس سرہ

آپ کمالات ظاہری و باطنی سے موصوف تھے۔ اوصاف شریعت و طریقت سے متصف تھے۔ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد اپنے دادا خواجہ خاوند محمود کی خانقاہ میں سجادہ نشین بنے اور ایک عالم کی راہنمائی کی۔ آخر رافضیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

آپ کی شہادت کا واقعہ کتاب "نقشبندیہ" میں یوں مرقوم ہے:

"آپ کے عہد مشیخیت میں کشمیر میں ایک منافق واعظ رہتا تھا۔ وہ بظاہر سنی اور بہ باطن رافضی تھی۔ وہ شام کے بعد امین نامی ایک شخص کے گھر میں جاتا جو تخم فروشی کا کام کرتا تھا۔ وہاں وہ اہل سنت سے چھپ کر وعظ کہتا اور لوگوں کو مذہب رفض کی دعوت دیتا۔ چند ماہ بعد اس کا راز ظاہر ہوگیا۔ سب سے پہلے اس کے حال

سے مطلع ہونے والے خواجہ کمال الدین تھے۔ خواجہ نے یہ جان کر اس واعظ کو اپنے پاس بلوایا اور وعظ کہنے سے روکا مگر اس نے انکار کیا اور وعظ کہنے پر اصرار کیا اور وعظ گوئی سے باز نہ آیا۔ یہ خبر عام ہوگئی تو ناظم کشمیر کے روبرو یہ مقدمہ پیش ہوا۔ معتبر گواہوں نے اس کے خلاف گواہی دی کہ اصحاب کبار کو گالیاں بکتا ہے اور ہم نے اپنے کانوں سے یہ مغلظات سنی ہیں۔ چنانچہ اس واعظ کے متعلق قتل کا حکم صادر ہوا اور اس بدبخت کو قتل کر دیا گیا۔ اس پر کشمیر کے شیعہ اور واعظ دوست دل و جان سے خواجہ کمال الدین کے دشمن بن گئے۔ انہوں نے شہر کے کوتوال حاجی کو ایک بھاری رقم ادا کرنے کا وعدہ کر کے حضرت خواجہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اس نے رافضیوں سے بھاری رقم وصول کی اور حضرت کے قتل کی ذمہ داری لی۔ وہ آدھی رات کے وقت ننگی تلوار لیے پانی کی نالی کے راستے خانقاہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس وقت حضرت نماز تہجد ادا کرنے کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ وہ قاتل حسین شمر کی مانند آپ کے سر پر آ پہنچا اور پشت کی طرف سے تلوار آپ کی گردن مبارک پر ماری۔ یوں باغ حسین کے نونہال کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اس نے یزید پلید کی طرح اپنا ہاتھ آل نبی کے خون سے رنگ لیا۔ ۔

نماند ستمگار بد روز گار بماند برو لعنت کرد گار

یہ حرکت کرنے کے بعد وہ بد کردار جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے واپس چلا گیا۔ یہ واقعہ ۲۹ رجب الرجب ۱۱۸۸ھ میں ہوا۔ کتاب نقشبندیہ میں آپ کی شہادت کے بارے میں یہ شعر درج ہے۔

ہاتف غیب گفت سان کہ شد
باکمال شہادت از دنیا

۱۱۸۸ھ

آپ کی شہادت کے بعد کشمیر کے سنی و شیعہ کے درمیان معرکہ عظیم رونما ہوا۔ حضرت خواجہ کی شہادت کے افسوسناک سانحہ کے رد عمل میں سینوں نے سیکڑوں شیعوں کو تہہ تیغ کیا۔

خواجہ کمال الدین کے صاحبزادے خواجہ سعدالدین نے مسند ارشاد سنبھالی۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی عین جوانی کی عمر میں رحمت حق سے پیوست ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ محمود کے خاندان میں سجادہ نشینی کے سلسلہ میں عظیم شورش برپا ہوئی۔ خواجہ یوسف بن عبدالصمد بن خواجہ نورالدین آفتاب اپنے لیے اس عہدہ کے متمنی تھے جب کہ خانوادہ کے مرید خواجہ سعدالدین کمال کے چھوٹے بھائی خواجہ عبدالخالق کو سجادہ نشین کرنے کے درپئے تھے۔ اس سے خواجہ یوسف ناراض ہوگئے اور فریقین میں سخت جھگڑا ہوا۔ حتیٰ کہ قتل و جدال تک نوبت جا پہنچی۔ اس سبب سے اس خاندان کا بازار شہرت سرد پڑ گیا۔ تاہم خواجہ خاوند محمود کی اولاد اب تک کشمیر میں بزرگوں کی یادگار کے طور پر موجود ہے۔

قطعہ

چو سید کمال از کمال رضا ز دنیا دون یافت باحق وصال
بتاریخ ترحیل آں شاہ دین بگو "شیخ اقطاب سید کمال"

۱۱۸۸ھ

حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ میرزا جانجاناں قدس سرہ

آپ علوی سادات میں سے ہیں۔ آپ کا نسب شریف ۲۸ واسطوں سے

محمد بن حنیف کے توسط سے امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد نامور شاہ امراء تھے۔ سلاطین تیموریہ سے انہیں قرابت حاصل تھی۔ چنانچہ اکبر بادشاہ کا نواسہ امیر عبدالسبحان آپ کا جد امجد تھا۔ خاندان عالیہ چشتیہ سے اسے تعلق تھا۔ آپ کی دادی اسد خان وزیر کی صاحبزادی تھی جو اپنے شوہر کی مانند وقت کی ولی اللہ تھی۔ وہ جمادات کی تسبیح ظاہری کانوں سے سنتی تھی۔ آپ کے والد مرزا جان نے دولت اور منصب شاہی ترک کیا اور خاندان عالیہ قادریہ میں شاہ عبدالرحمٰن قادری کے مرید ہوگئے اور یوں اپنی باقی ماندہ عمر زہد و تقویٰ اور توکل میں گزار دی۔ آپ کے یہاں مرزا جان جاناں پیدا ہوئے۔ آپ کے زیر سایہ تربیت و پرورش پائی اور تمام ظاہری علوم میں کمال حاصل کی۔ آپ کی عمر جب سولہ سال کی ہوئی تو آپ کے پدر بزرگوار رحمت حق سے جا ملے۔

طریقت میں آپ نے پہلے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سید نور محمد بداونی مجددی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اس کے بعد حافظ سعد اللہ' حاجی محمد افضل اور محمد عابد (قدس اللہ سرہم العزیز) کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان چاروں حضرات کے توسل و تربیت سے ولایت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچے۔

ایک دفعہ آپ کا ایک مرید محمد قاسم عظیم آباد کی طرف گیا ہوا تھا۔ ایک دن اس کے بھائی نے حضرت مرزا کی خدمت میں آکر عرض کی کہ سنا ہے کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہوگیا ہے۔ اس کی رہائی کے لیے توجہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا وہ قید نہیں ہوا اس کی دلالوں سے ذرا پرخاش ہوگئی تھی تاہم معاملہ ٹھیک ہوگیا۔ اس نے تمہارے نام خط بھیجا ہے جو کل پہنچ جائے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔

شہر کے ایک امیر مصطفیٰ خان کی اہلیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا

ارادہ رکھتی مگر پردہ نشینی کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ حضرت سے دور اپنے گھر میں بیٹھتی اور یوں آپ سے برکات لیتی۔ وہ ہر روز اپنے غلام کو اپنی توجہ سے مطلع کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجتی۔ ایک دن وہ غلام اس پاکدامن خاتون کی اجازت کے بغیر یونہی آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ بی بی صاحبہ اپنے گھر میں استفادہ کے لیے منتظر ہیں۔ یہ بات سن کا حضرت نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر ارشاد ہوا "جھوٹ مت بولو! بی بی ابھی متوجہ نہیں ہوئی ہے اور تم اس کی اجازت کے بغیر ہی آ گئے ہو" اس شخص نے اپنی غلطی کی معافی چاہی۔

شاہ غلام علی مجددی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں حضرت مرزا کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بے ادب پیر سامنے آیا اور گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا میں یہ دیکھنے آیا ہوں کہ جان جاناں کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ حضرت مرزا اس بدبخت کے کلام سے ناراض ہوئے۔ تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا وہ فوراً گر پڑا اور ماہی بے آپ کی طرح تڑپنے لگا۔ پھر اس نے چلا کر کہا "توبہ کرتا ہوں' اللہ کے لیے میری غلطی معاف فرما دیں۔ چونکہ اللہ جُل جلالہ کا واسطہ ڈالا گیا تھا حضرت مرزا اٹھے' اپنے دست مبارک سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اس نے اسی وقت شفا پائی"۔

ایک بے ادب کو حضرت کے مکشوفات کا انکار تھا۔ ایک دن حضرت مرزا قبرستان میں سے گزر رہے تھے۔ وہ منکر بھی ساتھ تھا۔ اس نے ازراہ امتحان ایک قبر کی طرف اشاہ کیا اور کہا یہ میرے دوست کی قبر ہے۔ اس کا حال دریافت فرمائیے۔ فرمایا "جھوٹ مت بکو۔ یہ تو ایک عورت کی قبر ہے' تیرے دوست کی قبر نہیں"۔ اس شخص نے معذرت کی اور کہا کہ "محض آپ کا امتحان لینے کے لیے میں نے یہ حرکت کی تھی"۔

نواب عسکری خان کے والد نے' جو طریقہ عالیہ مجددیہ میں داخل تھا ایک روز مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی "جب تک میری بیٹی کے بارے میں آپ یہ خوشخبری نہیں دیں گے کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا' میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا"۔ آپ نے تھوڑی دیر تک غور کرنے کے بعد فرمایا: "خاطر جمع رکھو۔ حق تعالیٰ کی طرف سے تیری بیٹی کو بیٹا عطا کیا جائے گا"۔ پس ایسے ہی ہوا۔ اسی رات اس کی بیٹی حاملہ ہوئی اور نو ماہ کے بعد بیٹا جنا۔

ایک روز' حضرت میرزا بیابان میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ اچانک شدید بارش نازل ہوئی' موسم ٹھنڈا ہوگیا۔ ساتھیوں کو تکلیف ہوئی۔ جب یہ دیکھا تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ یااللہ! میں چاہتا ہوں کہ میرے یاروں پر بارش نہ پڑے اور میں اپنے ساتھیوں سمیت خشک ہی اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے آس پاس شدید بارش ہو رہی تھی مگر ان پر ایک قطرہ بھی نہیں پڑتا تھا۔

"مظہر جان جاناں" میں لکھا ہے کہ حضرت میرزا جان جاناں کئی بار فرماتے تھے کہ فضل الٰہی اور عنایت ایزدی سے میری تمام صوری و معنوی اور دینی آرزوئیں پوری ہوئیں سوائے شہادت ظاہری کے' جس کا قرب الٰہی میں اعلیٰ مقام ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کوئی ایسا سبب پیدا فرمائے گا کہ یہ آرزو بھی پوری ہو جائے گی۔ جب آپ کی شہادت کے دن قریب آئے تو آپ نے تمام مخلصوں کو الوداعی مضمون پر مشتمل خطوط لکھے۔ اپنے تمام مریدوں سے فرمایا: "اب ہماری جدائی کا وقت ہے۔ رحلت کا وقت قریب ہے"۔ آخر شب چہار شنبہ سات محرم ۱۱۹۵ھ رات کا ایک حصہ گزرا تھا کہ کچھ لوگوں نے خانقاہ کے دروازہ پر دستک دی۔ خادم نے عرض کی کہ کچھ لوگ زیارت کے

لیے آئے ہیں۔ فرمایا "آ جائیں" پس تین آدمی اندر آئے۔ ان میں سے ایک مغل تھا۔ جب وہ اندر پہنچے مغل نے پوچھا کہ "مرزا جان جاناں آپ ہیں"۔ فرمایا "ہاں" اس کے دونوں ساتھیوں نے بھی تائید کی کہ مرزا جان جاناں یہی ہے۔ پس اس بدبخت نے طبانچہ کا گولہ' دو گولہ سے حضرت کے بائیں پہلو پر دل کے قریب مارا۔ آپ اس سخت دھماکے کی وجہ سے' بڑھاپے کی سخت کمزوری سے زمین پر گر پڑے۔ قاتل بھاگ گئے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا تو وہ ایک جراح کو لائے۔ صبح سویرے نواب نجف خان نے ایک انگریز جراح (سرجن) بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ "شفا متعلق حق ہے۔ حاجت جراح نہیں ہے اور جن لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور اپنا خون بخش دیا ہے"۔ آپ تین دن تک بقید حیات رہے۔ تیسرے دن جمعہ کے روز دونوں ہاتھ اٹھا کر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے۔ فاتحہ کے بعد اللہ اللہ پڑھنے لگے۔ شام کے وقت جان' جان آفرین کے سپرد کی۔ وہ رات ہفتہ کی تھی اور اس کی رات صبح دس محرم تھی۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ بوقت صبح ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ ہے۔

شہادت: شہادت آپ بروز جمعہ ۹ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات "عاش حمیداً مات شہیداً" سے نکلتی ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت تولد "صاحب شرع" سے نکلتی ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و شہادت از مولف

جناب جان جاناں شاہ شمس الدین حبیب اللہ
کہ بد یکتا بہ مجبوبی ومطلوبی و مرغوبی
بتولیدش "سخی مقبول ربانی" رقم کردم
بوصل پاک او "شاہ شہادت قطب محبوبی" ۱۱۹۵ھ

مولوی احمد اللہ مجددی نقشبندی قدس سرہ

آپ کے والد گرامی کا نام ثناء اللہ پانی پتی ہے۔ آپ کے بزرگوں کا نسب چند واسطوں سے شیخ جلال الدین چشتی صابری تک جا پہنچتا ہے اور وہ حضرت میرزا جان جاناں دہلوی کے مرید تھے اور اس نسبت میں کمال حاصل تھا۔ آپ نے ظاہری علوم اپنے والد عالی قدر مولوی ثناء اللہ سے پڑھے تھے۔ آپ اپنے وقت کے فاضل تھے۔ آپ ہر روز اکیس سپارے پڑھتے تھے۔ ۳۵ ہزار مرتبہ نفی و اثبات اور ایک ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے۔ صبح سے چاشت تک مراقبہ کرتے۔ آپ کے والد کو آپ سے بہت محبت تھی۔ ایک دن والد نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور کہا "یا اللہ! میرے دل میں بیٹے کی محبت زیادہ ہوگئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جس دل میں تیری محبت ہو' اس دل میں کسی اور کی بھی محبت ہو۔ اس لیے میرے بیٹے کو درمیان سے اٹھا لے"۔ دعا کا تیر نشانہ پر لگا۔ مولوی احمد اللہ تیس سال کی عمر میں رحمت حق سے جا ملے۔ ان کا ایک بھائی صبغت اللہ تھا۔ جب مولوی ثناء اللہ کے گوشہ دل میں ان کی محبت پیدا ہوئی تو وہ بھی آغاز شباب میں اس دار پر ملال سے قرب ایزد متعال میں جا پہنچے۔

وفات: ۱۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

قطعہ وفات از مولف

مولوی احمد آن مقبول اللہ و نبی مخزن فیض ہدایت مطلع نور قدم
رفت از دنیا چو در خلد برین تاریخ سال مظہر احمد بخوانش شیخ محرم کن رقم

۱۱۹۸ھ

شیخ محمد احسان قدس سرہ

آپ حضرت میرزا جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم القدر خلیفہ ہیں۔ آپ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے والد حافظ محمد محسن رحمت حق سے جا ملے تو ان کا عنفوان شباب تھا۔

آپ برنبائے جہالت و نادانی طریق مستقیم سے بھٹک گئے یعنی آپ کے عقیدہ میں انحراف پیدا ہوگیا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت مرزا جان جاناں نے کھیر تناول فرمانے کے بعد اس کا باقی حصہ آپ کو عطا فرما دیا۔ پس اسی دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی۔ پھر کامل استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور ترقی کی۔ بالآخر مقامات احمدیہ مجددیہ کی انتہا تک پہنچے۔ آپ کی نسبت میں جذب اور قوی شورش تھی۔

آپ سردی کے موسم میں ادنیٰ لباس پہننے کی ضرورت محسوس نہ فرماتے یہ نتیجہ تھا حرارت شوق اور طپش باطنی کی گرمی کا۔ محبت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب بھی لفظ "اللہ" آپ کے کان میں پڑتا بے ہوش ہو جاتے۔

صاحب مظہر جان جاناں فرماتے ہیں کہ احمد شاہ درانی کے ہنگامہ غارت گری میں شیخ محمد احسان اپنی گلی کے دروازہ پر پوری جرات و ہمت سے بیٹھے رہے۔ اللہ کے طفیل اور حضرت کی توجہ سے کوئی غارت گر اس کوچہ میں داخل نہ ہوسکا اور آپ کی گلی والوں کی جان و مال محفوظ رہے۔

ایک شخص کے پیٹ میں درد تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ عرض کی کہ فی سبیل اللہ یہ تکلیف دور کرنے کے لیے توجہ فرمایئے۔ جونہی "اللہ" کا اسم مبارک آپ کے کان میں پڑا نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگئے۔ زمین پر گر پڑے۔ اتنے میں اس کا درد زائل ہوگیا۔

وفات: اس جامع الکرامات ہستی کی وفات ١٢٠٦ھ میں ہوئی۔

قطعہ

رفت از دنیا چو درخلد برین　　شیخ والا جاہ احسان متقی
رحلتش اہل ضمیر احسان بگو　　ہم بگو احسان حضوری نبی
۱۲۰۶ھ　　۱۲۰۶ھ

مولوی علیم اللہ گنگوہی قدس سرہ

آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے ساتھی، دوست اور خلیفہ تھے۔ طریقہ احمدیہ کے مطابق سلوک کی منزلیں طے کیں اور اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ آپ پر سکر و مدہوشی غالب تھی۔ آپ ہر وقت محبت الٰہی سے سرشار اور ذوق و آگاہی سے مخمور رہتے۔ ہر وقت آپ کی زبان پر اہل محبت کا تذکرہ رہتا۔ عاشقان الٰہی کی حکایت سے آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے۔

ایک بار آپ نے خواب میں حضرت غوث الاعظم کو دیکھا۔ آپ نے ان کی قدم بوسی کرنی چاہی۔ فرمایا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ عرض کی یا ابن رسول اللہ! یہ ہم فقیروں کے لیے سعادت ہے۔ اس جملہ سے شیخ خوش ہوئے اور آپ کے حال پر بہت مہربانیاں کیں۔

ایک رات مولوی علیم اللہ نے خواب میں دیکھا کہ چشتیہ کے اکابر جیسے حضرت فرید الدین گنج شکر اور شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ کے قلب مبارک سے نسبت نقشبندیہ سلب کی اور اپنے سلسلہ کی نسبت القاء کر دی۔ اس کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ارواح بزرگان نقشبندیہ جیسے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی وغیرہ تشریف لائے اور مولوی علیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت چشتیہ کھینچ کر پھر نسبت نقشبندیہ آپ کے سینہ بے کینہ میں ڈال دی۔ صبح سویرے حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس واقعہ کا ذکر کیا۔ وہ اپنے پیر و مرشد کی

خدمت میں لے گئے۔ ابھی اظہار حال کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا بزرگان چشتیہ نے آپ کے حال پر تصرف کر کے اپنی نسبت کی کیفیات القا کر دی تھیں لیکن نقشبندی اکابر نے آ کر پھر اپنی اصل نسبت عطا فرما دی ہے۔ لہٰذا آپ نے اس طریقہ عالیہ کے جو مقامات حاصل کیے ہیں وہ درست اور بجا ہیں۔

وفات: میر علیم اللہ نے ۱۲۱۱ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

سید عالم علیم اللہ پیر   چون ازیں دنیا بجنت شد مقیم
رحلتش "فاضل مکرم" کن بیان   ہم رقم کن "شیخ علامی علیم"
۱۲۱۱ھ   ۱۲۱۱ھ

مولوی ثناء اللہ مجددی نقشبندی قدس سرہ

آپ اصل میں پانی پت کے رہنے والے تھے۔ مرزا جان جاناں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا نسب بارہ واسطوں سے شیخ جلال الدین پانی پتی چشتی صابری رحمتہ اللہ تک جا پہنچتا ہے۔ شیخ جلال الدین چشتی کا نسب شریف خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ شیخ ثناء اللہ ایک عالم ربانی اور مقرب بارگاہ سبحانی تھے۔ علوم عقلی و نقلی اور کمالات ظاہری و باطنی میں اپنے وقت میں ممتاز تھے۔ فقہ اور اصول میں مرتبہ اجتہاد پر پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے علم فقہ میں ایک کتاب "مالا بد منہ" لکھی جس میں روایات مذہب اربعہ کو جگہ دی۔ اسی طرح آپ نے ایک تفسیر لکھی جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات جمع کر دیں۔ آپ نے تصوف و تحقیق معارف حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی میں بھی چند

رسائل لکھے۔

ابتدا میں آپ شیخ الشیوخ محمد عابد نقشبندی مجددی کے مرید تھے۔ ان کی توجہ سے فنائے قلبی کے مرتبہ پر پہنچے۔ پھر حضرت کے ارشاد کے مطابق مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں پہنچے اور طریقہ مجددیہ احمدیہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ چونکہ آپ کو اس طریقہ میں سلوک کی منزلیں تیزی سے طے کرنے کا شوق تھا اس لیے جلد ہی کامیاب ہوئے۔ آپ اٹھارہ برس کے تھے کہ علم ظاہر کے حصول سے فارغ ہوگئے۔ خلافت ملی اور آپ علم اور فیض باطنی کی اشاعت میں منہمک ہو گے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے آپ کو "عالم الہدیٰ" کا خطاب عطا کیا۔

مولوی ثناء اللہ نے بچپن میں اپنے دادا شیخ جلال الدین پانی پتی کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے آپ کے حال پر بہت توجہ کی ہے۔ اپنی پیشانی آپ کی پیشانی سے ملی ہے۔ نیز انہی دنوں میں حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت نے آپ کو تازہ کھجوریں دیں۔ آپ بیدار ہوئے تو وہ کھجوریں آپ کے ہاتھ میں تھیں۔ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی خوشی سے آپ کے بارے میں فرمایا **انت منی بمنزلتہ هارون عن موسی علیهما السلام** جب حضرت نے اس خواب کا ذکر اپنے پیرو مرشد سے کیا تو فرمایا کہ اس فقیر کی صورت مثالی نے جد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ عضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں ممثل ہو کر تمہیں ان کلمات سے بشارت دی ہے۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ فقیر کے بعد اس سلسلہ کی خلافت تمہاری طرف منتقل ہو جائے گی۔

مرزا جان جاناں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ روز حشر مجھ سے

دریافت فرمائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا کہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔

منقول ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے بڑے بھائی مولوی فضل اللہ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے اور طریقہ مجددیہ میں مرزا جان جاناں کے مرید تھے۔ جب وہ فوت ہوگئے تو ان کی وفات سے مولوی ثناء اللہ بہت غمگین رہنے لگے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مولوی فضل اللہ کہہ رہے ہیں کہ اے بھائی میری موت پر اس قدر غم و الم کے کیا معنی؟ اس لیے کہ خدا کے دوست مرتے نہیں۔ لہٰذا میں بھی نہیں مرا بلکہ میں نے تو ہمیشہ کی زندگی پائی ہے اور یہ مقام وہ ہے جہاں تجھے بھی پہنچنا ہے۔

وفات: مولوی ثناء اللہ نے ایک ہزار دو سو سولہ (۱۲۱۶ھ) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

قطعہ

ثناء اللہ ثنا گوی خداوند بجنت یافت زین دنیائے دون بار
بخوان "اہل ظفر" تاریخ سالش بگو تاریخ دیگر "تاج اخیار"

۱۲۱۶ھ

شاہ درگاہ مجددی قدس سرہ

آپ صاحب کرامت و خوارق اور زاہد و متقی تھے۔ آپ کا سلسلہ عالیہ دو واسطوں سے خواجہ محمد زبیر نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ نماز کے وقت مرید' باواز بلند آپ کو آگاہ کرتے تھے اور آپ کی نسبت میں گرمی اتنی تھی کہ اگر آپ ایک وقت میں ہزار اشخاص کی طرف متوجہ ہوتے تو تمام مدہوش ہو جاتے۔

ایک دن آپ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے قرائت میں یحبونهم کحب الله و الذین امنوا اشد حبالله پڑھی۔ یہ آیت سنتے ہی ان کے دل سے محبت کی آگ کالاوا ابل پڑا۔ آپ کے جسم مبارک میں تھوڑی سی حرکت ہوئی۔ فوراً پہلے امام' اس کے بعد تمام مقتدی وجد میں آگئے۔ جب مسجد سے ہاؤ ہو کی آواز اٹھی تو اہل محلہ جمع ہوگئے اور مسجد میں قدم رکھتے ہی ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ غرضیکہ جو کوئی بھی مسجد میں قدم رکھتا' مدہوش ہو جاتا اور زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔ یہ فیضان محبت الٰہی کا کرشمہ تھا جو وہاں بارش کی طرح برس رہی تھی۔

صاحب "مخزن مجددیہ" فرماتے ہیں: حضرت شاہ درگاہی' مادر زاد ولی تھے۔ بچپن میں محبت الٰہی کی کشش انہیں صحرا کی طرف لے گئی۔ چنانچہ وہ اپنے وطن "تخت ہزارہ" پنجاب سے نکل گئے۔ بے ہوشی کی وجہ سے کھانے پینے اور پہننے کی ہوش نہ تھی۔ زیادہ بھوک لگتی تو درختوں کے پتے کھا لیتے' جب سن تمیز کو پہنچے تو بے ہوشی سے قدرے افاقہ ہوا۔ آپ نے قرآن شریف پڑھ لیا اور نماز درست کرلی۔ پھر مغلوب الحال ہوگئے۔ آخر صحرا سے نکل کر شیخ حمید الدین صوفی کے مزار پر آئے اور طریقہ قادریہ اعظمیہ میں شیخ جمال اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے۔ آخر میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کی روحانیت سے فیض کامل آپ تک پہنچا اور کاملان وقت میں شمار ہوئے۔

شیخ درگاہی کبھی کسی سے کوئی چیز نہ لیتے اور مالداروں سے ملاقات کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور اگر کسی نے آپ کی بے ہوشی کے وقت درہم یا دینار آپ کی چادر میں باندھ دیا تو نجاست دنیا کی بدبو آپ کے دماغ تک جا پہنچتی' آپ ہوشیار ہو جاتے اور فوراً وہاں سے چل دیتے' دریا پر پہنچتے اور اس درہم یا دینار کو دریا میں پھینک دیتے مگر اس بات کی احتیاط کرتے کہ آپ کا ہاتھ اسے

نہ لگے۔

آپ کا ایک معتقد صحرا میں جا رہا تھا۔ اتفاقاً جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس شخص پر حملہ آور ہوا۔ اس شخص نے فوراً درگاہی کو اپنی مدد کے لیے یاد کیا۔ آپ اسی وقت حاضر ہوئے اور شیر کے منہ پر زور کا طمانچہ مارا۔ شیر فوراً بھاگ گیا اور اس شخص نے شیر سے نجات پائی۔

ایک دن ایک بقال (سبزی فروش) جو آپ کا ہمسایہ تھا' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے قدموں پر سر رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت کیوں کی ہے؟ عرض کی "آج آپ کی عنایت و حمایت سے میری جان بچی ہے ورنہ میں ہلاک ہو جاتا۔ قصہ یوں ہے کہ آج میرے گھر کے دروازے والی دیوار گرنے لگی تھی۔ قریب تھا کہ میں دیوار کے نیچے آکر ہلاک ہو جاتا' اتنے میں آپ کی ذات بابرکات تشریف لائی' دیوار کو اپنے ہاتھ سے تھام کر دوسری طرف گرادیا۔ یوں میں بچ گیا"۔

ایک دن شیخ نے اپنے ایک مخلص خادم سے فرمایا کہ غیب سے تیرے گھر میں آگ لگنے والی ہے۔ تمام سامان اپنے گھر سے نکال لینا چاہیے تاکہ سلامت رہے۔ اس شخص نے اس کا خیال نہ کیا۔ رات ہوئی تو آگ نمودار ہوئی۔ اس کا گھر اور سامان مکمل طور پر جل گیا۔

ولادت: آپ پنجاب کے قصبہ تخت ہزارہ میں ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی یہ تاریخ ولادت صاحب "مخزن مجددیہ" نے بیان کی ہے۔

وفات: صحیح قول کے مطابق آپ نے ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک رام پور میں ہے۔ آپ کی تاریخ وفات "**مات قطب الوری عن امر اللہ**" سے نکالی گئی ہے۔

قطعہ ولادت و وفات از مولف

شیخ درگاہ شاہ والا جاہ حاکم دین ز ماہ تا ماہی
عاشق خاص کن رقم "سرور" سال تولید او اگر خواہی

۱۱۶۲ھ

سال تاریخ رحلتش فرما "زاہد ہند شیخ درگاہی"

مولانا صفی الدین المشہور بصفی القدر قدس سرہ

آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن عروۃ الوثقی شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ ہے۔ آپ کمالات ظاہری و باطنی اور اوصاف صوری و معنوی کے جامع تھے۔ آپ اپنے آباء کرام کے طریقہ پر محکم قدم اور ثابت دم تھے۔ آپ نے دنیا مکمل طور پر چھوڑ رکھی تھی حتیٰ کہ جب حاکم رام پور نواب نصراللہ خان نے آپ کی خدمت عالیہ میں التجا کی کہ میری فوج میں "بخش گری" کا عہدہ قبول فرمائیں تو آپ نے یہ درخواست قبول نہ کی۔ آپ اپنے اوراد میں مشغول رہتے۔ آپ کو حدیث و تفسیر پڑھنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ آپ اہل فسق و فجور سے بہت زیادہ بچ کے رہتے تھے۔

وفات: مولانا صفی الدین نے بروز جمعہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۶ھ میں بمقام لکھنؤ وفات پائی۔ آپ کا غسل اور تجہیز و تکفین حضرت سید احمد اور مولوی اسمٰعیل نے کی، جو خطہ پنجاب کے ضلع ہزارہ اور پشاور میں سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ جب مولانا صفی الدین کا جنازہ لے کر چلے تو رات کا وقت تھا۔ راستے میں کسی کا چھپر جلا پڑا تھا۔ اس میں بہت آگ تھی مگر آگ پر پڑی ہوئی راکھ کی وجہ سے آگ نظر نہیں آتی تھی۔ جنازہ اٹھانے والے آگ پر سے گزرے باوجودیکہ چند قدم آگ پر سے چلے لیکن انہیں آگ کا ذرہ بھی اثر نہ ہوا۔ ان کے گزرنے کے بعد دوسرے ہمراہی آگ کی موجودگی سے آگاہ

ہوئے اور اس جگہ سے ہٹ کر گزرے۔

قطعہ

چو از دنیا بفردوس برین رفت صفی الدین ولی مطلوب مولے
عجب تاریخ تر حیلش عیان شد ز "شیخ اصفیا محبوب مولے"

۱۲۳۶ھ

شاہ عبداللہ المشہور بہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

آپ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے عظیم خلیفہ ہیں۔ آپ کا نسب شریف 'اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سید عبداللطیف زاہد اور ریاضت و مجاہدہ کرنے والے شخص تھے جو کھانا کھانے کی بجائے صرف بقولات (سبزیاں اور پتے) کھانے پر اکتفا کرتے۔ صحرا میں ذکر جہر کرتے۔ وہ سلسلہ قادریہ اعظمیہ میں ناصر الدین قادری کے مرید تھے۔ شاہ غلام علی کی ولادت سے پہلے 'انہوں نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا' وہ فرماتے ہیں: عبداللطیف! حق تعالیٰ تجھے بیٹا عطا فرمائے گا' اسے ہمارے نام سے موسوم کرنا۔ انہی دنوں غلام علی شاہ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ فرمایا "اپنے لڑکے کا نام عبدالقادر رکھنا کہ یہ ہمارا اسم مبارک ہے"۔ چنانچہ پیدائش کے بعد آپ کے والد ماجد نے علی کے نام پر اور والدہ نے عبدالقادر کے نام پر نام رکھا۔ آپ کے چچا نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ جب آپ بالغ ہوئے تو ادب کی وجہ سے اپنا نام غلام علی رکھا۔

؎ منم "غلام علی" و علی امام من است

آپ بٹالہ' پنجاب میں پیدا ہوئے' وہیں نشوونما پائی۔ بالغ ہونے تک وہیں ٹھہرے۔ جب آپ کی عمر تیرہ سال ہوگئی تو آپ کے والد نے آپ کو بٹالہ

سے دہلی بلوا لیا تاکہ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر کر کے ان کی بیعت کروائیں۔ شاہ غلام علی جب دہلی پہنچے تو شاہ ناصرالدین نے وفات پائی۔ یوں آپ ان کی بیعت نہ کر سکے۔ اب ان کے والد بزرگوار نے فرمایا:

"ہم نے تمہیں شاہ ناصرالدین کی بیعت کے لیے طلب کیا تھا مگر تقدیر میں نہ تھا۔ اب تمہاری مرضی ہے جہاں بہتر جانو' بیعت کرلو"۔

چنانچہ آپ پہلے خواجہ محمد زبیر مجددی سرہندی کے خلفا' شاہ ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد خواجہ شاہ ناصرالدین کے فرزند خواجہ میر درد' مولانا فخرالدین فخر جہاں چشتی دہلوی' شاہ مانو اور شاہ غلام سادات چشتی' نیز دہلی کے دیگر اعزہ و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی مجلسوں سے استفادہ کیا۔

آخر بائیس سال کی عمر میں حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں ۱۱۸۰ھ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مرید ہوئے۔ پہلے خاندان عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے' تکمیل کے بعد' سلاسل اربعہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پیر روشن ضمیر کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور سجادہ نشین ہوئے اور ہزاروں طالبان حق کو حق تک پہنچایا۔ آپ کی خوارق و کرامت بے شمار ہیں۔ یہاں پر ان میں سے کچھ کرامات درج کی جاتی ہیں۔

ایک دن آپ کے مرید مولوی کرامت اللہ کو "ذات الجنب" کا درد تھا۔ آپ نے جب درد کی جگہ پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے فوراً شفا پائی۔

ایک بار آپ نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر چلتی کشتی پر توجہ فرمائی تو وہ دریا میں رک گئی۔ آپ کا ایک مرید احمد یار کہتا ہے کہ میں تجارت کے لیے جا رہا تھا۔ میں نے راستے کے دوران صحرا میں دیکھا کہ حضرت شاہ تشریف لائے' میری بیل گاڑی کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بیل کو تیز چلاؤ

اور اسے دوڑاؤ اور اس قافلہ سے الگ ہو کر گزر جاؤ کیونکہ ڈاکو اس قافلہ کو لوٹنے والے ہیں۔ میں بیل گاڑی کو لے بھاگا اور قافلہ سے جدا ہو گیا۔ قضائے الٰہی سے تمام اہل قافلہ اس دن راہزنوں کی غارت گری کا شکار ہوئے' جبکہ میں حضرت کی توجہ سے سلامت رہا۔

آپ کے خادم میاں الف شاہ کا بیان ہے کہ میں ایک بار جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اچانک دور سے ایک بزرگ نمودار ہوتے دکھائی دیے اور مجھے راستہ بتایا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

ایک دن آپ اپنی ایک مرید عورت کے گھر تعزیت کے لیے گئے کیونکہ اس کی ایک جواں سال بیٹی فوت ہوئی تھی۔ آپ نے اس نیک خاتون سے فرمایا "اللہ تعالٰی تجھے اس لڑکی کہ جگہ ایک بیٹا عطا فرمائے گا"۔ بڑھیا نے عرض کیا "یا حضرت! میں بڑھیا ہوں' میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ اب اولاد پیدا ہونا خلاف عقل ہے"۔ فرمایا "اللہ قادر مطلق ہے"۔ کچھ دنوں بعد وہ عورت حاملہ ہوئی' بیٹا جنا اور لمبی عمر پائی۔

ایک عورت نے بیماری سے شفا پانے کے لیے عرض کی۔ حضرت نے اسے اپنے کھانے میں سے کچھ تبرک دیا جو نان اور کباب پر مشتمل تھا۔ وہ گھر گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ کباب حلوا بن چکا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ بیمار کی موت کا وقت قریب پہنچ چکا ہے' چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

آپ کے ایک مخلص مرید' اکبر علی نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کی صحت یابی کے لیے کئی بار عرض کی۔ آخر آپ نے فرایا "اس عورت کی زندگی پندرہ روز سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی"۔ خدا کی قدرت پندرھویں دن اس عورت نے وفات پائی۔ چونکہ میر اکبر نے ایام بیماری میں اس عورت پر توجہ کی

تھی، اس لیے جب حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ اس عورت کے جنازہ پر تشریف لے گئے۔ فرمایا "اے اکبر علی! معلوم ہوتا ہے تم نے اس عورت پر توجہ کی ہے، اس توجہ کی برکات معلوم ہو رہی ہیں"۔ عرض کی "جی ہاں، میں نے ایک دن اس پر توجہ کی تھی"۔

حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب ایک شیعہ عورت کا مکان تھا۔ حضرت نے خانقاہ کی جگہ کے کم ہونے اور خادموں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس عورت سے مکان بیچنے کے لیے کہا تاکہ اسے خانقاہ میں شامل کریں۔ اس عورت نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے دہلی شہر کے معززین میں سے ایک حکیم شرف خان کو بھیجا تاکہ وہ اسے سمجھائیں۔ اس عورت نے حکیم صاحب کی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور مکان فروخت کرنے پر رضامند نہ ہوئی، بلکہ آپ کی شان میں گستاخانہ باتیں کیں۔ حکیم شرف خان نے حضرت کو ہو بہو سب باتیں بتا دیں۔ یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا "یا حضرت! آپ نے اس عورت کی باتیں سن لیں۔ اب میں اس وقت تک اس کا مکان نہیں لوں گا جب تک وہ خود آکر التجا نہیں کرے گی"۔ انہی دنوں میں اس عورت کے خاندان میں ایک موت واقع ہوئی اور گھر کے سب آدمیوں میں سے صرف ایک وہی عورت اور اس کا چھوٹی عمر کا ایک بچہ باقی رہ گیا۔ جب بچہ بھی بیمار ہوا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ بیماری نافرمانی کی نحوست ہے۔ آخر کار اس بچے کو لے کر حاضر ہوئی۔ نیازمندی کی، منت سماجت کی اور واجبی سی قیمت لے کر مطلوبہ مکان آپ کے حوالے کر دیا اور اس مصیبت سے رہائی پائی۔ اپنے اس نیک اعتقاد سے حضرت کے مریدوں کے زمرہ سے وابستہ ہو گئی۔

آپ کی دعا کی برکت سے حکیم رکن الدین خان کو بادشاہ کے حضور،

منصب وزارت ملا۔ ایک دن حضرت نے اپنے ایک حق بجانب عزیز کی سفارش، حکیم مذکور سے کی۔ حکیم نے اپنی بد دماغی اور وزارت کے تکبر میں آ کر، آپ کی بات ٹال دی اور خاص کوشش نہ کی۔ اس اقدام سے حضرت، حکیم رکن الدین خان سے ناراض ہو گئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دن بعد ہی وہ وزارت کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔

اسی طرح صوبہ دہلی کے گورنر نظام الدین نے ایک دفعہ اپنی خصوصی مجلس میں آپ کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کیں۔ جب آپ کو اطلاع پہنچی، آپ نے فرمایا "ہم اس سے بھی برے ہیں جو وہ ہمارے بارے میں کہتا ہے"۔ چنانچہ وہ اسی ہفتہ معزول ہو گیا۔

ایک شخص صوبہ کابل سے ہندوستان آ رہا تھا۔ دریائے سندھ عبور کرتے ہوئے اس کا اونٹ مع سامان دریا میں ڈوب گیا۔ اس نے منت مانی کہ اگر میرا اونٹ اسباب سمیت دریا سے زندہ نکل آئے تو میں حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں روغنی نان بطور نذر پیش کروں گا۔ فوراً ہی اس کا اونٹ اسباب سمیت دریا سے باہر آیا اور بغیر کسی محنت و کاوش کے دریا کے کنارے پر پہنچ گیا۔ جب اس شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا "کیا تم نے ہماری نیاز میں نان دے دیے؟" اس نے عرض کی "جی ہاں، دے دیے"۔

احمد یار نامی شخص آپ کا مرید تھا۔ اس کے چچا سے بادشاہ نے ناجائز رقم کا مطالبہ کیا۔ وہ نہ دے سکا تو اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ احمد یار نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "تم دس آدمی اکٹھے ہو کر شاہی قلعہ جاؤ اور اسے قید خانہ سے نکال لاؤ۔ ان شاء اللہ کوئی تمہارے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا"۔ پس ایسا ہی ہوا۔ کسی نے انہیں نہ دیکھا اور پھر بادشاہ

بھی احمد یار کے چچا کے در پے نہ ہوا۔

دہلی کی مسجد کے امام جمعہ مولوی فضل احمد کا بیٹا بیمار تھا۔ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ شاہ غلام علی تشریف لائے ہیں اور اس کے بیٹے کو کچھ پلایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کے بیٹے نے شفا پائی۔ فضل احمد نے اپنے خلوص سے کچھ رقم بطور نذر پیش کی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا "یہ ہماری رات کی خدمت کی اجرت ہے؟" عرض کی "نہیں! یہ حضور کی عنایت شبانہ کا شکرانہ ہے"۔

ایک شخص نے خدمت عالیہ میں عرض کی "میرا بیٹا دو ماہ سے مفقود الخبر ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے؟ توجہ فرمایئے کہ وہ آ جائے"۔ فرمایا "تیرا بیٹا تیرے گھر میں ہے"۔ یہ بات سن کر وہ حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا "حیران کیوں ہوتے ہو؟ گھر جاؤ اور دیکھ لو"۔ وہ گھر گیا تو بیٹے کو موجود پایا۔

ایک بڑھیا نے آ کر عرض خدمت کی "میرا بیٹا بادشاہ کے محافظ دستے میں نوکر تھا۔ اب اس نے نوکری چھوڑ دی ہے۔ لنگوٹی باندھ کر دین و شریعت سے برگشتہ ہو گیا ہے اور بھنگ پیتا ہے"۔ یہ سن کر آپ ایک ساعت کے لیے متوجہ ہوئے۔ اسی وقت اس کا بیٹا نہایت عجلت میں حاضر ہوا، توبہ کی، مرید ہوا اور اسی لحہ اس کے لطائف خمسہ ذاکر ہو گئے۔

ایک بار آنجناب کے کچھ خلفاء آپ سے ملنے کے لیے دور دراز سے آ رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں کہا: "حضرت شاہ کا معمول ہے کہ جب مرید حاضر ہوتے ہیں تو آپ انہیں کچھ چیز بطور تبرک کے عطا فرماتے ہیں۔ ایک نے کہا: مجھے اس دفعہ خاص مصلا کی خواہش ہے۔ دوسرا بولا: میں ٹوپی چاہتا ہوں۔ تیسرے نے کہا: مجھے حضرت کے خاص پیراہن کی آرزو ہے۔ اگر آپ عنایت فرما دیں تو"۔۔۔ یوں ہر ایک نے اپنے دل میں ایک ایک چیز کا تصور کر لیا۔ جب

آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ہر ایک کو اس کی آرزو کے مطابق الگ الگ چیزیں عطا فرمائیں۔ پھر فرمایا "اب تو تمہیں تمہاری آرزوؤں کے مطابق مل گیا"۔

حضرت شاہ کا غایت ترک دنیا کی وجہ سے اہل دنیا سے کچھ تعلق نہ رہا تھا۔ اگر کوئی امیر یا دولت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ امر و نہی میں فرق روا نہ رکھتے۔ چنانچہ جب نواب شمشیر بہادر رئیس ملک بند ھیل کھنڈ' انگریزوں والا ٹوپ پہن کر حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے طیش میں آکر اسے منع فرمایا۔ اس نے عرض کی "اگر یہی سلوک ہونا ہے تو پھر کبھی نہیں آؤں گا"۔ فرمایا "اللہ' تجھے' ہمارے گھر نہ لائے"۔ وہ شخص غصے سے بے قابو ہو کر اٹھا اور چلا گیا۔ جب دالان کے زینہ تک پہنچا تو اپنی ٹوپی اتار کر نوکر کے حوالے کی اور ننگے سر حضرت کی خدمت میں حاضری دی' توبہ کی اور بیعت کی۔

حضرت شاہ اکثر اوقات یہ شعر گنگنایا کرتے تھے۔

خاک نیستی است ما سلیمانیم   نیک بود افسر سلطانیم
ہلست چہل سال کہ می پوشم   کہنہ نشد نہ خلعت عریانیم

نیز فرمایا کرتے تھے:

ہرچند پیر خستہ دل و ناتوان شدم   ہرگاہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

نیز فرماتے تھے:

کہ فقیری میں فا فاقہ' قاف قناعت' یا یاد الہٰی اور را ریاضت کی ہے۔ جو اس فقیری کو بجالائے گا' وہ فای فضل' قاف قرب و قبول' یا یاری اور رای رحمت پائے گا اور فقیر ہو گا وگرنہ فائے فضیحت' قاف قہر یای یاس (ناامیدی) اور رای رسوائی حاصل کرے گا اور دنیا و آخرت میں اس کا منہ کالا ہو گا۔

نیز ارشاد ہوا کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے:

بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات۔

آپ فرمایا کرتے تھے، بیعت تین قسم کی ہے: ایک برائے توسل بہ پیران کبار، دوم برائے توبہ از معاصی، سوم برائے کسب نسبت۔

آپ فرمایا کرتے تھے، مردوں کی چار قسمیں ہیں: نامرد، مرد، جوانمرد اور فرد۔

طالب دنیا نامرد ہے، طالب عقبیٰ مرد ہے، طالب عقبیٰ و مولیٰ جوانمرد ہے اور طالب مولیٰ فرد ہے۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے، اولیاء کی تین قسمیں ہیں: ارباب کشف، ارباب ادراک اور ارباب جہل۔

فرماتے تھے: کچھ مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے اور خاصان الٰہی کی روح قبض کرتے وقت فرشتہ بھی مداخلت نہیں کرتا۔ ؎

در کوی تو عاشقان چنان جان بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

آپ کا فرمان ہے کہ درویشوں کی معاش یوں ہونی چاہیے جیسے کہ شیخ نے اسے ذیل میں نظم کر دیا ہے۔

نان جویں و خرقہ پشمین و آب شور
سیپارہ کلام و حدیث پیغمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است
در دین نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری
تاریک کلبہ کہ پئی روشنی آن
بیہودہ منتے نہ برد شمع خاوری

بایکد و آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
این آن سعادتی است کہ حسرت برد برآں
جویای تخت قیصر و ملک سکندری

حضرت بعض اوقات جمالی سہروردی کے یہ شعر پڑھتے تھے۔

لنگکے زیرو لنگکے بالا نے غم دزدونے غم کالا
گزک بوریا و پوستکی دلقے پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جمالی را عاشق رند لاابالی را

بعض اوقات فرماتے کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ بھی مطلوب کی یاد سے غافل نہ رہے۔

این شربت عاشقی است "خسرو" بے خون جگر چشید نتوان

آپ فرماتے تھے:

حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی دوستی ہر گناہ کی بنیاد ہے یعنی جب دنیا کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو دنیا سے متعلق ہر گناہ بندہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اہل دنیا کافران مطلق اند روز و شب در بق بق در زق زق اند

آپ اپنا یہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ میں پہلے شاہجہان آباد کی جامع مسجد میں پڑا رہتا' نہ سوتا نہ کھاتا پیتا۔ جب بھوک اور پیاس غلبہ کرتی تو مسجد کے حوض کا پانی پیتا اور ہر روز دس سیپارے کلام مجید کے پڑھتا۔ ہر روز دس ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات کرتا۔ میری نسبت باطنی اتنی قوی تھی کہ ساری مسجد' نور پر نور سے بھر جاتی۔ میں جس گلی اور کوچہ سے گزرتا' وہ بھی پر انوار ہو جاتا۔ میں جس عزیز کے مزار پر جاتا' اس کی نسبت پست ہو جاتی۔ مگر میں اپنے آپ کو

پست کرلیتا اور اس بزرگ کی تواضع و تکریم اپنے اوپر لازم کرلیتا۔ اب ہم ضعیف ہوگئے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ۔

ز ناتوانی خود این قدر خبردارم
کہ از رخش نتوانم کہ دیدہ برادرم

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دوزخ کی آگ کا خوف بہت بڑھ گیا۔ ہم نے کئی دن گریہ و زاری میں گزار دیے۔ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "تم ہم سے محبت کرتے ہو اور جو مجھے محبوب رکھتا ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا"۔

آپ نے فرمایا: "ایک بار میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین کے دربار پر گیا اور توجہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: تجھے "سلسلہ احمدیہ" کے کمالات کی انتہا حاصل ہے' لہٰذا مزید کچھ گنجائش نہیں ہے۔ میں نے عرض کی: اپنی نسبت عطا فرمائیے۔ اس پر آپ متوجہ ہوئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ سلطان المشائخ کا چہرہ' میری طرح کا ہوگیا ہے اور میرا چہرہ' آپ کی طرح کا ہوگیا ہے۔ میں نہایت محظوظ ہوا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری!

آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے صوت و لحن سے مبرا' کلام ربانی تین بار سنا ہے۔ ایک بار مدرسہ میں اور دو بار اپنے رہائشی مکان میں۔

فرمایا: ایک بار میں نے کہا "یا رسول اللہ!" میں نے جواب سنا: "لبیک یا عبدالصالح"۔

شیخ عبدالغنی مجددی رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں' حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آپ ایک جامع الکمالات ہستی تھے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت اور خرق عادت طالبوں کے باطن میں تصرف ہے اور ان کے سینوں میں فیض و برکات کا القاء ہے۔ یہ بات آپ سے اتنی زیادہ دفعہ ظاہر ہوئی کہ اسے احاطہ تحریر میں لانے کے لیے کئی دفتر چاہئیں۔ آپ نے ہزاروں ارادت مندوں کے دلوں کو ذاکر بنا دیا اور سینکڑوں کو واردات و جذبات الٰہیہ تک پہنچا دیا اور بہتوں کو مقامات عالیہ اور حالات عظیمہ پر فائز کر دیا--- آپ کی دعا سے بہت دفعہ مشکلیں حل ہوئیں اور حاجتیں پوری ہوئیں۔ لوگوں کے زیادہ تر کام آپ کی دعا سے پورے ہوتے' بہت سے عقدے کھلتے۔ بارہا آپ کے کہنے کے مطابق ہی ہوا۔ آپ کا کلام مکمل الہام ہوتا تھا۔ بہت سے شخصوں نے خواب میں ہی آپ کی زیارت کی اور آپ کے سلسلہ سے وابستہ ہو گئے اور عالم خواب میں بیعت کے بعد' شرف حضوری ملا۔ بہت سے فاسق و فاجر' آپ کی توجہ سے تائب ہوئے اور سیدھے راستے پر گامزن ہو گئے۔ بہت سے کفار' آپ کی تھوڑی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے"۔

ایک دن ایک برہمن زادہ ہندو بچہ آپ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا۔ چونکہ اس کی شکل محبوب اور صورت مرغوب تھی' تمام اہل محفل نے اس کی طرف رخ کر لیا۔ حضرت شاہ نے بھی نظر عنایت اس پر ڈالی۔ اس نے فوراً گردن سے زنار اتاری اور ایمان لے آیا' کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے حسن و جمال کو نور اسلام سے جلا دی۔۔

به نشیں بگدایان در دوست کہ ہر کس
بہ نشست باایں طائفہ شاہے شد و برخاست

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ چند دنوں تک بواسیر اور خارش کی بیماری میں مبتلا رہے۔ اسی مرض میں ۲۲ صفر' اشراق کے بعد'

۱۲۴۰ھ میں 'اس دار پر ملال سے' قرب ایزد متعال میں پیوست ہو گئے۔ آپ نے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ ہمارے جنازہ کے آگے آگے حضرت خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند کی رباعی' عربی اشعار کے ساتھ پڑھی جائے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئا للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما　　آفرین بر دست و بر بازوئے تو
وفدت علی الکریم بغیر زاد　　من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیئے　　اذا کان الوفود علی الکریم

چنانچہ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو عربی و فارسی کے مذکورہ اشعار' خوش آوازی کے ساتھ پڑھے گئے۔

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت شاہ ابو سعید تھے۔ انہوں نے آپ کی تاریخ وفات "نور اللہ مضجعہ" تحریر فرمائی ہے۔

حضرت شاہ رؤف نے یہ رباعی آپ کی تاریخ وفات میں لکھی۔

چون جناب شاہ عبداللہ قیوم زمان
زین جہان فرمود رحلت سوی جنات الکریم
سال او با حال او جستم چو ای "رافت" ز دل
گفت او فی روح و ریحان و جنت النعیم

آپ کی ولادت باسعادت اقوال صحیح کی بنا پر ۱۱۵۸ھ ہے۔ آپ ملک پنجاب کے قصبہ بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات از مولف

شہ و سید و رہبر دو جہان　　امام دو عالم علی ولی
شدہ روشن از خامہ ام "نور بخش"　　بتاریخ تولید آن متقی

۱۱۵۸ھ

وصالش "غلام علی مہدی" است دگر "آفتاب مروت علی"
۱۲۴۰ھ ۱۲۴۰ھ

مولانا خالد مجددی قدس سرہ

آپ خاندان مجددی کے عظیم خلیفہ اور بڑے ولی ہیں۔ علم ظاہری میں اتنا زیادہ کمال تھا کہ ولایت کردستان اور آپ کے وطن ذہر روز میں آپ جیسا کوئی دوسرا نہ تھا۔ حدیث میں پچاس کتابوں پر سند حاصل کی تھی۔ ہندوستان کے علماء میں سے آپ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ عربی و فارسی میں' فردوسی و فرزدق' پر گوئے سبقت لے گئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے "مولانا خالد' جامی وقت اور خسرو عہد ہیں"۔

تحصیل علوم ظاہری کے بعد' آپ میں خدا طلبی کا داعیہ پیدا ہوا۔ اتفاق سے عظیم سیاح مرزا رحیم اللہ کردستان میں آپ کے پاس چلے گئے۔ وہ شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے۔ مولانا خالد نے ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ مرشد اہل طریقت نہیں مل رہا۔ اس پر مرزا رحیم اللہ نے آپ کی رہنمائی کی۔ مولانا خالد' وہاں سے دہلی آئے اور نو ماہ تک حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر رہے اور خانقاہ کا پانی بھرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ پیر روشن ضمیر کی توجہ سے مدارج اعلیٰ تک پہنچے۔ خرقہ خلافت اور کلاہ عطا فرمانے کے بعد وطن جانے کی اجازت دی۔ حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو الوداع کرنے کے لیے اپنی خانقاہ سے شیخ محمد عابد کے مزار تک آپ کے ساتھ آئے اور اقلیم کردستان کے قطب ہونے کا اشارہ فرمایا۔

مولانا خالد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے علاقے میں بہت ریاضتیں کیں۔ آپ کی خانقاہ پر' لوگوں کا اتنا زیادہ ہجوم ہوا گویا اس ملک کی سلطنت کا تعلق آپ

سے ہے۔ آپ نے دوسرے ملکوں میں، لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے سینکڑوں خلفاء بھیجے۔ آپ سے کئی خوارق و کرامات ظاہر ہوئیں۔ رئیسوں اور دنیا کے ناموروں کی آپ کی نگاہ میں کوئی قدر نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار والی بغداد آپ کی خانقاہ میں بلا طلب اجازت یونہی آگیا۔ آپ غصہ ہوئے اور اسے بے آبرو کر کے اپنی خانقاہ سے باہر نکلوا دیا۔

اگر کوئی مولانا خالد رحمتہ اللہ علیہ کا نام بے ادبی سے زبان پر لاتا تو بے ہوش ہو کر زمین پر گرتا۔ آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب تھے۔ وہ صاحب کرامات اور مرجع کمالات ہو گئے تھے۔ شیطان نے وسوسہ اندازی کی تو وہ اپنا مقام حضرت سے بڑھ کر خیال کرنے لگے۔ یہ خیال غلط آتے ہی، آپ کی نسبت باطنی باطل ہو گئی اور اپنے ساتھیوں میں ذلیل ہو کے رہ گئے۔ حتیٰ کہ جب مولانا شاہ ابوسعید مجددی رحمتہ اللہ علیہ آئے، جو حرمین شریفین میں حضرت شاہ کے خلیفہ اعظم تھے، تو شیخ عبدالوہاب کی یہی حالت تھی۔ عبدالوہاب نے مولانا شاہ ابوسعید کی بہت منت سماجت کی تو انہوں نے متوجہ ہو کر حالت تبدیل کر دی۔

شہر زور، ولایت گردستان کا ایک قصبہ ہے۔ مولانا خالد رحمتہ اللہ علیہ کی اس قصبہ میں رہائش تھی۔ آپ طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر درجہ شہادت تک پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت پانچ آدمیوں کو اپنی جگہ جانشین بنایا اور انہیں مسند نشینی کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "میرے بعد فلاں، اور اس کے بعد فلاں مسند نشین ہو گا"۔ چنانچہ چار حضرات تو اسی طاعون کی وبا میں ایک دوسرے کے بعد وفات پا گئے۔ شیخ عبدالکریم، جو پانچویں نمبر پر تھے، مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

وفات: مولانا خالد رحمتہ اللہ علیہ نے بقول صحیح ۱۲۴۲ھ میں انتقال

فرمایا۔

قطعہ

چو خالد زیں جہان در خلد اعلیٰ　　سفر ورزید بالطف خداوند

ز "خالد جنتی محبوب مولیٰ"　　عجب تاریخ ترحیلش عیان شد

۱۲۴۲ھ

شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہ

آپ، شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کے سچے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی، صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی دونوں پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ علوم ظاہری میں مفتی شرف الدین دہلوی اور مولانا شاہ رفیع الدین محدث فرزند شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہم کے شاگرد تھے۔ آپ نے مولانا عبد العزیز محدث و مفسر دہلوی اور حضرت سراج احمد بن شیخ محمد مرشد رحمتہ اللہ علیہم سے بھی علم فقہ و حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ تحصیل علم کے دوران آپ کے قلب حق پرست میں ارادہ حق طلبی پیدا ہوا۔ پہلے اپنے والد صفی القدر کے مرید ہوئے۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد کی اجازت سے شاہ درگاہی کی خدمت میں پہنچے۔ کسب سعادت کی اور خرقہ خلافت پایا۔ ابھی چونکہ طلب باقی تھی، اس لیے رام پور سے دہلی آ گئے۔ اس وقت دہلی شہر اہل علوم و فنون سے بھرا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادگان شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر نیز قاضی ثناء اللہ بقید حیات تھے۔

شاہ ابو سعید نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نام، خدا طلبی کے بارے میں ایک درخواست لکھی۔ جواب آیا کہ اس وقت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی نہیں

ہے۔ چنانچہ ابو سعید' شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے' بیعت کی۔ طریقہ مجددیہ نقشبندیہ کے انتہائی نہایات و کمالات تک پہنچے۔

ایک بار شاہ ابو سعید رام پور سے سنبھل کی طرف جا رہے تھے۔ عشاء کے وقت دریا پر پہنچے۔ کشتی و ملاح حاضر نہ تھے۔ آپ عرابہ پر سوار تھے۔ آپ نے صاحب عرابہ کو حکم دیا کہ عرابہ کو دریا میں ڈال دو۔ وہ ہندو تھا' اس لیے اس نے آپ کی بات پر یقین نہ کیا۔ کہنے لگا کہ ایسا کرنے میں میری جان و مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ آخر آپ کے رعب سے متاثر ہو کر گاڑی دریا میں ڈال دی۔ عنایت الٰہی سے گاڑی دریا میں یوں چلتی تھی جیسے خشکی پر چل رہی ہو۔ گاڑی بان حیران تھا۔ آپ نے فرمایا: حیران ہونے کی بات نہیں' یہ اہل اسلام کے حق میں حق کی عنایات ہیں۔ گاڑی والے نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور آپ کا مرید ہو گیا۔

ایک دفعہ مرزا طہماس نے شاہی قلعہ میں فقراء کی دعوت کی۔ شاہ ابو سعید بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ چند شہزادوں نے باتوں باتوں میں کہا "ہم نے آج تک کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی"۔ یہ سن کر شاہ ابو سعید نے نعرہ لگایا۔ اہل مجلس بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اس کرامت سے سب حاضرین' کرامات اولیاء کے معتقد ہو گئے۔

حکیم فرخ حسین دہلوی' حضرت کے منکر تھے اور آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتے تھے۔ ایک دن حکیم کی باتیں آپ کے کانوں تک پہنچیں۔ آپ نے فرمایا "اس کی سزا وہ خدا سے پائے گا۔ وطن سے نکالا جائے گا"۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ حکیم پر ایک تہمت لگی اور اس سے فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔

آپ کا ایک مرید محمد اصغر تھا۔ اس کا بیان ہے کہ کبھی کبھی غلبہ خواب

کے سبب سے میری نماز تہجد فوت ہو جاتی تھی۔ ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا "ان شاء اللہ بوقت نماز تہجد' آئندہ میں خود تمہیں جگاؤں گا۔ نماز پڑھنا تمہارے اختیار میں ہے"۔ چنانچہ اس کے بعد ہر رات یہ ہوتا کہ میں نماز تہجد کے وقت بیدار ہو جاتا اور اپنے آپ کو بستر پر بیٹھا پاتا۔

شاہ غلام علی قدس سرہ کے انتقال کے بعد شاہ ابو سعید نو سال تک ان کے سجادہ نشین رہے' طالبان حق کی رہنمائی میں مصروف رہے۔ آخر ۱۲۴۹ھ میں اپنے صاحبزادہ احمد سعید کو اپنی جگہ مقرر کر کے بیت اللہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچے۔ ایک جہاز کا ٹکٹ لیا۔ پھر فرمایا "اس جہاز میں بیٹھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا"۔ کرایہ کی رقم واپس لے لی اور دوسرے جہاز میں جا بیٹھے۔ وہ جہاز تو نصف ماہ میں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ وہ جہاز جس کا کرایہ واپس لے لیا تھا' ایک سال تک سمندر میں رہا اور جہاز والوں پر طرح طرح کی آفتیں آئیں۔۔۔ حج کے بعد' آپ کو تپ اور اسہال کی بیماری لاحق ہوئی۔ اسی تکلیف کی حالت میں مدینہ شریف گئے اور روضہ عالیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے وطن کا رخ کیا۔ جہاز پر سوار ہوئے۔ بیماری میں روز بروز ترقی ہو رہی تھی۔ آخر ماہ رمضان میں دار السلام ٹونک میں داخل ہوئے۔ والی ٹونک نواب وزیر الدولہ نہایت نیازمندی سے پیش آئے۔ آپ نے بروز عید یکم ماہ شوال ۱۲۵۰ھ میں بروز ہفتہ اس دار پرملال سے کوچ کیا۔ غسل اور جنازہ کے بعد آپ کے فرزند شاہ عبدالغنی نے آپ کی نعش مبارک صندوق میں رکھی۔ چالیس دن کے بعد دہلی میں حضرت شاہ غلام علی اور حضرت مرزا جان جاناں کے پہلو میں' خزانہ کی مانند سپرد خاک کر دیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ میں رام پور میں ہوئی۔

وفات: آپ کی وفات بروز عید ۱۲۵۰ھ میں ٹونک میں ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ۵۴ سال تھی۔ "تذکرہ شاہ غلام علی" میں آپ کی تاریخ وفات "**نور اللہ مضجعہ**" درج ہے۔

ولادت و وفات کا قطعہ از مولف

شاہ جہان و والی حق شاہ بوسعید خورشید دین و شیخ زمان مظہر الجمال
تولید او "ولی نظر" شدعیان ز دل سال وصال اوست عیان "مظہر الجمال"
۱۱۹۶ھ ۱۱۵۰ھ

شاہ رؤف رحمتہ اللہ علیہ

آپ شاہ ابو سعید کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ پہلے شاہ ابو سعید سے مل کر، شاہ درگاہی کے مرید ہوئے۔ جب حضرت شاہ ابو سعید نے غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے حضور رجوع کیا تو آپ بھی ان کی پیروی میں حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور کمالات تک پہنچے۔ آپ نے ایک کتاب میں حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ اس کا نام "درالمعارف" رکھا۔ اسی طرح حضرت کے مکتوبات و مقامات کے بارے میں ایک دوسری کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ آپ نے فقہ، حدیث، تفسیر میں بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ہندی و فارسی اشعار پر مشتمل آپ کا ایک دیوان بھی ہے جو "دیوان رؤفی" کہلاتا ہے۔ آپ نے شاعری میں "رافت" تخلص اختیار کیا۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے شاہ رؤف کی نسبت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاجزادے شیخ محمد یحیٰ کے حوالے سے ہے۔

شاہ رؤف نے شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد بھوپال شہر کا رخ کیا۔ یہ آپ کے پیرو مرشد کا حکم تھا۔ وہاں آپ کو

بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ سینکڑوں لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ حضرت شاہ ابو سعید کی وفات کے بعد دو سال تک ہندوستان میں رہے' پھر زیارت حرمین الشریفین کا قصد کیا اور عین سمندر میں رحمت حق سے جا ملے۔ ۱۲۵۳ھ آپ کا سال وفات ہے۔

قطعہ

شاہ رافت بادشاہ دو جہان   یافت از دنیا چو در جنت قرار

شد عیان "رافت حبیب متقی"   سال وصل آنشہ والاتبار

۱۲۵۳ھ

شیخ محمد اصغر قدس سرہ

آپ شاہ غلام علی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم اور حاضرباش خدمت گار تھے۔ آپ کی نسبت قلبی نہایت قوی تھی۔ مرشد کی بے پناہ عنایت آپ پر تھی۔ خانقاہ کے کارخانوں کا نظم و نسق آپ سے متعلق تھا۔ مبتدی مرید جو پیرو مرشد کے پاس آتے' وہ توجہ اور ذکر قلبی جاری کرنے کے لیے آپ کے سپرد کرتے۔ لوگوں نے آپ کی توجہ سے کافی استفادہ کیا۔ آپ نے پہلے حرمین الشریفین کا سفر کیا' پھر دہلی واپس آئے۔ دوبارہ شاہ ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ عزم بیت اللہ کیا۔ یوں آپ دو بار زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ دہلی آئے۔ ۱۲۵۵ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔

قطعہ

رفت از دنیائے دون سوئے بہشت   چون محمد اصغر آں شیخ زمان

دان وصالش مرشد مشکل کشا   "مہدی منظور و منظور جہان"

۱۲۵۵ھ   ۱۲۵۵ھ

شاہ عبدالرحمان مجددی جالندھری قدس سرہ

آپ علوم عقلی و نقلی کے جامع تھے۔ فقہ' حدیث' تفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ولایت مجددیہ نقشبندیہ میں مقامات عالیہ اور انوار جلیلہ رکھتے تھے۔ آپ کی جدی نسبت شیخ سیف الدین کے واسطہ سے شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تک جا ملتی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سیف الرحمٰن' حضرت مرزا جان جاناں شہید کے مرید تھے۔ انہوں نے شاہ غلام علی سے کسب نسبت حاصل کر کے کمالات تک رسائی حاصل کی۔ جالندھر میں آپ کے مرید بہت زیادہ تھے۔ جالندھر کے دو آبہ میں آپ بہت مشہور تھے۔

پہلے سفر حرمین شریفین کیا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور واپس وطن آئے۔ کچھ مدت بعد شوق نے غلبہ پایا۔ حرمین شریفین کے سفر کا احرام باندھا اور بیت اللہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر بہت فائدے اٹھائے۔ واپسی پر جب ملک سندھ میں آئے تو ۱۲۵۸ھ میں دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخت سفر باندھا۔

قطعہ

جناب عبد رحمان شاہ والا سفر چون کرد در جنت ز دوران

عیاں شد سال وصل آنشہ دین ز "عارف متقی محبوب رحمان"

۱۲۵۸ھ

مولوی کرم اللہ محدث قدس سرہ

آپ کے والد پہلے ہندو تھے۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ پر توبہ کی اور خلعت اسلام پہنا۔ آپ علوم باطنی اور علوم ظاہری (فقہ و حدیث اور تفسیر و قرات قرآن) میں یگانہ وقت تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تفسیر عزیزی محض آپ کی خاطر تصنیف کی۔

مولانا کرم اللہ پہلے خاندان عالیہ چشتیہ نظامیہ میں مولانا فخرالدین فخر کے

مرید ہوئے' اس کے بعد حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاندان احمدیہ میں کسب ولایت کی۔ تکمیل کے بعد خرقہ خلافت اور کلاہ اجازت پائی۔ اکثر اہل دہلی فن قرات قرآن میں آپ کے شاگرد تھے۔ آپ نے زیارت حرمین شریفین کا قصد کیا۔ منزل مقصود پر پہنچے' پھر وطن واپس آئے مگر واپس آنے کی وجہ سے پشیمان تھے لہٰذا پھر زیارت کا ارادہ کیا اور سفر کے دوران ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

قطعہ

چو آن مولوی' معظم کرم ز دنیای دوں شد بخلد برین
بگو "قطب و اشرف مکرم کرم" بتاریخ ترحیل آں شیخ دین

۱۲۵۸ھ

ملا عبد الغفور جرجوی قدس سرہ

آپ عنفوان شباب میں ہی شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مرشد کی عنایات حاصل کیں۔ بیماریوں کو سلب کرنے میں آپ کی توجہ درجہ کمال پر پہنچی ہوئی تھی۔ ایک بار آپ کے پیرو مرشد نے اپنے ایک مرید کو (جس نے اسی روز بیعت کی تھی) آپ کے پاس بھیجا اور فرمایا "اس شخص پر توجہ کیجئے تاکہ اس کے لطائف خمسہ جاری ہو جائیں"۔ ملا عبد الغفور نے ایک توجہ سے اس کے لطائف خمسہ جاری کر دیے اور واپس حضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت نے ایک ہی نگاہ میں بھانپ لیا کہ اس کے لطائف جاری ہو چکے ہیں۔ اب آپ نے خود اس پر توجہ کی اور اسے کمال تک پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ سلطان الاذکار جاری ہو گئے۔ حضرت ملا کے مرید سب کے سب صاحب کشف و کرامت تھے اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ مردوں کی روحوں' فرشتوں اور جنوں سے ملاقات کرنا' ان کا ادنیٰ کشف تھا۔ حضرت

ملا کی ایک صاجزادی تھیں جو لوگوں کے مال مسروقہ کی نشان دہی کرتی تھیں اور بتا دیتی تھیں کہ وہ مال فلاں جگہ اور فلاں گھر میں موجود ہے۔ اس کا کشف کبھی غلط نہیں ہوتا تھا۔۔۔

حضرت ملا کے خلفاء بلاد ترکستان میں بہت شہرت رکھتے تھے۔

وفات: آپ نے خرجہ کے مقام پر بتاریخ سلخ ماہ شوال ۱۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ شیخ محمد غوث صاحب "مخزن مجددیہ" نے آپ کی تاریخ وفات "شیخ زمن قطب عالم" تحریر کی ہے۔

قطعہ

شیخ دین مولوی عبدالغفور پیر روشن ضمیر حق مخدوم
سال تاریخ رحلتش "سرور" گفت ملا فقیر حق مخدوم

۱۲۵۹ھ

مرزا رحیم اللہ بیگ المشہور درویش محمد عظیم آبادی قدس سرہ

شاہ غلام علی مجددی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں طاق اور یگانہ آفاق تھے۔ آپ بہت بڑے سیاح تھے۔ پہلے ہندوستان سے حضرت شاہ نقشبند کے مزار کی زیارت کے لیے آپ بخارا گئے' وہاں سے روم' شام' حجاز' عراق اور ماوراء النہر جیسے اسلامی علاقوں کی سیر کی۔ پھر آپ نے پورے ہندوستان کی بھی سیر کی اور بہت سے مشائخ عظام کی زیارت کی۔ اس کے باوجود آپ فرمایا کرتے تھے' میں نے شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ جیسا شیخ کامل و مکمل نہیں دیکھا۔ جب ہرات پہنچے تو مخلص شہزادوں نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ شیخ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کا خوف خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ آپ نے شہزادوں کو سخت و درشت باتیں کہیں۔ وہاں سے نکلے تو اکثر بلاد ترکستان کی سیر کی۔ ہر جگہ کے حکمران' اخلاص

سے پیش آئے مگر شیخ ان کی بدعتوں کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور کسی جگہ نہ ٹھہرے۔ آخر شہر سبزوار میں قیام کیا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں آپ کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت ہٹالی۔ شیخ نے وہاں ایک خانقاہ بنائی۔ مسافروں اور مسکینوں کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ ایک بڑا لنگر جاری کیا جہاں پر بہت زیادہ مقدار میں کھانا پکتا اور ہر آنے جانے والے کو کھلایا جاتا۔ آپ نے شافعی مذہب اختیار کیا' اس لیے بخارا وغیرہ میں مرزا شافعی کے نام سے مشہور تھے۔

آخر بعض ترکستانی حکام نے خفیہ طور پر حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کو شہید کروادیا کیونکہ ان حکمرانوں کو والی شہر سبزوار سے سخت عناد تھا۔ حضرت کی دعا و امداد کی وجہ سے وہ لوگ والی شہر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ آپ نے ۱۲۶۰ھ میں شربت شہادت نوش کیا۔

قطعہ از مولف

چوں رحیم اللہ از لطف رحیم کارساز یافت از دنیائے دون باوصل حق آخروصال

کن رقم "منظور دین" سالش دگر "مخدوم شرع" ہم نجوان "خورشید علم" از بہر سال ارتحال

۱۲۶۰ھ ۱۲۶۰ھ ۱۲۶۰ھ

سید منور شاہ لاہوری قدس سرہ

آپ غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ گیلانی سید ہیں۔ شیخ ارشاد اور صاحب طریقت تھے۔ زہد و ورع اور پرہیزگاری میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ دنیا اور دنیا کے کاموں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ خاندان عالیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ کے پیران کامل سے خوب فیض حاصل کیا۔ اگرچہ آپ کا شجرۂ نقشبندیہ نہیں مل سکا تاہم آپ کا شجرۂ سہروردیہ آپ کے مریدوں سید

حسین شاہ اور شیخ وہاب دین رحمتہ اللہ علیہم سے مل گیا۔

آپ اس سلسلہ میں اپنے والد سید صابر کے مرید ہیں۔ وہ اپنے والد میر عبدالرزاق کے مرید ہیں۔ وہ اپنے والد محترم میر عبدالرحیم کے مرید ہیں۔ وہ اپنے والد میر صدر الدین کے مرید ہیں۔ وہ اپنے والد گرامی میر حیدر کے ارادت مند تھے۔ وہ شاہ نصیب الدین غازی کشمیری کے مرید تھے۔ وہ شیخ داؤد خاکی کے مرید تھے۔ وہ مخدوم حمزہ کشمیری کے' وہ سید عبدالوہاب بخاری دہلوی کے بھائی سید جمال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے مرید تھے۔

آپ شب و روز' غایت ذوق و شوق سے یاد خدا میں مشغول رہتے۔ اپنے مریدوں کو سلسلہ نقشبندیہ میں تلقین کرتے۔ آپ کے کشف القلوب کا یہ حال تھا کہ جو بھی سوالی یا حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا' اسے اظہار حالت کی زحمت نہ کرنی پڑتی۔ وہ اپنی دلی آرزو کے مطابق جواب و عطا پالیتا۔

وفات: آپ نے ۱۲۶۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار مبارک' شیخ محمد طاہر لاہوری کے مزار کے احاطہ میں ہے۔ آپ کی اولاد میں سے آپ کے صاحبزادہ سید احمد شاہ لاہور میں موجود ہیں جو علم و خلق میں یگانہ روزگار ہیں۔

قطعہ

پرتو افگن چو شد منور شاہ — در جنان ہمچو ماہ پارہ نور

گشت تاریخ رحلتش روشن — از "منور ولی ستارہ نور"

۱۲۶۴ھ

مولوی خطیب احمد مجددی قدس سرہ

حضرت شاہ رؤف رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند دل بند ہیں۔ طریقت میں بھی اپنے والد کے مرید ہوئے' پھر ان کے خلیفہ بنے۔ علوم ظاہری میں بھی اپنے

والد بزرگوار کے شاگرد تھے۔

آپ عالم و فاضل تھے۔ جلال و جمال اور شکوہ و شوکت کے مالک تھے۔ سیر ولایت قلب میں نہایات مقامات ولایت احمدیہ مجددیہ تک عمدہ استعداد بہم پہنچائی۔ سفر کعبہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد بھوپال میں آئے اور اپنے پدر عالی قدر کی مجلس کو زینت بخشی۔ آپ نے بہت سے راہ حق کے مسافروں کو منزل مقصود تک پہنچایا۔

آخر ۱۲۶۶ھ میں دنیا سے کوچ کیا۔ کتاب "مخزن مجددیہ" میں آپ کی تاریخ وفات "وھو اذالمن المقربین" درج کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے اپنے کان آپ کے ہونٹوں کے قریب رکھے تو تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ) کی آواز سنائی دی۔ جب آپ کو لحد مبارک میں رکھا گیا اور آپ کے مریدوں نے آپ کا آخری دیدار کرنے کے لیے آپ کے چہرہ سے پردۂ کفن اٹھایا تو آپ نے آنکھ کھولی، مسکرائے، چاروں طرف دیکھا اور پھر آنکھ بند کرلی۔

قطعہ

رفت چو زین دار بدار السلام — احمد ذی جاہ ولی متقی

گشت بتاریخ وصالش عیان — اختر اجلال و مظفر ولی

۱۲۶۶ھ — ۱۲۶۶ھ

مولانا محمد جان شیخ اکرم قدس سرہ

حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ ہیں۔ جامع کمال ظاہری و باطنی تھے۔ مظہر انوار الٰہ تھے۔ دینی و دنیوی علوم کے عالم تھے۔ پہلے علم حاصل کیا، اس کے بعد شاہ غلام علی کی خدمت میں آئے اور ان کے مرید ہوگئے۔ سخت مشقتیں اٹھائیں اور کمالات ولایت تک پہنچے۔ آپ سارا

دن اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہتے۔ رات کے وقت شہر سے نکل کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر جاتے اور ساری رات روضہ مقدسہ میں طاعت حق میں مشغول رہتے۔ ایک آدمی کا بیٹا اتنا بیمار تھا کہ زندگی کی امید باقی نہیں رہی تھی۔ آخر وہ شخص اپنے بیٹے کو خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر لے گیا۔ رات کے وقت جب شیخ محمد جان روضہ کے اندر مراقبہ میں تھے تو اس آدمی نے اپنے بیٹے کو آپ کے سامنے بٹھادیا اور خود باہر چلا گیا۔ شیخ نے جب مراقبہ سے سر اٹھایا' مریض پر نظر ڈالی تو اس نے اسی گھڑی شفا پائی۔

صاحب "تذکرہ شاہ غلام علی" فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ایک عورت کی محبت میں گرفتار تھا۔ قریب تھا کہ میں زنا میں مبتلا ہو جاؤں' میں مجبور ہو کر مولانا محمد جان رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور امداد چاہی۔ آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تین روز تک پڑھو۔ ہر روز سینکڑوں بار پڑھو۔ میں نے جب یہ عمل کیا تو اس عورت کی محبت میرے دل سے جاتی رہی اور میرے وجود میں دو سال تک قوت شہوت باقی نہ رہی۔

مولانا محمد جان رحمتہ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت پانے کے بعد اپنے مرشد گرامی سے اجازت چاہی اور حرمین الشریفین کی طرف چل پڑے۔ وہاں سے روم گئے۔ بادشاہ روم کے امراء آپ کے مرید ہو گئے۔ بادشاہ کی والدہ بھی شیخ کی معتقد ہو گئیں اور ایک خانقاہ تعمیر کی۔ آپ کے خلفاء استنبول اور روم کے اضلاع میں پھیل گئے۔ سلطان کی طرف سے معقول وظائف مقرر ہو گئے۔ شیخ کو جتنا وظیفہ بھی ملتا' آپ مسکینوں اور مسافروں کی خدمت کے لیے خرچ کر ڈالتے۔

آپ ۱۲۶۸ھ میں مکہ معظمہ میں اپنے خالق سے جا ملے۔ یہ آپ کا آخری

سفر تھا جو آپ نے روم سے حج کے ارادہ سے کیا تھا۔

قطعہ

چوں محمد جان' جان دو جہان | از جہاں پدرود شد سوئے جنان
سال وصلش ہست "خورشید علوم" | رحلتش "شیخ الحرم عابد نجوان"
۱۲۶۸ھ | ۱۲۶۸ھ

شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ

آپ حضرت شاہ ابوسعید کے فرزند دل بند ہیں۔ علوم شریعت و طریقت و حقیقت کے جامع تھے۔ فقہ' حدیث اور تفسیر کے علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ طریقہ عالیہ مجددیہ میں حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان سے خرقہ خلافت اور کلاہ اجازت حاصل کیا۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کیے۔ مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگردوں مولوی رشید الدین وغیرہ سے علم حدیث و تفسیر حاصل کیا۔ یوں آپ نے علوم دینی اور فیض باطنی سے خوب استفادہ کیا۔

حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے حق میں اور اپنے دوسرے تین خلفاء (شاہ ابوسعید' شاہ رؤف اور مولوی بشارت اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) کے حق میں اچھی بشارتیں دیں اور یہ تحریر فرمایا کہ یہ چاروں حضرات اس زمانہ میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون ہیں۔

شاہ ابوسعید کے انتقال کے بعد شاہ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد کی جگہ سجادہ ارشاد پر تشریف فرما ہوئے۔ طالبان حق' ہندوستان' خراسان اور دیگر ممالک سے آپ کے پاس آنے لگے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھانے لگے۔ آپ کے خلفاء' قندھار اور کابل وغیرہ کے ضلعوں میں بہت

مشہور تھے۔ آخر جب دہلی میں انگریزی فوج نے شورش کی اور شہر انگریزی مہم کی وجہ سے غارت ہو گیا تو شاہ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کی۔ لاہور کے راستے حرمین شریفین کا رخ کیا اور وہیں رہے۔ آخر ۱۲۷۷ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

نوٹ: آپ کے بھائی حافظ عبدالغنی اور عبدالمغنی بھی علم و حلم اور زہد و تقویٰ اور ریاضت و مشقت میں یکتائے وقت اور یگانہ زمانہ تھے۔

ولادت: معتبر اقوال کے مطابق شاہ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۱۷ھ میں ہوئی۔ صاحب "تذکرہ شاہ غلام علی" نے آپ کی تاریخ ولادت "مظہر یزدان" تحریر فرمائی ہے۔

وفات: آپ نے ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات از مولف

حضرت احمد سعید از نور حق — پیر اسعد میر دین شیخ سعید

"خوان نعمت" گشت تولیدش عیان — مظہر امید زاہد شد پدید

"مظہر اسلام" گو تو وصل او — ہم نجوان "شیخ یقین احمد سعید"

شاہ احمد سعید قدس سرہ کے نامدار خلفاء، جو ہمارے زمانے میں پنجاب میں تشریف رکھتے ہیں، ان میں سے ایک حضرت مولوی محمد غوث مجددی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ آپ زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت میں، عبادت و طاعت اور علم و حلم میں اور لطف و مہربانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آپ اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیراستہ ہیں۔ صاحب صورت و سیرت ہیں، اہل ظاہر و باطن ہیں۔ صاحب حال و قال ہیں۔ بہت سے لوگ جو طالب خدا تھے، آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنے مدعا کو پہنچے۔ جو شخص بھی آپ کا مرید ہوا، اس نے اپنا دامن گوہر مراد سے بھر لیا۔

آپ موضع ڈھونی میں رہتے ہیں جو سید والہ کے قریب ہے۔ آپ کبھی کبھی ایک سال یا ایک ماہ کے بعد لاہور شہر میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ان اوراق کا جامع یہ عاصی پر معاصی (مفتی غلام سرور لاہوری)' عارف حق آگاہ سید حسین شاہ بخاری مجددی کے توسط سے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔

سید امام علی شاہ الحسنی الحسینی السامری النقشبندی المجددی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ حسنی سید ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق ہے۔ آپ کا سلسلہ طریقت چھ درمیانی واسطوں سے شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے جا پہنچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ سید امام علی مرید ہیں میران شاہ حسین کے' وہ مرید ہیں شیخ حاجی احمد مجددی کے' وہ مرید ہیں خواجہ حاجی محمد زمان کے' اور وہ مرید ہیں خواجہ زکی کے' وہ مرید ہیں خواجہ عبدالاحد کے' وہ مرید ہیں شیخ محمد معصوم کے اور وہ مرید ہیں اپنے پدر عالی قدر شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے۔

سید امام علی نے عہد طفولیت اور عنفوان شباب میں ہی ریاضتیں کرنی شروع کیں۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں بہت کوشش اور محنت کی۔ یوں آپ علوم حدیث و تفسیر اور اصول فقہ میں یکتائے زمانہ ہو گئے۔ آپ اپنے پیر روشن ضمیر کی توجہ سے کمالات صوری و معنوی تک پہنچے۔ جب حضرت شاہ حسین نے وفات پائی تو آپ سجادہ مشیخت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کو بہت قبولیت حاصل ہوئی۔ بوڑھے بچے' چھوٹے بڑے سب لوگ پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ چنانچہ ہزاروں بلکہ بے تعداد اور بے شمار طالبان حق کو آپ نے حق تک پہنچایا۔ دور دراز ممالک میں بھی آپ کے

خلفا جا پہنچے اور ہدایت خلق کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ جو شخص بھی دین یا عقبیٰ کا طالب بن کر آیا ہے' وہ خالی و محروم نہیں رہا۔ آپ کی ذات بابرکات بیماروں کی شفا اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور دردمندوں کی صحت یابی کے لیے اکسیر اعظم تھی۔ خطہ پنجاب میں' اس اخیر زمانہ میں' جبکہ اہل ہدایت و ارشاد حالت گمنامی میں ہیں' مشائخ عظام میں سے کسی نے بھی اتنی اہل حاجت کی حاجت روائی نہیں کی جتنی کہ آنجناب نے اس کار خیر میں دل و جان سے کی ہے۔

اس شہنشاہ کی خانقاہ میں بہت بڑا لنگر جاری ہے۔ ہزاروں مسکین اور مسافر' آپ کے لنگر سے دونوں وقت مفت کھانا کھاتے ہیں۔ آپ کی خانقاہ سے چھوٹے بڑے' درویش و مالدار ہر ایک کو دونوں وقت بلا تکلف یکساں کھانا دیا جاتا ہے۔ جن اور دیو و پری کے سایہ ختم کرنے میں آپ کی نظر میں بہت زیادہ تاثیر تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ امیر بخش نامی ایک شخص لاہور سے اپنی سایہ زدہ بیٹی کو آپ کے پاس لے گیا۔ فوراً اس کا جن جاتا رہا۔ لڑکی ہوش میں آگئی۔ حالانکہ حضرت نے ابھی دفع جن کے لیے کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ مفلسوں اور بے اولاد لوگوں کے حق میں آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آپ سے بہت سے خوارق و کرامت ظاہر ہوئے' جن کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

مرزا محمد لاہوری فرماتے ہیں : ایک بار ایک جھوٹے فوجداری مقدمہ میں' میں لاہور کی عدالت میں ماخوذ تھا۔ میں دل سے آپ کی جانب متوجہ ہوا۔ آپ خواب میں تشریف لائے۔ تسلی دی' میں نے چند ہی دنوں بعد اس خواہ مخواہ کی مصیبت سے نجات پائی۔

ایک دفعہ ایک سنار لاہور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس کا جو بھی بیٹا یا بیٹی پیدا ہوتا' آٹھ دنوں یا آٹھ ماہ

کے عرصے میں فوت ہو جاتا۔ اس نے عرض حال کی تو آپ نے ایک تعویذ عطا فرمایا اور رہنمائی کہ جب تیری منکوحہ حاملہ ہو تو اس کے گلے میں باندھ دینا اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے بچہ کے گلے میں باندھ دینا۔ زرگر نے ایسا ہی کیا اور اس مصیبت سے رہائی پائی۔

آپ عشاء کی نماز کے بعد طالبان حق کا حلقہ قائم کرتے' متوجہ ہوتے۔ یوں سینکڑوں دل ذاکر ہو جاتے۔ آپ کی توجہ سے' ہزاروں طالبان راہ سکون نے سلوک کی منزلیں طے کیں اور مقامات طریقہ احمدیہ مجددیہ کی انتہاء و کمال تک جا پہنچے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت' اقوال صحیح کے مطابق ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔

وفات: آپ کی جامع الکمالات ہستی نے ۱۳ ماہ شوال ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر شریف ۷۰ سال تھی۔ آپ نے چالیس سال کی عمر تک' عبادت' ریاضت' چلہ نشینی اور زہد و ریاضت میں گزار دیے۔ اس کے بعد تیس سال تک اپنے پیر روشن ضمیر کے سجادہ پر قائم رہ کر مخلوق الٰہی کی رہنمائی میں مصروف رہے۔ آپ کی وفات کی کیفیت یوں ہے:

آپ بروز عید سعید مرض "وجع الفواد" میں مبتلا ہوئے اور پانچ شوال کو آپ نے اپنے سب مریدوں اور خلفاء کو جمع کیا اور "الوداع" کا لفظ زبان پر لائے۔ اپنے فرزند ارجمند سید صادق علی کو اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ ۱۳ شوال بروز جمعرات بوقت شام اس دار فنا سے' دار البقا تشریف لے گئے اور جمعہ کے دن مدفون ہوئے۔

آپ کا مزار پرانوار موضع "رتر چھتر" میں زیارت گاہ اہل اللہ ہے۔ اس دور کے شعراء نے آنجناب کی بہت سی تاریخ ہائے وفات لکھی ہیں۔

چنانچہ مولانا ابو حسن نے آیت کریمہ "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون" سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات از مولف

شیخ دین سید امام علی مقتداء مرشد خاص و عام
طرفہ تر صاحب خلافت شد سال تولید او ز دل الہام
۱۲۱۲ھ
"اعظم الاولیاء امام علی" گشت تاریخ رحلتش ارقام
باز گو سال رحلتش "سرور" "مہ لقا افضل الامام امام"
۱۲۸۲ھ